اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللہِ الْاِسْلَام

تعلیم الدین

حصہ اوّل

مکتب کے بچے، اسکول اور کالیج میں پڑھنے والے اور عام مسلمانوں کے لیے فائدہ کی کتاب

(پہلا حصہ: قرآنِ پاک کی پہلی جماعت کے لیے)

اسلامی عقائد | فقہ | سیرتِ پاک | آداب واخلاق

از

مولانا اسماعیل صاحب کاپودروی

مفتی محمود صاحب بارڈولی

ناشر

نورانی مکاتب

www.nooranimakatib.com

تفصیلات

نام کتاب	:	تعلیم الدین (پہلا حصہ)
از	:	مولانا اسماعیل صاحب کاپودروی و مفتی محمود صاحب بارڈولی
ناشر	:	نورانی مکاتب
صفحات	:	80
طبعِ اول	:	صفر ۱۴۴۱ھ م اکتوبر ۲۰۱۹ء
طباعت	:	ہمدم پریس، مالیگاؤں 9890069488 9860448783 ©

ملنے کے پتے

مولانا یوسف صاحب بھانا، محمود نگر، ڈابھیل	9558174772
مدرسۃ گلشنِ خدیجۃ الکبریٰ، اون، سورت	9714814566 9898371086
دارالمکاتب کاپودرا	9712005458 9824289750

فہرستِ مضامین

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ ربِّ العالمین و الصلوۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد خاتم النبیین وعلیٰ اٰلہ وصحبہ وعلیٰ من تبعھم باحسان الیٰ یوم الدین.

مکتب ایک اسلامی گلشن ہے، دینی گہوارہ ہے، مکتب کے دو اہم بنیادی مقصد ہیں:

① مکتب میں قرآنِ مجید کی صحیح تعلیم دی جاتی ہے اور قرآنِ کریم کے الفاظ صحیح پڑھنا سکھایا جاتا ہے، قرآنِ کریم کی چند سورتیں زبانی یاد کرائی جاتی ہے۔

② مکتب دین کی بنیادی تعلیم کا مرکز ہے، مسلمانوں کو دین کی بنیادی ضروری معلومات مکتب میں پیش کی جاتی ہیں، ایک مسلمان کے لیے بنیادی طور پر جو چیزیں ضروری ہیں وہ مکتب میں سکھائی جاتی ہیں، اسی طرح ایک مسلمان کو جو چیزیں زبانی یاد ہونی چاہیے وہ بھی مکتب میں یاد کرائی جاتی ہیں، جس کے لیے حسبِ ذیل چیزیں مکتب کے نصاب میں ہونا بہت ضروری ہیں:

① اسلامی عقائد: جس میں دین کے بنیادی عقیدے ہوں، ایمانِ مجمل اور مفصل کی وضاحت ہو۔

اور جن چیزوں سے عقائد خراب ہوتے ہیں اور کفر و شرک کا خطرہ ہوجاتا ہے ان چیزوں کو بھی بتانا ضروری ہے؛ تاکہ اس سے اپنے آپ کو بچایا جائے، صحیح عقائد کا ہونا یہ ایمان کی بنیاد ہے۔

② ضروری دینی مسائل۔

③ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین کی سیرتِ مبارکہ۔

(۴) محفوظات کا ایک نصاب، جن میں پانچ کلمے، ضروری مسنون دعائیں اور دیگر ضروری باتیں زبانی یاد کرنا ہوتا ہے۔

نورانی مکاتب جو مکاتبِ قرآنیہ کا ایک حسین گلدستہ ہے۔

قرآن کی خدمت کرنے والے چند ٹرسٹوں کا ایک مجموعہ اور ادارہ ہے۔

دین وایمان کی حفاظت کا ایک انقلابی کارنامہ انجام دینے والا نورانی مرکز ہے۔

ارتداد، جہالت، غربت وافلاس زدہ مسلمانوں کی ایمانی، دینی حفاظت کا ایک مستحکم قلعہ ہے۔ یہ سب اللہ کا فضل وکرم ہے۔

مکاتبِ قرآنیہ کے اوپر لکھے ہوئے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے نصاب کے طور پر حسبِ ذیل کتابیں اردو، گجراتی، انگریزی زبان میں آج تک بفضل اللہ تعالیٰ نورانی مکاتب اور دارالمکاتب کے زیرِ سرپرستی تیار ہوکر شائع ہوئیں اور عالم میں پھیل گئیں، الحمدللہ علی ذلک۔

(۱) بچوں کا تحفہ (اول، ثانی)۔

(۲) بچوں کو پڑھانے کا طریقہ۔

(۳) روضۃ الاطفال۔

(۴) رہبرِ معاون۔

(۵) مکاتب کے اہم امور۔

(۶) معلم الاطفال۔

(۷) ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

(۸) گلدستۂ اطفال (تین حصے)۔

⑨ تعلیمی نفسیات۔

⑩ حفظ پڑھانے کا طریقہ۔

⑪ تحفۂ حفاظ۔

⑫ طریقۂ تعلیم الصبیان۔

⑬ پارۂ عم پڑھانے کا طریقہ۔

مکاتب کے اس نصاب کے ساتھ دیگر مطبوعات اس کے علاوہ ہیں۔

پھر بھی بدلتے ہوئے حالات کے تقاضوں کے پیشِ نظر اوپر لکھے گئے مکاتب کے مقاصد میں سے دوسرے نمبر کے مقصد کی تکمیل کے لیے ایک جامع، آسان اور عام فہم نصاب کے ضروت کی تکمیل کے لیے یہ چند کتابیں تیار کی گئیں:

① محفوظات کا آسان نصاب۔

② تعلیم الدین (پہلا حصہ)۔

③ تعلیم الدین (دوسرا حصہ)۔

④ تعلیم الدین (تیسرا حصہ)۔

⑤ تعلیم الدین (چوتھا حصہ)۔

⑥ تعلیم الدین (پانچواں حصہ)۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ ان تمام کتابوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، اپنی خوشنودی کا ذریعہ بنائے اور اوپر لکھے ہوئے مقاصدِ خیر کی تکمیل کا ذریعہ بنائے۔

ان کتابوں کی تالیف، ترتیب، تصحیح، تزیین، کمپوزنگ، طباعت و اشاعت میں بہت سارے حضرات نے حصہ لیا ہے، خاص کر:

(۱) مجددِ مکاتب حضرت مولانا اسماعیل احمد لولات صاحب کاپودروی زید مجدہ، استاذِ حدیث: جامعہ قاسمیہ کھروڈ ، رکنِ رکین: مجلسِ شوریٰ نورانی مکاتب ، سرپرست: دارالمکاتب کاپودرا۔

(۲) حضرت مولانا مفتی شکیل صاحب ، استاذِ حدیث و ناظم: مدرسہ خدیجۃ الکبری،اون،سورت۔

(۳) حضرت مولانا مفتی توصیف صاحب ابن حاجی شکیل، استاذِ حدیث وناظمِ حسابیات: مدرسہ خدیجۃ الکبری وگلشن احمد ٹرسٹ۔

(۴) حضرت مولانا عمران چانکی صاحب ،صدر: ایکتا ایجوکیشن چیریٹیبل ٹرسٹ، پنچ محل، گودھرا، ومعاونِ ناظم: شعبۂ نشرواشاعت نورانی مکاتب۔

(۵) حضرت مولانا حافظ قاری عبدالعزیز حافظجی ،ٹرسٹی: گلشنِ احمد ٹرسٹ سورت، ورکنِ مجلسِ شوریٰ: نورانی مکاتب۔

(٦) حضرت مولانا آصف صاحب سورتی، معاون: گلشنِ احمد ٹرسٹ سورت۔

اور دوسرے تمام ہی حضرات کو اللہ جزائے خیر عطا فرمائے اور اس سلسلے کو بے انتہا قبول فرمائے اور اس کے فیض کو صبحِ قیامت تک پورے عالم میں عام وتام فرمائے۔

اس نصاب میں اگر غلطی نظر آئے تو ضرور مطلع فرمائے، ان شاء اللہ! آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کرلی جائے گی اور اس نیک کام میں آپ بھی شامل ہوں گے۔

(حضرت مفتی) محمود (صاحب) بارڈولی (دامت برکاتہم)
استاذِ تفسیر وحدیث: جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل
یکے از بانیان وسرپرست: نورانی مکاتب

پہلا باب

اسلامی عقائد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال: تم کون ہو؟

جواب: ہم مسلمان ہیں۔

سوال: ہمارے مذہب کا کیا نام ہے؟

جواب: اسلام۔

سوال: اسلام کیا سکھاتا ہے؟

جواب: اسلام یہ سکھاتا ہے کہ اللہ ایک ہے، بندگی کے لائق وہی ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں اور قرآنِ پاک اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، اسلام سچا دین ہے، دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیاں اور نیک باتیں اسلام سکھاتا ہے۔

سوال: اسلام کا کلمہ کیا ہے؟

جواب: اسلام کا کلمہ یہ ہے: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ.

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

اور اسی کو کلمۂ طیبہ کہتے ہیں۔

سوال: کلمۂ شہادت کیا ہے؟

جواب: کلمۂ شہادت یہ ہے:

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ

وَرَسُوْلُهٗ.

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

سوال: بتاؤ! ہم کس کے بندے ہیں؟

جواب: ہم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔

سوال: اللہ کس کا نام ہے؟

جواب: جس نے ہمیں اور تمام انسان، جنات، فرشتے، زمین آسمان، اور تمام چیزوں کو اپنی قدرت سے پیدا فرمایا۔

سوال: جو لوگ اللہ پاک کو نہیں مانتے انھیں کیا کہتے ہیں؟

جواب: ایسے لوگ کافر کہلاتے ہیں۔

سوال: جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا اور چیزوں کی پوجا کرتے ہیں انھیں کیا کہتے ہیں؟

جواب: ایسے لوگوں کو کافر اور مشرک کہتے ہیں۔

سوال: کیا کافر اور مشرک کی بخشش ہوگی؟

جواب: ہرگز نہیں! وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے۔

سوال: بُت وغیرہ پر پھول چڑھانا، ہاتھ جوڑنا، سجدہ کرنا کیسا ہے؟

جواب: بالکل ناجائز، حرام اور شرک ہے۔

سوال: اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ (علم وقدرت کے اعتبار سے) ہر جگہ موجود ہے۔

سوال: اللہ پاک ہمیں کیوں نظر نہیں آتے؟

جواب: ہماری آنکھوں میں اتنی طاقت نہیں ہے جو ہم اللہ کو دیکھ سکیں۔

سوال: حضرت محمد ﷺ کون ہیں؟

جواب: حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے آخری رسول اور پیغمبر ہیں اور ہم ان کی امت میں ہیں۔

سوال: اگر کوئی ہمارے نبی ﷺ کو اللہ کا رسول اور نبی نہ مانے وہ کیسا ہے؟

جواب: جو شخص ہمارے نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا رسول نہ مانے وہ بھی کافر ہے۔

سوال: حضرت محمد ﷺ کو ماننے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: حضرت محمد ﷺ کو ماننے کا یہ مطلب ہے کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا نبی اور رسول یقین کریں اور اللہ تعالیٰ کے بعد ساری مخلوق سے آپ کو افضل سمجھیں، اور آپ ﷺ سے محبت رکھیں اور آپ ﷺ کے بتلائے ہوئے طریقوں پر عمل کریں۔

سوال: قرآنِ پاک کس کی کتاب ہے؟

جواب: ہمارے نبی ﷺ نے فرمایا: قرآنِ پاک اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اتاری ہے۔

سوال: قرآنِ پاک ہمارے نبی ﷺ پر ایک ساتھ اتارا گیا، یا تھوڑا تھوڑا؟

جواب: تھوڑا تھوڑا نازل ہوا، کبھی ایک آیت، کبھی دو چار آیتیں، کبھی ایک سورت۔

سوال: کتنے سالوں میں پورا قرآن نازل ہوا؟

جواب: تیئیس (۲۳) سال میں۔

سوال: قرآنِ مجید کس طرح نازل ہوا؟

جواب: حضرت جبریل علیہ السلام آکر آپ ﷺ کو آیت یا سورت سنا دیتے تھے آپ ﷺ اسے سن کر یاد کر لیتے تھے اور کسی لکھنے والے سے لکھوا دیتے تھے۔

سوال: حضرت جبریل علیہ السلام کون ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا حکم پیغمبروں کے پاس لاتے تھے۔

سوال: فرشتے کون ہیں اور کس چیز سے پیدا کیے گئے ہیں؟

جواب: فرشتے اللہ تعالیٰ کے نورانی بندے ہیں، نہ مرد ہیں نہ

عورت اور نہ انھیں کھانے پینے کی ضرورت ہے، وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری میں لگے رہتے ہیں، وہ گناہ نہیں کرتے۔

سوال: فرشتے کتنے ہیں؟

جواب: فرشتے بہت ہیں، ان کی صحیح تعداد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

سوال: فرشتے کس جگہ رہتے ہیں؟

جواب: جہاں بھی اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے وہاں رہتے ہیں۔

سوال: کیا فرشتے انسانوں کو نظر آسکتے ہیں؟

جواب: ہاں! اللہ تعالیٰ کے حکم سے نظر آسکتے ہیں۔

سوال: فرشتوں کے ذمہ میں کیا کیا کام ہیں؟

جواب: فرشتے مختلف کاموں پر مقرر ہیں، بعض بارش برساتے ہیں، بعض اللہ کے حکم سے مخلوق کو روزی پہچاتے ہیں، بعض بندوں کے اچھے بُرے اعمال لکھتے ہیں، بعض جنت اور جہنم کے انتظامات پر لگے ہیں، بعض صرف خدا کی یاد اور پاکی بیان کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

سوال: جو شخص فرشتوں کے وجود کا انکار کرے وہ کیسا ہے؟

جواب: ایسا شخص کافر ہے۔

دوسرا باب

عبادات، فقہی مسائل

اسلام کی بنیادیں

اسلام کی پانچ بنیادیں ہیں:

① ایمان ② نماز ③ روزہ ④ زکوٰۃ ⑤ حج۔

نماز

نماز اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنے کا ایک خاص طریقہ ہے، آپ نے گھر میں امی کو یا مسجد میں مسلمانوں کو دیکھا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں اور قرآن شریف پڑھتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی تعریف اور بزرگی بیان کرتے ہیں، رکوع کرتے ہیں؛ یعنی اس کے سامنے جھک جاتے ہیں، اور سجدہ کرتے ہیں؛ یعنی زمین پر سر رکھتے ہیں۔

نماز کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں دیا ہے، اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا طریقہ مسلمانوں کو بتلایا ہے۔ دن رات میں پانچ نمازیں مسلمان پر فرض ہیں: (۱) فجر (۲) ظہر (۳) عصر (۴) مغرب (۵) عشا۔

ہر نماز کا وقت متعین ہے، قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا﴾

ترجمہ: بے شک نماز مقررہ وقت پر مسلمانوں پر فرض ہے۔

① پہلی نماز: فجر، جو صبح کے وقت سورج نکلنے سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔

② دوسری نماز: ظہر، جو دوپہر سورج ڈھلنے کے بعد پڑھی جاتی ہے۔

③ تیسری نماز: عصر، جو شام کو سورج کے غروب ہونے سے ڈیڑھ یا دو گھنٹے پہلے پڑھی جاتی ہے۔

④ چوتھی نماز: مغرب، جو سورج ڈوبنے کے بعد پڑھی جاتی ہے۔

⑤ پانچویں نماز: عشا، جو سورج ڈوبنے کے تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد پڑھی جاتی ہے۔

مسلمانوں کا قبلہ

بچو! آپ نے دیکھا ہوگا کہ مسلمان پچھّم ؛یعنی جس طرف شام کو سورج ڈوبتا ہے اس طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں؛ کیوں کہ ہمارے ملک ہندوستان سے پچھّم کی طرف عرب کا ایک مقدس شہر ہے جس کا نام مکہ ہے، مکہ معظّمہ میں اللہ تعالیٰ کا ایک گھر ہے جسے کعبہ کہتے ہیں، قرآنِ پاک میں اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا اللہ پاک نے حکم دیا ہے؛ اس لیے مسلمان اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔

یہ اللہ کا گھر؛ یعنی کعبہ جس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں اسے ''قبلہ'' کہتے ہیں۔

اذان کا بیان

اذان کے معنی خبر کرنے کے ہیں؛ لیکن شریعت میں خاص الفاظ سے نماز کی خبر کرنے کو اذان کہتے ہیں۔

جب نماز کا وقت آجاتا ہے تو نماز سے کچھ دیر پہلے ایک شخص کھڑے ہوکر زور زور سے چند خاص کلمات پڑھتا ہے، اسے اذان کہتے ہیں اور اذان پڑھنے والے کو ''مُؤَذِّنْ'' کہا جاتا ہے۔

اذان کا درجہ

اسلام میں اذان کا درجہ سنت ہے؛ لیکن چوں کہ اذان سے اسلام کی ایک خاص شان ظاہر ہوتی ہے؛ اس لیے اس کو ضرور کہنا چاہیے۔ صرف پانچوں فرض نمازوں اور جمعہ کے لیے اذان کہنا سنتِ مؤکّدہ ہے۔

اذان کے کلمات اور ترجمہ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ	اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے
اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ	اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے
اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ	گواہی دیتا ہوں میں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے
اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ	گواہی دیتا ہوں میں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے
اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ	گواہی دیتا ہوں میں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں
اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ	گواہی دیتا ہوں میں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں

حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ	آؤ نماز کے لیے
حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ	آؤ نماز کے لیے
حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ	آؤ کامیابی کی طرف
حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ	آؤ کامیابی کی طرف
اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ	اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ	اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں

فجر کی اذان میں ''حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ'' کے بعد ''اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ'' بھی دو مرتبہ کہے۔

اذان کا جواب

اذان سننے والا مؤذن کے ہر کلمہ پورا کرنے کے بعد اسی کلمہ کو دہرائے؛ لیکن ''حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ'' اور ''حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ'' کے جواب میں ''لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ'' کہے اور '' اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ'' کے جواب میں ''صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ'' کہے۔

نوٹ: بچوں کو اذان کے کلمات زبانی یاد کرائیں؛ لیکن ترجمہ زبانی رٹوانے کی ضرورت نہیں ہے، اچھی طرح سمجھا دیا جاوے۔

تکبیر

بچو! آپ نے مسجد میں دیکھا ہوگا کہ مسلمان جب نماز کے لیے کھڑے ہونے لگتے ہیں تو نماز شروع کرنے سے پہلے ایک شخص وہی کلمات کہتا ہے جو اذان میں کہے جاتے ہیں، اسے اقامت اور تکبیر کہتے ہیں؛ لیکن تکبیر میں "حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ" کے بعد "قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ" دو مرتبہ اذان کے کلموں سے زیادہ کہا جاتا ہے۔

جو شخص تکبیر کہتا ہے اسے "مُکَبِّر" کہتے ہیں۔

تکبیر کے کلمات

اَللّٰہُ اَکْبَرُ ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ	اَللّٰہُ اَکْبَرُ ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ
اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ	اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ	اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ
حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ	حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ
حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ	حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ
قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ	قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ
اَللّٰہُ اَکْبَرُ ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ	لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

نوٹ: بچوں کو تکبیر کے کلمات زبانی یاد کرائیں۔

جماعت کے ساتھ نماز

بچو! آپ نے دیکھا ہوگا کہ مسجد میں بہت سے مسلمان ایک ساتھ مل کر نماز ادا کرتے ہیں، اس طرح بہت سے آدمی مل کر جو نماز ادا کرتے ہیں اسے جماعت کی نماز کہتے ہیں اور نماز پڑھانے والے کو "امام" کہتے ہیں اور پیچھے نماز پڑھنے والے کو "مُقْتَدِی" کہتے ہیں، اور جو آدمی جماعت کے ساتھ نماز میں شریک نہ ہو؛ بلکہ اکیلے نماز پڑھے اسے منفرد کہتے ہیں۔

سوالات

١ نماز کسے کہتے ہیں؟
٢ دن رات میں کتنی مرتبہ نماز پڑھی جاتی ہے؟
٣ دن رات میں پڑھی جانے والی نمازوں کے نام بتاؤ؟
٤ اللہ تعالیٰ کا گھر کہاں ہے؟
٥ جس طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اسے کیا کہتے ہیں؟
٦ مؤذن کس کو کہتے ہیں؟
٧ مکبر کس کو کہتے ہیں؟
٨ مقتدی کس کو کہتے ہیں؟
٩ نماز پڑھانے والے کو کیا کہتے ہیں؟
١٠ اکیلے نماز پڑھنے والے کو کیا کہتے ہیں؟

وضو

بچو! ہم نماز پڑھنے کا پورا طریقہ ان شاء اللہ! آگے کتاب میں پڑھیں گے؛ لیکن نماز بغیر وضو کے درست نہیں ہوتی؛ اس لیے اب ہم پہلے **وضو کا طریقہ** معلوم کرتے ہیں۔

وضو کے فرائض

وضو میں چار فرض ہیں:

① پیشانی کے بالوں سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک چہرہ دھونا۔ ② دونوں ہاتھ کہنیوں کے ساتھ دھونا۔ ③ ایک چوتھائی سر کا مسح کرنا۔ ④ دونوں پیر ٹخنوں کے ساتھ دھونا۔

وضو کا مکمل طریقہ

[الف] پہلے دونوں ہاتھ پہنچوں تک تین دفعہ دھوؤ، پہلے داہنا ہاتھ، پھر بایاں ہاتھ۔ [ب] اس کے بعد تین مرتبہ کلی کرو اور مسواک کرو؛ اگر مسواک نہ ہو تو دانتوں پر انگلی پھیرو۔ [ج] پھر تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالو اور ناک صاف کرو۔

[د] پھر پیشانی کے بالوں سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور دونوں کانوں کی لَو تک دونوں ہاتھوں سے اچھی طرح تین مرتبہ چہرہ دھوؤ۔ چہرہ

دھوتے وقت چہرے پر پانی اس طرح مارو کہ چھینٹیں نہ اڑیں۔

[ر] پھر کہنیوں کے ساتھ دونوں ہاتھ تین دفعہ دھوؤ، پہلے داہنا ہاتھ پھر بایاں ہاتھ، پھر دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کا خلال کرو۔

[س] اس کے بعد دونوں ہاتھوں کو بھگو کر پورے سر کا اور کانوں کا اور گردن کا مسح کرو۔

[ص] مسح سے فارغ ہو جاؤ تب دونوں پیر ٹخنوں سے اوپر تک تین تین دفعہ دھوؤ، پہلے داہنا پھر بایاں پاؤں دھوؤ، پھر انگلیوں کا خلال کرو۔

نماز پڑھنے کا طریقہ

وضو کر کے پاک کپڑے پہن کر پاک جگہ قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جائیں اور نیت کریں کہ میں فلاں وقت کے فرض یا نفل کی دو یا چار رکعت اللہ کے واسطے پڑھتا ہوں، صرف دل میں نیت کرنا کافی ہے، زبان سے بولنا ضروری نہیں ہے؛ لیکن زبان سے بول کر بھی نیت کرے تو اچھا ہے۔

قیام

پھر دونوں ہاتھ کانوں کی لو تک اُٹھائیں، پھر ''اَللّٰهُ اَكْبَرْ'' کہتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو ناف کے نیچے اس طرح باندھیں کہ دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کے پہنچے (کلائی) کو چھوٹی انگلی اور انگوٹھے سے پکڑ لیں، نماز میں اِدھر اُدھر نہ دیکھیں، ادب سے کھڑے ہو کر پہلے ثنا پڑھیں۔

ثنا: سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ وَ تَبَارَكَ اسْمُكَ وَ تَعَالٰى جَدُّكَ وَ لَا اِلٰهَ غَيْرُكَ.

ترجمہ: اے اللہ! ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ آپ کی ذات ہر عیب سے پاک ہے، اور ہم آپ کی تعریف بیان کرتے ہیں اور آپ کا نام بہت برکت والا ہے اور آپ کی شان اونچی ہے اور آپ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔

پھر تعوذ یعنی ''اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ'' پڑھیں۔

ترجمہ: میں اللہ کی حفاظت چاہتا ہوں شیطانِ مردود سے۔

پھر تسمیہ یعنی'' بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' پڑھیں۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہی کے نام کی برکت حاصل کرتے ہوئے (میں پڑھتا ہوں) جن کی رحمت سب کے لیے ہے، جو بہت زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

تعوذ اور تسمیہ پڑھ کر سورۂ فاتحہ یعنی الحمد شریف پڑھیں، پھر کوئی سورت یا کم از کم ایک بڑی آیت یا چھوٹی تین آیتیں پڑھیں۔

رکوع

پھر ''اللہ اکبر'' کہتے ہوئے رکوع میں چلے جائیں۔ رکوع میں دونوں ہاتھوں سے گھٹنوں کو پکڑ لیں اور تین یا پانچ مرتبہ رکوع کی تسبیح ''سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ'' پڑھیں، پھر تسمیع یعنی ''سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَه'' کہتے ہوئے سیدھے کھڑے ہو جائیں اور تحمید یعنی '' رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ''

بھی پڑھ لیں۔

سجدہ

جب خوب سیدھے کھڑے ہوجائیں تو ''اللہ اکبر'' کہتے ہوئے سجدہ میں اس طرح جائیں کہ پہلے دونوں گھٹنے زمین پر رکھیں، پھر دونوں ہاتھ پھر دونوں ہاتھوں کے بیچ میں پہلے ناک پھر پیشانی زمین پر رکھیں اور سجدے کی تسبیح ''سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى'' تین یا پانچ مرتبہ پڑھیں، پھر تکبیر کہتے ہوئے اٹھیں اور تسلی سے سیدھے بیٹھ جائیں، پھر تکبیر کہہ کر دوسرا سجدہ پہلے سجدہ کی طرح کریں اور تکبیر کہتے ہوئے کھڑے ہوجائیں، دوسرے سجدے سے کھڑے ہوتے وقت پہلے پیشانی پھر ناک پھر ہاتھ پھر گھٹنے اٹھا کر بغیر بیٹھے سیدھے کھڑے ہوجائیں اور اگر ممکن ہو تو کھڑے ہوتے وقت زمین پر ہاتھوں سے ٹیک نہ لگائیں، یہ ایک رکعت مکمل ہوگئی۔

دوسری رکعت

پہلی رکعت ہی کی طرح دوسری رکعت ادا کریں؛ مگر ثنا نہ پڑھیں، صرف بسم اللہ اور الحمد شریف اور کوئی سورت یا قرآنِ پاک کی کم از کم ایک بڑی آیت یا چھوٹی تین آیتیں پڑھیں اور پہلی رکعت ہی کی طرح رکوع اور سجدے کریں۔

قعدہ

جب دوسری رکعت کا سجدہ کر چکیں تو بایاں پیر بچھا کر اس پر بیٹھ

جائیں اور دائیں پیر کا پنجہ کھڑا کر کے اُنگلیاں موڑ کر قبلہ کی طرف رکھیں اور دونوں ہاتھ رانوں پر گھٹنوں تک پھیلا کر رکھیں، ہاتھ کی انگلیاں قبلہ کی طرف ہوں اور نظر گود پر جما کر پہلے تشہد پڑھیں۔

جب کلمۂ شہادت پر پہنچیں تو بیچ کی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ (گول) بنا کر باقی انگلیاں بند کر کے ''لَا اِلٰہَ'' کہنے کے وقت شہادت کی انگلی اُٹھا کر ''اِلَّا اللّٰہ'' کہنے کے وقت چھوڑ دیں۔

پھر درود شریف پھر دعا پڑھیں، پھر پہلے دائیں طرف ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ'' کہہ کر سلام پھیریں، پھر بائیں طرف، یہ دو رکعت نماز پوری ہوگئی۔

اگر نماز تین یا چار رکعت والی ہو تو دوسری رکعت کے قعدے میں صرف تشہد یعنی التحیات پڑھ کر تکبیر کہتے ہوئے کھڑے ہو جائیں اور فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں صرف بسم اللہ اور سورۂ فاتحہ پڑھیں؛ البتہ سنت اور نفل کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ ایک بڑی آیت یا چھوٹی تین آیات ملانا واجب ہے۔

تشہُّد یعنی التحیات

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ

اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ .

ترجمہ: زبانی تمام عبادتیں اللہ کے لیے ہیں، اور بدنی عبادتیں اور مالی عبادتیں بھی اللہ کے لیے ہیں، سلام ہو آپ پر اے نبی! اور اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں، سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر۔ گواہی دیتا ہوں میں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

درود شریف

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

ترجمہ: اے اللہ! رحمت اتاریئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اور ان کی آل پر جیسے رحمت اتاری آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور ان کی آل پر، بے شک آپ تعریف کے لائق اور بزرگی والے ہیں۔

اے اللہ! برکت اتاریئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اور ان کی آل پر جیسے برکت اتاری آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور ان کی آل پر، بے شک

آپ تعریف کے لائق اور بزرگی والے ہیں۔

درود شریف کے بعد کی دعا

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَۃً مِّنْ عِنْدِکَ وَ ارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ.

ترجمہ: اے اللہ! میں نے اپنے نفس پر بہت ظلم کیا ہے اور آپ کے سوا اور کوئی گناہوں کو معاف نہیں کرسکتا، آپ اپنی خاص بخشش سے میری بخشش فرمادیجیے اور مجھ پر رحم فرمائیے، بے شک آپ ہی معاف کرنے والے اور بہت رحم کرنے والے ہیں۔

ھدایت: اساتذہ حضرات بچوں کو نماز کی عملی مشق کرائیں اور فرض نماز و نفل نماز کا فرق نیز امام اور مقتدی کی نماز کا طریقہ اہتمام کے ساتھ عملاً بتائیں۔ باری باری ہر بچے کو کھڑا کر کے دوسرے بچوں کے سامنے نماز پڑھائیں۔

وظائفِ نماز؛ یعنی ثنا، تشہد اور درود شریف اور مسنون دعا اولاً کتاب سے دیکھ کر صحیح صحیح سنیں، اس کے بعد زبانی کرائیں، نیز وقف کے نشان کا لحاظ کرکے زبانی یاد کرائیں، ترجمہ زبانی کرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

نیز قرآنِ پاک کی یہ پہلی جماعت ہے اس کے محفوظات کے نصاب و نظام میں وظائفِ نماز میں صرف ثنا اور تشہد ہے؛ اس لیے درود شریف اور درود شریف کے بعد کی دعا زبانی یاد نہ ہو تو بچوں پر زیادہ بوجھ نہ ڈالیں۔

تیسرا باب

سیرتِ پاک

نبی اور رسول

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنی مرضی بتانے اور ان تک اپنا پیغام پہنچانے کے لیے اپنے کچھ خاص بندوں کو بھیجا۔اللہ کے پیغام بھیجنے کو ''نبوت'' کہا جاتا ہے اور جو انسان پیغام لے کر آتے ہیں اسے رسول اور نبی کہتے ہیں،اسے پیغمبر بھی کہا جاتا ہے؛ کیوں کہ نبی کے معنی ''خبر دینے والا'' اور رسول و پیغمبر کے معنیٰ: ''پیغام لانے والا''۔

ہر نبی انسان میں سے ہوتے تھے؛ تاکہ دوسرے انسانوں کے لیے نمونہ بن سکے۔

بچو! یاد رکھو جب استاذ سبق پڑھائیں تو خوب دھیان سے استاذ کی باتیں سنو اور جو بات سمجھ میں نہ آئے استاذ سے ضرور اس کے بارے میں سوال کرو۔

ایک اچھے بچے نے ۔جس نے دھیان سے سبق پڑھا تھا۔ استاذِ محترم سے سوال کیا کہ: استاذ جی! کیا نبی اور رسول میں فرق ہے؟

استاذ نے فرمایا: ہاں! رسول اس پیغمبر کو کہتے ہیں جسے نئی کتاب اور شریعت دی گئی ہو اور نبی ہر پیغمبر کو کہتے ہیں؛ چاہے اسے نئی شریعت اور کتاب دی گئی ہو یا پہلی شریعت اور کتاب پر عمل کرنے اور کرانے کا ہی حکم دیا گیا ہو۔

معلوم ہوا کہ نبی اور رسول میں تھوڑا سا فرق ہے، تم اتنا سمجھو کہ رسول کا مرتبہ نبی سے بڑھا ہوا ہے۔

ایک بچے نے استاذ سے سوال کیا کہ: کیا کوئی آدمی اپنی کوشش اور عبادت سے نبی بن سکتا ہے؟

استاذ جی نے کہا: نہیں! نبی اور رسول بننے میں انسان کی کوشش اور ارادے سے کام نہیں بنتا، کوئی بھی آدمی کسی بھی طرح اپنی کوشش سے نبی نہیں بن سکتا، نبی وہی بنتا ہے جسے خود اللہ بناتے ہیں، یہ مرتبہ صرف اللہ ہی کی طرف سے عطا کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں فرمایا کہ: ہم نے ہر قوم اور ہر ملک میں نبی اور رسول بھیجے اور اللہ پاک نے قرآن میں کچھ نبیوں کا ذکر کیا ہے، ان میں سے کچھ نام یہ ہیں:

۱	حضرت آدم علیہ السلام	۲	حضرت نوح علیہ السلام
۳	حضرت ہود علیہ السلام	۴	حضرت ادریس علیہ السلام
۵	حضرت صالح علیہ السلام	۶	حضرت ابراہیم علیہ السلام
۷	حضرت لوط علیہ السلام	۸	حضرت اسماعیل علیہ السلام
۹	حضرت اسحاق علیہ السلام	۱۰	حضرت یعقوب علیہ السلام
۱۱	حضرت یوسف علیہ السلام	۱۲	حضرت شعیب علیہ السلام

۱۳	حضرت موسیٰ علیہ السلام	۱۴	حضرت ہارون علیہ السلام
۱۵	حضرت داؤد علیہ السلام	۱۶	حضرت سلیمان علیہ السلام
۱۷	حضرت الیاس علیہ السلام	۱۸	حضرت یونس علیہ السلام
۱۹	حضرت ایوب علیہ السلام	۲۰	حضرت زکریا علیہ السلام
۲۱	حضرت یحیٰ علیہ السلام	۲۲	حضرت عیسیٰ علیہ السلام
۲۳	ہمارے نبی اور رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم		

آخری نبی

ہمارے نبی سب سے آخری نبی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آج تک کوئی نبی نہیں آئے ہیں اور قیامت تک کوئی نئے نبی نہیں آئیں گے، صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو پہلے دنیا میں آئے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ آسمان پر اٹھالیا تھا وہ قیامت سے پہلے دنیا میں تشریف لائیں گے۔

قرآن میں اللہ پاک نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم الانبیاء بھی کہا ہے۔

جو شخص ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔

ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام رسول اور نبیوں سے افضل ہیں۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء کے سردار ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درجہ اور مرتبہ سب سے افضل ہے۔

ہر مسلمان کا فرض ہے کہ آپ ﷺ سے محبت رکھے اور آپ ﷺ کا احترام کرے اور اطاعت کرے۔

سب نبیوں پر سلام بھیجو، جب کسی نبی کا نام لیا جائے تو تم کہو:

''عَلَيْهِ السَّلَامُ'' (ان پر سلامتی ہو)

جب ہمارے نبی ﷺ کا نام لیا جائے تو کہو:

''صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ'' (ان پر اللہ کی رحمتیں اور سلامتی ہوں)

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مکہ معظّمہ ملکِ عرب کا ایک شہر ہے، ملکِ عرب ہمارے ملک سے بہت دور مغرب کی جانب ہے۔جدھر سورج چھپتا ہے۔اسی شہر میں کعبہ شریف ہے جس کی طرف منہ کر کے ہم نماز پڑھتے ہیں اور جہاں حاجی حج کرنے جاتے ہیں۔

بہت دنوں کی بات ہے، چودہ سو (۱۴۰۰) سال سے بھی زیادہ پہلے کی بات ہے، ملکِ عرب میں سب سے عزت والا قریش کا خاندان تھا، خاندانِ قریش میں **بنو ہاشم** کی بہت بڑی عزت تھی، ہمارے نبی ﷺ اسی خاندان میں پیدا ہوئے۔

آپ ﷺ کے ابّا کا نام **عبد اللہ** تھا اور دادا کا نام **عبد المطلب** تھا۔

آپ ﷺ کی امی کا نام **آمنہ** تھا۔

آپ ﷺ کے کوئی بھائی یا بہن نہیں تھے۔

ہمارے نبی ﷺ یتیم پیدا ہوئے؛ کیوں کہ آپ ﷺ کی پیدائش سے پہلے ہی ہمارے نبی ﷺ کے ابّا جان کا انتقال ہوگیا تھا۔

ہمارے نبی ﷺ کا مبارک نام

ہمارے نبی ﷺ کا مشہور نام ''محمد ﷺ'' ہے، آپ ﷺ کا یہ نام آپ ﷺ کے دادا نے رکھا تھا۔

آپ ﷺ کا ایک اور نام ''احمد'' بھی ہے جو آپ ﷺ کی امی نے رکھا تھا۔

''محمد'' کے معنی ہیں جس کی تعریف کی جائے اور ''احمد'' کے معنی جس کی بہت زیادہ تعریف کی جائے یا بہت زیادہ تعریف کرنے والے۔

یہ دونوں نام نئے تھے، عرب میں ایسے نام نہیں رکھے جاتے تھے، کیسے پیارے ہیں یہ دونوں نام! تم جب ان ناموں کو سنو تو کہو:

''صَلّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ'' (ان پر اللہ کی رحمتیں ہوں)

ہمارے نبی ﷺ یتیم تھے اس کے باوجود اتنے بڑے مقام والے ہیں کہ کوئی اس مقام تک نہیں پہنچ سکا اور نہ قیامت تک پہنچ سکے گا۔

بچو! اس سے ہم نے سیکھا کہ: یتیم بچے کو کم نصیب نہیں سمجھنا چاہیے، اس سے محبت کرنی چاہیے۔ کسی کو کیا معلوم کہ یہ بچہ کس رتبہ کا آدمی ہوگا۔

سوالات

(۱) ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام محمد کس نے رکھا؟
(۲) محمد کے معنی بتائیں؟
(۳) ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام احمد کس نے رکھا؟
(۴) احمد کے معنی بتائیں؟
(۵) ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کہاں ہوئی؟
(۶) ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کونسے خاندان میں پیدا ہوئے؟
(۷) ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابّا کا نام بتائیں؟
(۸) ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امّی کا نام بتائیں؟
(۹) ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا کا نام کیا تھا؟
(۱۰) ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہن بھائی کتنے ہیں؟

ہمارے نبی ﷺ کا بچپن

ہمارے نبی ﷺ کچھ دن ماں کی گود میں رہے، پھر عرب کے دستور کے موافق گاؤں کی دودھ پلانے والی عورتیں آئیں اور عورتوں نے امیروں کے بچے لے لیے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا ایک نیک بی بی تھیں، ان کو کوئی بچہ نہیں ملا، انھوں نے اس یتیم بچے کو لے لیا۔

ہمارے نبی ﷺ کی برکتوں سے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کا گھر بھر گیا، اُن کے گھر پر رحمتوں کی بارش ہونے لگی۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا ہمارے نبی ﷺ سے بہت محبت کرتی تھیں۔

ہمارے نبی ﷺ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے پاس دو برس رہے، دو سال بعد جب دودھ چُھڑایا گیا تو حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو مکہ لے آئیں کہ آپ ﷺ کو ان کی والدہ ماجدہ کو سونپ دیویں؛ مگر مکہ میں طاعون پھیلا ہوا تھا اور حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی برکتیں دیکھ چکی تھیں، آب و ہوا کی خرابی کے نام سے اپنے گھر واپس لے آئیں، تقریباً اور دو سال آپ ﷺ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہیں، چار سال بعد ہمارے نبی ﷺ اپنی امّی جان بی بی آمنہ کے پاس آئے۔

جب ہمارے نبی ﷺ کی عمر چھ برس کی ہوئی تو آپ ﷺ کی والدہ آپ کو لے کر اپنے رشتے داروں سے ملنے مدینہ گئیں، ایک مہینہ

وہاں رہے، جب واپس ہو رہی تھیں تو راستے میں ایک جگہ۔جس کا نام ''اَبْوَاء'' ہے۔آپ ﷺ کی والدہ **بی بی آمنہ** کا انتقال ہوگیا، ان کو یہیں دفن کر دیا گیا، حضرت ام ایمن۔ جو حضرت آمنہ کے ساتھ تھیں۔وہ ہمارے نبی ﷺ کو لے کر مکہ معظّمہ آئی۔

والدہ ماجدہ کے انتقال کے بعد دادا عبد المطلب نے ہمارے نبی ﷺ کو اپنی تربیت میں لے لیا، دادا عبد المطلب ہمارے نبی ﷺ کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

جس وقت ہمارے نبی ﷺ کی عمر شریف آٹھ سال دو مہینے دس دن کی تھی تب دادا **عبد المطلب** کا بھی انتقال ہوگیا، عبد المطلب کا جنازہ اٹھا تو آپ ﷺ بھی ساتھ تھے اور آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔خواجہ عبد المطلب نے وفات کے وقت ہمارے نبی ﷺ کو چچا **ابو طالب** کو سونپ دیا، اب ہمارے نبی ﷺ چچا ابو طالب کے ساتھ رہنے لگے، چچا ابو طالب ہمارے نبی ﷺ سے بہت محبت کرتے تھے۔

چچا ابو طالب کے ساتھ تجارت کے لیے سفر

مکہ کے بڑے لوگ تجارت کیا کرتے تھے، تجارت کرنا ان کا خاص کام تھا، ہمارے نبی ﷺ کے چچا ابو طالب بھی تجارت کرتے تھے، وہ بھی اپنی روٹی روزی کا انتظام اسی سے کرتے تھے۔

چچا ابو طالب تجارت کے لیے ملک شام جایا کرتے تھے، ایک دفعہ چچا ابو طالب نے تجارت کے لیے ملکِ شام کا ارادہ کیا تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی ساتھ جانے کی درخواست کی، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر شریف بارہ سال کی تھی۔

سفر کے درمیان جب یہ قافلہ **بُصریٰ** شہر پہنچا تو قافلے والے ایک جگہ آرام کرنے کے لیے رک گئے، وہاں ایک چرچ تھا جس میں **''بَحِیرَہ''** نام کا ایک راہب (پادری) رہتا تھا، یہ راہب چرچ سے کبھی نہ نکلتا تھا؛ مگر جب اس نے دیکھا کہ پتھر، درخت وغیرہ سب سجدہ کیے جارہے ہیں تو وہ باہر نکلا اور چچا ابو طالب سے پوچھا کہ: قافلہ کہاں جارہا ہے؟

ابو طالب نے بتایا کہ: یہ قافلہ تجارت کے لیے ملکِ شام جارہا ہے۔

راہب نے بتایا کہ: یہ بچہ ہونے والے **آخری نبی** ہیں، میں تمام درختوں اور پتھروں کو ان کے احترام میں سر جھکاتے دیکھ رہا ہوں، ملکِ شام میں ان کی جان کو خطرہ ہے۔

یہ سب سن کر ابو طالب نے آپ ﷺ کو وہاں سے مکہ واپس کر دیا۔

سوالات

(۱) ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلانے والی ماں کا کیا نام تھا؟ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس کتنے برس رہے؟

(۲) والدہ کے انتقال کے وقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کتنی تھی؟

(۳) ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ کا انتقال کس مقام پر ہوا؟

(۴) دادا عبد المطلب کی وفات کے وقت ہمارے نبی کی عمر شریف کتنی تھی؟

(۵) مکہ والے شام کیوں جاتے تھے؟

(۶) شام کے پہلے سفر کے وقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر کتنی تھی؟

(۷) چچا ابو طالب کی ملاقات شام کے سفر میں راہب سے کہاں ہوئی؟

(۸) اُس راہب کا کیا نام تھا؟

(۹) راہب نے چچا ابو طالب سے کیا کہا؟

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جوانی

اب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جوان تھے، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خود کمانے اور اپنا خرچ خود اُٹھانے کا خیال بچپن ہی سے تھا، کچھ دنوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکریاں بھی چرائیں، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چچا ابوطالب کے ساتھ تجارت کرتے تھے اور تجارت بہت **سچائی** کے ساتھ کرتے تھے، معاملہ کی صفائی، سچائی، امانت داری، میٹھی بات چیت، جو تجارت کے لیے ضروری ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پوری پوری عطا فرمائی تھیں، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شریفانہ برتاؤ اور اچھی عادتوں کا لوگوں میں یہ اثر تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نہیں لیتے تھے؛ بلکہ ''**صادق**'' یا ''**امین**'' ہی کہا کرتے تھے۔

مکہ کے لوگ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اپنی چیزیں رکھتے تھے، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب کی چیزیں سچائی اور امانت داری کے ساتھ رکھتے تھے اور سچائی کے ساتھ واپس کردیتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچے اور امین تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچائی کی خبر **حضرت خدیجہ** رضی اللہ عنہا نے سنی، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک بیوہ عورت تھیں، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا مکہ کی مال دار عورت تھیں، روپیہ پیسہ بہت تھا، ہمیشہ سے ان کی تجارت ہوتی چلی آئی تھی؛ مگر اب کوئی سنبھالنے والا نہ تھا، انھوں نے چاہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات چیت ہوجائے تو تجارت کا کام ان کو سونپ دیں۔

جان پہچان کے آدمیوں کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات چیت ہوئی اور نفع میں حصہ مقرر ہوا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی تجارت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سونپ دی۔

شام کا دوسرا سفر

مکہ والے تجارت کی غرض سے شام جایا کرتے تھے، مکہ کا مال وہاں بیچتے تھے اور شام سے دوسرا مال لا کر مکہ میں بیچتے تھے، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی تیاری کی اور جب موسم آیا تو مال لے کر شام تشریف لے گئے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بڑی سمجھ دار اور ہوشیار تھیں، ان کا ایک غلام تھا، اس کا نام ''مَیْسَرَہْ'' تھا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو میسرہ پر بہت بھروسہ تھا، جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شام جانے لگے تو میسرہ کو ساتھ کر دیا؛ تا کہ خدمت کرتا رہے اور کام کی دیکھ بھال بھی ہوتی رہے۔

لیکن جن کا نام **محمد** (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تھا، جن کو مکہ والے **امین** و**صادق** کہتے تھے اور جو امانت اور دیانت والے تھے، برکتیں جن کے پاؤں چومتی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر کے دوران **سچائی**، **مہربانی**، اور **اخلاق** کا وہ نمونہ پیش کیا کہ میسرہ عاشق ہو گیا۔ جب واپس مکہ پہنچے تو میسرہ کی زبان تھک جاتی تھی؛ مگر **تعریفیں** ختم نہیں ہوتی تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح

شام کے سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سارا مال بک گیا اور مال میں بہت نفع ہوا، اور بہت عمدہ سامان خرید کر لائے اور بہت ایمان داری سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ایک ایک پائی کا حساب سمجھایا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے غلام میسرہ سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعریفیں اور سفر کے حالات سنے تو یقین کرلیا کہ یہ ہونہار جوان بہت بڑے رتبے کے آدمی ہوں گے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے شادی کا پیام بھیجا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے منظور فرمالیا، بس حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شادی ہوگئی۔ جب شادی ہوئی تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر شریف پچیس برس کی تھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا چالیس برس کی تھیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بہت محبت تھی اور وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بہت محبت کرتی تھیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دو صاحب زادے (لڑکے) اور چار صاحب زادیاں (لڑکیاں) پیدا ہوئیں۔

لڑکوں کے نام یہ ہیں:

(۱) حضرت قاسم رضی اللہ عنہ۔ (۲) حضرت طاہر رضی اللہ عنہ۔

لڑکیوں کے نام یہ ہیں:

① حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا۔ ② حضرت زینب رضی اللہ عنہا۔
③ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا۔ ④ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا۔

حضرت قاسم اور حضرت طاہر رضی اللہ عنہما کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔ ان دونوں کے علاوہ دوسری بی بی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک اور صاحب زادے تھے، جن کا نام حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ تھا، ان کا بھی بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔

سوالات

① حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کون تھیں؟
② مکہ کے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کس نام سے یاد کرتے تھے؟
③ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا بات چیت ہوئی؟
④ میسرہ کون تھے؟
⑤ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے میسرہ کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیوں بھیجا تھا؟
⑥ نکاح کے وقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر کیا تھی؟
⑦ نکاح کے وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر کیا تھی؟
⑧ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کتنے صاحب زادے پیدا ہوئے؟ اور صاحب زادیاں کتنی تھیں؟ سب کے نام بتاؤ۔

نبوت اور وحی

مکہ کے قریب ایک پہاڑ ہے،اُس پہاڑ میں ایک غار ہے،اس غار کا نام ''حرا'' ہے،غارِ حرا میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جایا کرتے تھے،ایک دن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غارِ حرا میں اللہ تعالیٰ کا دھیان جمائے بیٹھے تھے،حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا: پڑھو۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں پڑھنا نہیں جانتا۔

فرشتے نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زور سے دبایا اور کہا: پڑھو۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں پڑھنا نہیں جانتا۔

فرشتے نے دوسری مرتبہ زور سے دبایا اور پھر کہا: پڑھو۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اب بھی یہی جواب دیا: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔تیسری مرتبہ فرشتے نے پھر زور سے دبایا اور کہا: پڑھو!

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝١ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝٢ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝٣ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝٤ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝٥

ترجمہ: (اے نبی!) اپنے رب کا نام لے کر (قرآن) پڑھو،جس نے (سب کچھ) پیدا کیا ﴿۱﴾ جس (رب) نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا ﴿۲﴾ (اے نبی!) تم پڑھو اور تمھارے رب سب سے زیادہ کرم والے ہیں ﴿۳﴾ جس نے قلم کے ذریعہ تعلیم دی ﴿۴﴾ اس (رب) نے

انسان کو وہ باتیں سکھائیں جن کو وہ جانتا نہیں تھا ﴿۵﴾

حضرت جبریل علیہ السلام نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآنِ پاک کی یہ آیات سنائی، اب کی بار ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوراً پڑھنے لگے۔

آج سے ہمارے حضرت نبی ہو گئے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

غارِ حرا میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ دیکھا وہ نیا واقعہ تھا، چالیس برس کی عمر میں پہلا واقعہ تھا، آپ مکان پر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل کانپ رہا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: میرے اوپر چادر ڈال دو۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لحاف ڈالا۔ تھوڑی دیر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل قابو میں آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا قصہ سنایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اچھے اخلاق اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اچھی عادتیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیکی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عقلمندی، اچھی بات کی حمایت، اللہ کی مخلوق کی خدمت، کمزوروں کی امداد، مصیبت زدہ انسانوں کی ہمدردی جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر وقت کا کام تھا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اس کو رات دن اپنی آنکھوں سے دیکھتی تھیں، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو یقین ہو گیا کہ یہ جو کچھ ہوا اللہ کی طرف سے خاص انعام ہے، کوئی شیطان کا کام نہیں ہے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطمینان دلایا کہ: آپ

گھبرائیے نہیں، آپ پریشان نہ ہوں، اللہ کی مدد آپ کے ساتھ ہے۔

مکہ معظّمہ میں ایک نیک آدمی تھے، جو بہت کتابیں پڑھے ہوئے تھے، ان کا نام ''وَرَقہ'' تھا، ان کے پاس حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا گئیں، اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساتھ لے گئیں، ان سے یہ تمام باتیں کہیں۔

ورقہ نے بتایا کہ: یہ نبوّت کی باتیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت دی ہے، آپ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں، اللہ پاک آپ کی مدد کریں گے۔

سب سے پہلے مسلمان

آج حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بہت خوش تھیں اور خدا کا شکر ادا کررہی تھیں اور بار بار کہہ رہی تھیں کہ: آپ سچے نبی ہیں اور میں سب سے پہلے آپ کی ماننے والی ہوں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت پُرانے جگری دوست تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پُرانے رازدار تھے، انھوں نے یہ باتیں سنیں تو وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کرنے والی حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا جنھوں نے بچپن میں حضرت کی خدمت کی تھی انھوں نے بھی ایمان قبول کیا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ جو پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے انھیں ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دے دیا تھا، وہ بھی ہمارے

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئے۔

چچا ابوطالب کے بیٹے حضرت علی رضی اللہ عنہ جن کی عمر دس سال تھی، جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے، ان کو خبر لگی تو انھوں نے بھی کہا: میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی مانتا ہوں۔

اس طرح بڑے مردوں میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عورتوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور بچوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور غلاموں میں حضرت زید رضی اللہ عنہ، باندیوں میں حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سب سے پہلے ایمان لائے۔

سوالات

① نبوت ملنے کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہاں تھے؟

② سب سے پہلے کون سی آیات نازل ہوئیں؟

③ اس فرشتے کا کیا نام تھا جو غارِ حرا میں آیا تھا؟

④ ورقہ کون تھے؟ اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو کیا پیشین گوئی کی؟

⑤ مردوں میں اور عورتوں میں سب سے پہلے کون مسلمان ہوا؟

⑥ حضرت علی رضی اللہ عنہ کون تھے؟ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کون تھے؟

⑦ کونسے غلام سب سے پہلے مسلمان ہوئے؟

⑧ امِ ایمن رضی اللہ عنہا کون تھیں؟

اسلام کا سب سے پہلا سبق اور تبلیغ

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو آیتیں سب سے پہلے نازل ہوئیں ان میں یہ بتایا گیا کہ: یہ مانو کہ اللہ تعالیٰ ہیں اور تمام مخلوق کو پیدا کرنے والے اللہ تعالیٰ ہیں، انسان کو پیدا کرنے والے اللہ تعالیٰ ہیں، انسان میں جو کچھ طاقتیں ہیں ان کو دینے والے اللہ تعالیٰ ہیں۔

اسلام کا پہلا سبق یہ ہے کہ: اللہ تعالیٰ کو مانو، اور ایک مانو، اللہ تعالیٰ کے رسول کو مانو، اللہ تعالیٰ کی کتاب کو مانو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ پہلا سبق لوگوں کو سمجھانا شروع کیا۔ وہ پانچ آدمی جو سب سے پہلے مسلمان ہیں، انھوں نے اپنے دوسرے ساتھیوں کو بھی سمجھانا شروع کیا۔

خیر خواہی یہی ہے کہ جو اچھی چیز آپ کے پاس ہو وہ دوسروں کو بھی دو، جو اچھی بات تمھیں معلوم ہو وہ دوسروں کو بھی بتاؤ۔

اس طرح سب سے پہلے اسلام لانے والوں کے خاص خاص دوست بھی اسلام لاتے رہے؛ یعنی یہ مانتے رہے کہ پیدا کرنے والے اللہ تعالیٰ ہیں، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں، جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتاتے ہیں سب سچ ہے۔ اس طرح دو سال تک چُپکے چُپکے یہ سلسلہ چلتا رہا۔

پیارے بچو! اسلام کا یہ پہلا سبق خوب یاد رکھو اور یہ سبق اللہ تعالیٰ

کے بندوں کو سناؤ۔

پہاڑی کا وعظ اور ''لا الٰہ اِلاَّ اللہ'' کی تعلیم

تقریباً دو سال بعد اللہ تعالیٰ کا حکم نازل ہوا کہ: اپنے خاندان کے لوگوں کو سمجھاؤ کہ: اللہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اس کے سوا کسی کی پوجا نہیں، اللہ کے سوا کسی دوسرے کی پوجا کرنا شرک ہے، شرک حرام ہے، شرک سب سے بڑا گناہ ہے۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفا پہاڑی پر چڑھے، یہ چھوٹی سی پہاڑی کعبہ کے سامنے ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر چڑھ کر اپنے خاندان کے آدمیوں کو پکارا، جب سب آدمی جمع ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر میں یہ کہوں کہ:

اِس پہاڑ کے پیچھے ایک فوج ہے جو ابھی ابھی تم پر حملہ کرنے والی ہے تو تم سچ جانو گے یا جھوٹ؟

سب بولے سچ جانیں گے؛ کیوں کہ آپ سچے ہیں، ہم نے آپ کو ہمیشہ سچ ہی بولتے دیکھا ہے۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

دیکھو! میں تم کو اللہ کے غضب سے ڈراتا ہوں، میں سچ کہتا ہوں کہ: اللہ ایک ہیں، ان کا کوئی شریک نہیں، میں ان کا نبی ہوں، تم بھی مان لو،

بتوں کی پوجا چھوڑ دو، ایک اللہ کی عبادت کرو۔
خاندان کے لوگوں نے یہ باتیں سنیں تو ناراض ہو گئے۔ وہ لوگ بہت سی مورتیوں کی پوجا کیا کرتے تھے۔ ناراض ہو کر ہمارے نبی ﷺ کو ستانا شروع کیا، ہمارے نبی ﷺ کے اچھے ساتھیوں کو ستانا شروع کیا۔
ہمارے نبی ﷺ کے ایک چچا کا نام ابولہب تھا، وہ زور سے چلایا، اس نے کہا: **محمد** تیرا ناس ہو (مَعَاذَ اللّٰہِ) تو نے اسی واسطے ہمیں بلایا تھا۔
لیکن اللہ تعالیٰ کے قہر نے پکارا: ﴿تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ﴾ یعنی ابولہب تیرا ہی ناس ہو۔

اللہ کے راستے میں تکلیفیں اور مصیبتیں

پہاڑی کا وعظ ایک سچی پکار تھی، سچوں نے اس کی قدر کی؛ لیکن جو لوگ جھوٹے دیوتاؤں کے پجاری تھے وہ سب ہمارے نبی ﷺ کے اور آپ ﷺ کے تھوڑے سے ساتھیوں کے دشمن ہو گئے، سارا عرب مخالف ہو گیا، مکہ کا بچہ بچہ دشمن ہو گیا، سب خون کے پیاسے ہو گئے، ہمارے نبی ﷺ اور ہمارے نبی ﷺ کے ساتھیوں کو قسم قسم کی تکلیفیں پہنچانے لگے۔
ہمارے نبی ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھاتے تھے اور خوش ہوتے تھے، پتھروں سے مارتے تھے اور ہنستے تھے۔
ہمارے نبی ﷺ کے ساتھیوں کو رسّی سے باندھتے تھے، رسّی سے

باندھ کر سخت تپتی ہوئی پتھریلی زمین پر کھینچتے اور گھسیٹتے تھے۔

گرم گرم ریت پر لٹا کر سینے پر گرم پتھر رکھتے تھے۔

قید کرتے تھے اور قید کر کے کھانا نہیں دیتے تھے۔

طرح طرح کے دکھ دیتے تھے اور خوش ہوتے تھے۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ان کے اچھے ساتھی طرح طرح کے دکھ سہتے تھے اور دکھ سہہ کر اللہ کی باتیں سب کو بتاتے تھے اور اللہ کی باتیں سب کو بتا کر خوش ہوتے تھے۔

سوالات

① ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پہاڑی پر کیا وعظ فرمایا؟

② جس پہاڑی پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وعظ فرمایا اس پہاڑی کا نام بتاؤ؟

③ بتاؤ! یہ پہاڑی کہاں ہے؟

④ اسلام کا پہلا سبق سناؤ؟

⑤ ابولہب کون تھا؟ اس نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کیا کہا؟

⑥ قرآن میں ابولہب کے بارے میں کون سی آیت نازل ہوئی سناؤ؟

⑦ اللہ کے راستے میں مسلمانوں نے جو تکالیف اور مصیبتیں اٹھائیں اس کو بیان فرمائیں؟

ہجرتِ حبشہ (Ethiopia)

جب مکہ میں مسلمان بہت دکھ اٹھا چکے تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تم نے بہت دکھ اُٹھائے، تم میں سے جس کا جی چاہے ''حبش'' چلا جائے۔ ''حبش'' عرب سے دور ایک ملک ہے۔

مسلمانوں میں سے جس کا جی چاہا وہ حبش چلا گیا۔ چنانچہ بہت سے مسلمان۔ جن میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صاحب زادی: حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حبش چلے گئے۔

دین اور ایمان کو بچانے کے خاطر ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا ہجرت کہلاتا ہے، یہ اسلام میں سب سے پہلی ہجرت تھی۔

مسلمان وہاں اطمینان سے رہنے لگے۔ جب مکہ کے مشرکین کو معلوم ہوا کہ مسلمان حبشہ میں اطمینان سے رہتے ہیں تو ان سے رہا نہ گیا اور بہت سے ہدیے اور تحفے لے کر حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ: ہمارے ملک کے کچھ لوگ آپ کے ملک میں آگئے ہیں، انھیں واپس کر دیں۔

مگر بادشاہ نجاشی نے مسلمانوں کو بلایا اور سوال کیا کہ: تم یہاں کیوں آئے ہو؟

بادشاہ نجاشی کے سامنے ایک صحابی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے ایک

تقریر کی، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا:

ہم بتوں کو پوجتے تھے۔

ہم مردار کھاتے تھے۔

ہم ایک دوسرے سے لڑتے تھے۔

ہم ایک دوسرے کو ستاتے تھے۔

ہم میں طاقت والا کمزور پر ظلم کرتا تھا۔

ہم بُرے تھے، ہمارے کام بُرے تھے۔

ہم میں اللہ نے ایک نبی پیدا فرمایا۔

اللہ نے بہت اچھا نبی پیدا کیا۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتوں کی پوجا سے چھڑایا۔

ایک دوسرے سے محبت کرنا سکھایا۔

نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا سکھایا۔

اللہ کے راستے میں خرچ کرنا بتایا۔

آپس میں مل کر رہنا بتایا۔

بادشاہ نجاشی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی تقریر سن کر بہت خوش ہوا، بادشاہ نجاشی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی تقریر سن کر مسلمان ہو گیا، اور مکہ کے کافروں کی بات بادشاہ نے نہ مانی، مکہ کے کافر اپنے مقصد میں ناکام ہو کر مکہ واپس لوٹ آئے۔

لالچ دے کر باز رکھنے کی کوشش

کافروں نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لالچ دے کر تبلیغ سے باز رکھنے کی ناکام کوشش کی؛ چنانچہ قریش کی طرف سے مکہ معظّمہ کا مالدار سردار عتبہ بن ربیعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آیا اور نصیحت اور ہمدردی کے انداز میں کہا:

بھتیجے! آپ اتنے بڑے خاندان کے نوجوان ہیں، آپ سے بہت امیدیں تھیں؛ مگر آپ نے قوم میں پھوٹ ڈال دی اور سب کو پریشان کر دیا، آخر آپ کیا چاہتے ہو؟

اگر مال چاہتے ہو تو تم کو بہت سا مال دے دیں اور تم مال دار بن جاؤ۔ اگر حکومت کی خواہش ہے تو ہم تم کو بادشاہ بنالیں اور تم بادشاہ بن جاؤ۔ یا کسی بڑے گھرانے میں شادی کا شوق ہے تو اس کا بھی انتظام کر دیا جائے گا۔

اگر تم بیمار ہو اور تمھاری دماغی حالت درست نہیں ہے تو بھی بتادو، کسی اچھے حکیم سے تمھارا علاج کرادیا جائے گا؛ مگر تم ہمارے بتوں کو برا کہنا چھوڑ دو۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عتبہ کی باتیں غور سے سنیں اور جواب میں قرآنِ پاک کی چند آیات پڑھ کر سنادیں۔

عتبہ نے قرآن پہلی مرتبہ سنا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پڑھنا شروع کیا تو عتبہ پر سناٹا چھا گیا، وہ کمر پر ہاتھ رکھ کر حیرت سے سنتا رہا اور قرآنِ پاک

کی چند آیات ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سن کر ہکّا بکّا واپس لوٹا۔

قریش انتظار کر رہے تھے کہ عتبہ آئیں گے تو کوئی بات ان کے کام کی کہیں گے؛ لیکن عتبہ واپس ہوا تو کہنے لگا: محمد جو کلام پیش کرتے ہیں وہ شاعری نہیں ہے، کوئی اور چیز ہے، میری رائے ہے کہ تم ان کو اپنے حال پر چھوڑ دو، اگر وہ کامیاب ہو کر عرب پر غالب آ گئے تو تمھاری بھی عزت ہوگی؛ ورنہ عرب خود ان کو ختم کر دیں گے۔

لیکن قریش نے یہ رائے منظور نہیں کی۔

سوالات

① ہجرت کس کو کہتے ہیں؟

② مسلمانوں نے ہجرت کیوں کی؟

③ ہجرت کر کے مسلمان کس ملک میں چلے گئے؟

④ بادشاہ نجاشی کے سامنے کس نے تقریر کی؟

⑤ کافروں نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ سے روکنے کی کیا کوشش کی؟

⑥ کافروں کے اس سردار کا نام بتاؤ جس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں بھیجا گیا تھا؟

⑦ کافروں کے سردار کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کیا جواب دیا؟

مسلمانوں کا بائیکاٹ

قریش پریشان تھے کہ ہماری کوششیں ناکام ہیں اور مسلمان دن بدن بڑھ رہے ہیں۔آپ ﷺ کے نبی ہونے کے چھ سال بعد حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے تین دن بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا، اسی طرح آہستہ آہستہ مکہ کے بڑے بڑے لوگ حضور ﷺ کا ساتھ دینے اور اسلام قبول کرنے لگے تو دشمنوں کو بہت فکر ہوئی۔

آخر کار سب کافروں نے مل کر یہ طے کیا کہ حضور ﷺ کے پورے خاندان سے بات چیت بند کر دی جائے، نکاح، خرید و فروخت، مزدوری، نوکری، اور سارے تعلقات ختم کر دیے جائیں۔

ان سب مشرکین کا سردار ابوجہل تھا، اس نے ایک معاہدہ تیار کیا، جس پر تمام خاندانوں کے سردار نے دستخط کیے اور اس کو خانۂ کعبہ کے دروازے پر لٹکا دیا کہ جو شخص مسلمانوں کی ہمدردی کرے گا ہم اسے بھی الگ کر دیں گے اور اس کا بائیکاٹ کریں گے۔

حضور ﷺ نے اپنے پورے خاندان۔جس کے بہت سے افراد ابھی مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے۔اور سب مسلمانوں کے ساتھ مکہ سے باہر پہاڑوں کے بیچ میں ایک جگہ شعب ابی طالب میں جا کر قیام کیا۔

اس گھاٹی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھیوں کو کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں ملتی تھی، پہلے پہلے تو جو کچھ ساتھ لائے تھے کھاتے رہے، پھر کچھ بھی نہ رہا، مکہ سے جا کر کچھ نہیں لا سکتے تھے؛ کیوں کہ دشمنوں نے بائیکاٹ کر رکھا تھا اور کافروں کی یہ بھی کوشش ہوتی تھی کہ مکہ کے باہر سے بھی یہ لوگ کوئی چیز نہ خرید سکیں۔

درختوں کی پتیاں اور سوکھے ہوئے چمڑے پکا پکا کر کھاتے تھے، لگاتار فاقوں نے ماؤں کا دودھ خشک کر دیا تھا، بچوں سے رہا نہیں جاتا تھا، وہ بھوک سے روتے تھے، ان کے رونے سے مشرک خوش ہوتے تھے۔

نبوت کے ساتویں سال محرم کی پہلی تاریخ سے یہ معاہدہ شروع ہوا تھا جو تقریباً تین سال تک رہا، تین سال بعد ایک کرشمہ سامنے آیا: ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے چچا ابو طالب کو خبر دی کہ کیڑوں نے معاہدہ کے تمام حروف چاٹ لیے ہیں، صرف اللہ کا نام باقی رہ گیا ہے۔

خواجہ ابو طالب نے جب یہ خبر سنی تو قریش کے سرداروں کے پاس پہنچے کہ آج ہمارا اور تمھارا معاملہ طے ہے، محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ خبر دی ہے، یہ خبر اگر جھوٹی ہے تو میں تمھارے ساتھ ہوں اور اگر یہ خبر سچی ہے تو جب معاہدہ ہی نہیں رہا تو پابندی کیسی؟

قریش کے سرداروں نے یہ فیصلہ منظور کر لیا، ان کو یقین تھا کہ

جیت ہماری ہوگی؛ مگر خزانہ کھول کر جب دستاویز نکالے گئے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ فرمایا تھا وہ بالکل درست نکلا اور فیصلہ کے مطابق بائیکاٹ ختم ہوگیا، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے خاندان اور مسلمانوں کے ساتھ گھاٹی سے نکل کر مکہ واپس آ گئے۔

غم کا سال ۱۰ نبوی

شعبِ ابی طالب سے واپس مکہ آنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو صدمے پہنچے، پہلے تو چچا ابو طالب کا انتقال ہوا، پھر تین دن بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفادار بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اللہ کو پیاری ہوئیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا عورتوں میں سب سے پہلے اسلام لائیں اور اسلام پر اپنا سب کچھ قربان کیا، ساری دولت اسلام اور مسلمانوں پر خرچ کر کے غریبی کو دولت سمجھا اور اللہ کی راہ میں ہر مصیبت کو راحت جانا، ان کی وفات سے گھر کا بندھن ٹوٹ گیا، کنواری بچیوں کی پریشانی سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پریشانی اور بڑھ گئی۔

چچا ابوطالب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت محبت کرتے تھے، شعبِ ابی طالب میں رات کو خود جاگ کر نگرانی کرتے تھے، چچا ابو طالب وہ عاشق تھے جنھوں نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت میں ساری مصیبتیں جھیلیں، ابوطالب مکہ کے بزرگ آدمی تھے، مکہ والے ان کا ادب بھی

کرتے تھے، ان ہی کے ڈر کی وجہ سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دشمن کچھ نہیں کہہ سکتے تھے؛ ورنہ کئی مرتبہ انھوں نے چاہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کر ڈالیں؛ لیکن جناب ابوطالب کی وجہ سے کسی کی ہمت نہ پڑی، ویسے تو اللہ تعالیٰ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کرنے والے تھے۔

چچا ابوطالب کے انتقال کے بعد کافر کھلّم کھلاّ تکلیفیں دینے لگے اور سب سے بڑی مصیبت یہ تھی کہ بڑے بڑے دشمن جو دن رات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ستانے میں لگے تھے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آس پاس ہی رہتے تھے، باہر کا چین تو پہلے ہی ختم ہو گیا تھا، اب اندر کی فکر بھی بڑھ گئی، پریشانیوں نے سب طرف سے گھیر لیا؛ اس لیے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سال کا نام عام الحزن؛ یعنی غم کا سال رکھا۔

یاد رکھو!

چچا ابوطالب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عمر میں پینتیس (۳۵) سال اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پندرہ (۱۵) سال بڑی تھیں۔

چچا ابوطالب اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے وقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف پچاس (۵۰) سال تھی۔

وفات کے وقت چچا ابوطالب کی عمر پچاسی (۸۵) سال تھی۔

نبوت کے دسویں سال ۷/ یا ۱۰/ رمضان المبارک کو حضرت

خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔ وفات کے وقت ان کی عمر ۶۵ سال تھی۔

گھر کے انتظام کے لیے دوسرا نکاح

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی چار لڑکیاں تھیں: حضرت زینب رضی اللہ عنہا جن کا نکاح حضرت ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا جن کی شادی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہو چکی تھی۔ دو صاحب زادیاں حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کنواری تھیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد کچھ دنوں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود ہی گھر کے کاموں اور دونوں بچیوں کی دیکھ بھال کرتے رہے؛ لیکن اس طرح تبلیغ کے کام میں حرج ہوتا تھا؛ لہٰذا گھر کے کام سنبھالنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرلیا جو بڑی عمر کی بیوہ عورت تھیں، طبیعت سے بہت نیک اور شریف عورت تھیں اور مسلمان ہوچکی تھیں۔

طائف کا تبلیغی سفر

مکہ معظّمہ سے کچھ دور ایک شہر ہے۔ جو پہاڑ کی اونچائی پر آباد ہے، آب و ہوا خوشگوار، چشموں کا میٹھا پانی، ہر قسم کے پھل اور ترکاریاں، نہایت ہرا بھرا۔ جس کو طائف کہتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مکہ والوں کی حالت دیکھ کر ارادہ فرمایا کہ طائف

جا کر وہاں کے سرداروں کو دینِ حق کی دعوت دیں اور اللہ کا پیغام پہنچائیں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہاں تشریف لے گئے اور اللہ کا پیغام لوگوں کو سنایا۔

مگر افسوس کہ کسی نے اس کو قبول نہیں کیا اور شرارت یہ کی کہ آوارہ بازاری لڑکوں کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیچھے لگا دیا، ان بدمعاشوں نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سب طرف سے گھیر لیا اور اینٹیں اور پتھر برسانے شروع کر دیے؛ یہاں تک کہ جسمِ مبارک لہولہان ہوگیا، جوتیاں خون میں رنگ گئیں۔

پھر اِس پر بس نہیں کیا؛ بلکہ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم درد اور تکلیف کی وجہ سے بیٹھ جاتے تو یہ اوباش ہاتھ پکڑ کر اٹھا دیتے تھے اور پتھر پر پتھر مارتے جاتے تھے، گالیاں دیتے تھے، تالیاں بجاتے تھے، آخر کار آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک باغ میں جا کر پناہ لی۔

اُس باغ کا مالک کافر تھا جس کا نام عتبہ بن ربیعہ تھا؛ مگر طبیعت میں کچھ شرافت تھی، اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ حالت دیکھی تو اپنے غلام کے ہاتھ انگور کا ایک خوشہ بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کا شکریہ ادا کیا۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اس سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ تھے، وہ بھی زخمی تھے؛ لیکن وہ اپنا غم بھول کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسمِ مبارک سے خون صاف کرنے لگے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے درخواست کی کہ: یا رسول اللہ!

ان بدنصیبوں کے لیے بددعا کر دیجیے۔

ادھر پہاڑوں کا فرشتہ حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! اگر ارشاد ہو تو پہاڑوں کی چوٹیوں کو ملا کر ان تمام گستاخوں کو چکنا چور کر دیا جائے۔

لیکن جن کو اللہ تعالیٰ نے **رحمۃ للعالمین** بنا کر بھیجا تھا وہ بددعا کیسے کر سکتے تھے!

آپ ﷺ نے فرمایا: میں بددعا کے لیے نہیں بھیجا گیا، میں رحمت کے لیے آیا ہوں، تباہی اور بربادی کے لیے نہیں آیا، ہوسکتا ہے کہ ان کی اولاد میں ایسے نیک بندے ہوں جو اللہ کے پیغام پر عمل کریں۔

آپ ﷺ اپنے رب کی طرف متوجہ ہوئے اور دعا کی:

اے اللہ! ان کو ہدایت عطا فرما، ان کی گستاخیوں کو معاف فرما، یہ نادان ہیں، جانتے نہیں ہیں۔

طائف کی ناکامی پر مکہ والوں کے حوصلے بلند ہو گئے اور ان کے بڑے بڑے سرداروں نے مل کر تہیہ کر لیا کہ جتنی تکالیف دی جا سکے وہ دیں؛ تاکہ یہ ہر طرف سے کمزور ہو کر ٹوٹ جائیں۔

معراج

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف اکیاون برس کچھ مہینے تھی کہ نبوت کے گیارھویں سال ایک رات ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت

ام ہانی رضی اللہ عنہا کے مکان میں آرام فرما رہے تھے، حضرت جبریل علیہ السلام نے آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جگایا اور معراج کی خوش خبری سنائی۔

پھر ایک تیز رفتار سواری پر۔ جس کا نام براق تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ و سلم کو سوار کر کے اول بیت المقدس لے گئے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام نبیوں سے ملاقات فرمائی، پھر وہاں سے تمام آسمانوں کو پار کرتے ہوئے اور دوزخ و جنت کے عجائبات دیکھتے ہوئے اللہ رب العالمین کے دربارِ عالی میں پہونچے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ کلام کا شرف بخشا اور اسی رات میں امت پر نماز فرض ہوئی، پھر اسی سواری پر سوار ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے اور یہ سب چند ہی منٹ میں ہو گیا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کو معراج کا حال سنایا تو کافروں نے خوب مزاق اڑایا کہ: محمد کو دیکھو! یہ آسمان پر گئے تھے، انھوں نے دوزخ اور جنت کو دیکھا، بیت المقدس کی سیر کی، واہ! یہ ایک منٹ میں سب کچھ دیکھ کر آئے۔

بعض سمجھ دار آدمیوں نے واقعہ کی تصدیق کے لیے بیت المقدس اور اس کے راستوں کے متعلق مختلف سوالات کیے جس کا جواب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل ٹھیک ٹھیک دے دیا، تب وہ خاموش ہو گئے؛

لیکن اِس پر بھی۔جن کے دل میں ٹیڑھا پن تھا۔وہ کہنے لگے کہ: یہ جادو ہے اور بعض خاموش ہو گئے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے معراج کے تمام واقعات سن کر اس کی تصدیق کی اور ہر بات کے صحیح ہونے کا اقرار کیا، اِس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو "صدیق" کا لقب عطا فرمایا۔

سوالات

(۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کب اسلام لائے؟
(۲) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کب اسلام لائے؟
(۳) مسلمانوں کے ساتھ کتنے سال بائیکاٹ رہا؟ اور کیسے ختم ہوا؟
(۴) غم کا سال کونسا سال ہے؟
(۵) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال کب ہوا؟
(۶) ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوسرا نکاح کس کے ساتھ ہوا؟ اور کب ہوا؟
(۷) حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح کس کے ساتھ ہوا تھا؟
(۸) حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کس کے ساتھ ہوا تھا؟
(۹) طائف کے سفر میں آپ کے ساتھ کون تھے؟
(۱۰) معراج کا واقعہ کب پیش آیا؟

چوتھا باب

آداب واخلاق

ماں باپ کی خدمت

ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اوران کا ہر حکم اور ہر بات ماننا بڑی خوش قسمتی کی بات ہے۔ہمارے اوپر سب سے زیادہ احسان ماں باپ ہی کے ہیں؛اس لیے اللہ کے بعد سب سے زیادہ حق بھی ماں باپ کے ہیں۔

اللہ پاک نے قرآن میں فرمایا ہے:

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو، بے ادبی کی کوئی بات ان کے سامنے مت کرو،ان کو سخت جواب مت دو۔

مطلب یہ ہے کہ سب سے پہلا حق تو اللہ کا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت مت کرو،اس کے بعد ماں باپ کا حق ہے،ان کا ادب کرو،ان کی خدمت کرو،ان کی شان میں کوئی گستاخی نہ کرو، ہر وقت ان کے مرتبے کا لحاظ رکھو،ان کے لیے دعا بھی کرتے رہو:

﴿رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْراً﴾

اے اللہ! جس طرح انھوں نے مجھے چھوٹے پن میں پالا، اس طرح آپ بھی ان پر رحمت اور شفقت فرمایئے۔

ہمیشہ ماں باپ کو خوش کرنے کی کوشش کرو،ان کی مرضی اور مزاج

مناجات

نفس کے شر سے مجھ کو بچالے، اے میرے اللہ! اے میرے اللہ!
پنجۂ غم سے مجھ کو چھڑا لے ، اے میرے اللہ! اے میرے اللہ!
سن میرے نالے، سن میرے نالے، اے میرے اللہ! اے میرے اللہ!
اپنا بنالے ، اپنا بنالے ، اے میرے اللہ! اے میرے اللہ!
شغل میرا بس تو الٰہی! شام وسحر ہو، اللہ اللہ
لیٹے بیٹھے، چلتے پھرتے، آٹھ پہر ہو، اللہ اللہ
اپنی رضا میں مجھے کو مٹا دے، اے میرے اللہ! اے میرے اللہ!
کر دے فنا سب میرے ارادے، اے میرے اللہ! اے میرے اللہ!
جسم میں محبت اپنی پلا دے، اے میرے اللہ! اے میرے اللہ!
دل میں میرے یاد اپنی رچا دے، اے میرے اللہ! اے میرے اللہ!
شغل میرا بس تو الٰہی! شام وسحر ہو، اللہ اللہ
لیٹے بیٹھے، چلتے پھرتے، آٹھ پہر ہو، اللہ اللہ

اللہ تعالیٰ کے نزدیک والدین کا اتنا مقام ہے کہ فرماں بردار بچہ اپنے والدین کو محبت کی نگاہ سے دیکھے تو اس پر اس کو مقبول حج کا ثواب ملتا ہے۔ (کنز العمال کتاب النکاح)

ماں باپ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہیں اور ہر نعمت کے حقوق ہیں، ماں باپ کے بھی ہم پر بہت سے حقوق ہیں۔

ماں باپ کے چند حقوق

① ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔
② ماں باپ کی خدمت کرنا۔
③ ہمیشہ خوش رکھنے کی کوشش کرنا۔
④ ماں باپ کے ساتھ محبت کرنا۔
⑤ ماں باپ کی بات ماننا۔
⑥ ماں باپ کے لیے دعا کرنا۔
⑦ ماں باپ کا ادب واحترام کرنا۔

ماں باپ کو نام لے کر پکارنا، بلاضرورت ان سے آگے چلنا اور ان سے پہلے بیٹھنا بھی بے ادبی ہے۔

⑧ اگر کوئی بات بُری لگے تو اُف بھی نہ کہیں اور اونچی آواز میں ہرگز بات نہ کریں۔

ماں باپ کے انتقال کے بعد ان کے حقوق

① ان کے لیے دعائے مغفرت ورحمت کرتا رہے۔
② نوافل اور مالی صدقات کا ثواب ان کو پہنچاتا رہے۔
③ ان کے ملنے والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔
④ ماں باپ کے ذمے قرضہ ہو اس کو ادا کرے۔
⑤ کبھی کبھی ان کی قبر کی زیارت کرے۔

یاد رکھو!

دادا، دادی، نانا، نانی ہمارے ماں باپ کی طرح ہیں؛ لہذا ماں باپ کے حقوق کی طرح ان کے بھی حقوق ہیں۔

سچ اور جھوٹ

اللہ کا حکم ہے کہ: ہمیشہ سچ بولو۔ جھوٹ سے بچو۔ سچ بولنے سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتے ہیں اور جھوٹ سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں۔

اللہ پاک نے قرآن میں فرمایا:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! ہر موقع پر اللہ سے ڈرتے رہو اور ٹھیک بات کہو۔

سچ بولنا ٹھیک بات ہے اور جھوٹ بولنا غلط اور حرام ہے۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلصِّدْقُ يُنْجِيْ وَالْكِذْبُ يُهْلِكْ .

سچ آدمی کو نیکی کی طرف لے جاتا ہے، نیکی جنت کا راستہ دکھاتی ہے، جھوٹ آدمی کو برائی کی طرف لے جاتا ہے اور برائی جہنم میں پہنچاتی ہے۔

صبح جلدی اٹھنا

حسن آج دیر سے مدرسہ پہنچا۔

کلاس میں داخل ہوتے ہی اس نے "السلام علیکم" کہا۔

استاذ اور بچوں نے "وعلیکم السلام" کہہ کر جواب دیا۔

استاذ نے پوچھا: حسن! آج آپ دیر سے کیوں آئے ہیں؟

حسن نے سچ بولتے ہوئے کہا: جناب! میں صبح جلدی نہیں اٹھ سکا؛ اس لیے دیر ہوگئی۔

استاذ: کیا آپ رات جلدی سوئے تھے؟

حسن: نہیں! میں رات دیر سے سویا تھا۔

استاذ: حسن بیٹا! اللہ تعالیٰ نے رات آرام کے لیے بنائی ہے، رات کو جلدی سو یا کریں؛ تاکہ صبح جلدی اٹھ سکیں، اللہ کی ساری مخلوق صبح سویرے

اٹھ جاتی ہے،ہمیں بھی چاہیے کہ ہم صبح سویرے اٹھیں۔

صبح جلدی اٹھنا بہت اچھی عادت ہے،جلدی اٹھنے سے صحت اچھی رہتی ہے،اچھے بچے جلدی سوجاتے ہیں،صبح سویرے اٹھ جاتے ہیں،صبح اٹھنے کی دعا اور کلمہ پڑھتے ہیں اور وضو کرکے نماز پڑھتے ہیں،نہادھوکر مدرسہ کے لیے تیار ہوتے ہیں اور وقت پر مدرسہ پہنچ جاتے ہیں۔

حسن نے اپنے استاذ سے وعدہ کیا کہ: ان شاء اللہ! اب وہ جلدی سویا کرے گا اور جلدی اٹھا کرے گا۔

استاذ نے اسے شاباشی دی۔

حسن بھائی کی بات سے ہم نے سیکھا:

ہم رات کو جلدی سوئیں گے۔

صبح جلدی اٹھا کریں گے۔

ہمیشہ سچ بولیں گے۔

سوالات

① اچھے بچے کب اٹھتے ہیں؟

② اللہ تعالیٰ نے رات کس لیے بنائی ہے؟

③ صبح اٹھنے کے بعد سب سے پہلے کون سا کام کرنا چاہیے؟

مخلوق کی خدمت

مخلوق کی خدمت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی ساری مخلوق سے ہمدردی رکھو، ہر ایک چھوٹے بڑے، اچھے بُرے، کمزور اور طاقت والے سب کا درد اور سب کی خیرخواہی کا جذبہ دل میں رکھو۔

استاذ کی خدمت یہ ہے کہ وہ پوری محنت و محبت اور شفقت کے ساتھ پڑھنے والے بچوں کی تربیت کرے۔

ایک تاجر کی خدمت یہ ہے کہ وہ اپنے نفع سے زیادہ گاہک کے نفع کا خیال رکھے، اچھا مال لائے اور کم سے کم نفع لگا کر بیچے، ٹھیک تولے، ٹھیک ناپے، چوری اور خیانت نہ کرے۔

کاشت کار سب سے اچھا مخلوق کا خادم ہے، وہ غلہ اگانے کے لیے محنت کرتا ہے جس پر زندگی کا مدار ہے۔

کاشت کار کا فرض ہے کہ: جو کچھ پیداوار ہو اس کو بازار میں پہنچائے، مہنگائی کے انتظار اور زیادہ نفع کی لالچ میں پیداوار کو چھپانا اللہ کی مخلوق کے حق میں بہت بڑی خیانت ہے۔

ڈاکٹر اور حکیم کی خدمت یہ ہے کہ مریضوں کے ساتھ زیادہ سے زیادہ ہمدردی سے پیش آئے، اس کے دل میں زیادہ پیسے کمانے کی لالچ نہ ہو۔

پیاسوں کو پانی پلانا۔

بھوکوں کو کھانا کھلانا۔
راستہ چلنے والوں کو راستہ بتانا۔
راستے سے تکلیف دینے والی چیزوں کو ہٹا دینا؛ مثلاً اگر کوئی ایسی چیز پڑی ہوئی ہے جس سے پھسل کر گر جانے کا اندیشہ ہے، جیسے کیلے کا چھلکا، تو اس کو ہٹا دینا۔
بیماروں کی تیمارداری اور دوا کا انتظام کر دینا۔
کمزور آدمیوں کا کام کاج کرنا۔
یہ سب خدمتِ خلق ہے، ان میں سے ہر ایک کا بہت ثواب ہے۔
ہمارا فرض ہے کہ ہم اللہ کی مخلوق پر مہربانی کریں۔
ساری مخلوق پر رحم کرنا ہر ایک مسلمان کا کام ہے۔

حدیث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ساری مخلوق کو یہ سمجھو کہ پروردگار کے خاندان والے ہیں، سو سب سے زیادہ اللہ کو پیارا وہ ہے جو اس کی مخلوق پر زیادہ احسان کرے۔

بسم اللہ سے کام شروع کرو

''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم'' کو ''تسمیہ'' کہتے ہیں۔
اس کے معنی یہ ہیں: ''اللہ تعالیٰ ہی کے نام کی برکت حاصل کرتے ہوئے (میں پڑھتا ہوں) جن کی رحمت سب کے لیے ہے، جو بہت زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔''۔
حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:
جس کام کو ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم'' پڑھ کر شروع نہ کیا جائے اس میں برکت نہیں ہوتی۔
ہم بھی ہر اچھے کام سے پہلے ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم'' پڑھ لیا کریں۔

بسم اللہ کے فائدے

تسمیہ پڑھنے کے چند فائدے یہ ہیں:
اللہ تعالیٰ اس کام کو آسان فرما دیتے ہیں۔
اس کام میں اللہ تعالیٰ کی مدد شامل ہو جاتی ہے۔
آدمی ہر قسم کے نقصان سے بچ جاتا ہے۔

سلام کرنے کے آداب

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے کہ:
جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے ملے تو سب سے پہلے اسے ''السلام علیکم'' کہے۔
اس کا مطلب ہے ''تم پر سلامتی ہو''۔
جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو سلام کہتا ہے اسے دس نیکی ملتی ہیں۔
''وَرَحْمَةُ اللّٰهِ'' بڑھانے سے بیس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے، ''وَرَحْمَةُ اللّٰهِ'' کے ساتھ ''وَبَرَكَاتُه'' بڑھا دیں تو تیس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔
ثواب کے علاوہ سلام کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ آپسی دشمنی دور ہوتی ہے اور محبت بڑھتی ہے۔

پیارے بچو!

① جب آپ اپنے گھر یا کلاس میں داخل ہوں تو سب سے پہلے ''السلام علیکم'' کہیں۔
② آپ کے گھر مہمان آئیں تو ان کو ملنے سے پہلے سلام کریں۔
③ چھوٹے، بڑوں کو سلام کریں۔
④ جو آدمی کھڑا ہے وہ بیٹھے ہوئے کو سلام کریں۔
⑤ کسی سواری پر بیٹھا ہوا شخص پیدل چلنے والے کو سلام کریں۔

٦ ہر ایک کو سلام کریں؛ خواہ اس کو پہچانتے ہوں یا نہ پہچانتے ہوں۔
٧ اگر کسی شخص نے پہلے سلام کرلیا تو ہمارے لیے جواب دینا واجب ہوجاتا ہے۔
٨ کئی آدمی ہوں تو ایک شخص کا سلام کرلینا اور ایک شخص کا جواب دے دینا سب کی طرف سے کافی ہے۔
٩ کوئی شخص کسی کا سلام پہنچائے تو اس کے جواب میں ''عَلَيْهِ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ'' کہیں۔

یاد رکھو!

سلام کرنا اچھی عادت ہے، اچھے بچے ہمیشہ دوسروں کو سلام کرنے میں پہل کرتے ہیں، جو پہلے سلام کرے گا وہی افضل ہے اور اسی کا درجہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑھا ہوا ہے۔ سب بچے مل کر پڑھیے:

خدا کے پاک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے بات کیا پیاری
کہ ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ'' کہو ملو جب بھی
سلامتی ہو سبھی پر ، خدا کی رحمت ہو
ہے کتنی اچھی دعا سب پر اس کی برکت ہو
بھلائی چاہنا سب کی یہی بھلائی ہے
یہی ہے سچی خوشی اور یہ بڑائی ہے

ماں کی شان

جب تو پیدا ہوا کتنا مجبور تھا	یہ جہاں تیرے سوچوں سے بھی دور تھا
ہاتھ پاؤں بھی تب تیرے اپنے نہ تھے	تیری آنکھوں میں دنیا کے سپنے نہ تھے
تجھ کو آتا تھا جو صرف رونا ہی تھا	دودھ پی کے تیرا کام سونا ہی تھا
تجھ کو چلنا سکھایا تھا ماں نے تیری	تجھ کو دل میں بسایا تھا ماں نے تیری
ماں کے سائے میں پروان چڑھنے لگا	وقت کے ساتھ قد تیرا بڑھنے لگا
دھیرے دھیرے تو تندرست جواں ہوگیا	تجھ پے سارا جہاں مہربان ہو گیا
زورِ بازو پے تو بات کرنے لگا	خود ہی سجنے لگا خود سنور نے لگا

....

قدر ماں باپ کی گو کوئی جان لے	اپنی جنت کو دنیا میں پہچان لے
اور لیتا رہے وہ بڑوں کی دعا	اس کے دونوں جہاں اس کا حامی خدا
یاد رکھنا تو ساغر کی اس بات کو	بھول جانا نہ رحمت کی برسات کو
بھول جانا نہ رحمت کی برسات کو	بھول جانا نہ رحمت کی برسات کو

مناجات

نفس کے شر سے مجھ کو بچالے، اے میرے اللہ! اے میرے اللہ!
پنجۂ غم سے مجھ کو چھڑالے ، اے میرے اللہ! اے میرے اللہ!
سن میرے نالے، سن میرے نالے، اے میرے اللہ! اے میرے اللہ!
اپنا بنالے ، اپنا بنالے ، اے میرے اللہ! اے میرے اللہ!
شغل میرا بس تو الٰہی! شام و سحر ہو، اللہ اللہ
لیٹے بیٹھے، چلتے پھرتے، آٹھ پہر ہو، اللہ اللہ
اپنی رضا میں مجھے کو مٹادے، اے میرے اللہ! اے میرے اللہ!
کردے فنا سب میرے ارادے، اے میرے اللہ! اے میرے اللہ!
جسم میں محبت اپنی پلادے، اے میرے اللہ! اے میرے اللہ!
دل میں میرے یاد اپنی رچادے، اے میرے اللہ! اے میرے اللہ!
شغل میرا بس تو الٰہی! شام و سحر ہو، اللہ اللہ
لیٹے بیٹھے، چلتے پھرتے، آٹھ پہر ہو، اللہ اللہ

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَام

تعلیم الدین

حصہ دوم

مکتب کے بچے، اسکول اور کالیج میں پڑھنے والے اور عام مسلمانوں کے لیے فائدہ کی کتاب

دینِ اسلام کی بنیادی اور ضروری باتیں سکھانے والی آسان کتاب

اسلامی عقائد | فقہ | سیرتِ پاک | آداب واخلاق



از

مولانا اسماعیل صاحب کاپودروی

مفتی محمود صاحب بارڈولی

ناشر

نورانی مکاتب

www.nooranimakatib.com

تفصیلات

نام کتاب	:	تعلیم الدین (دوسرا حصہ)
از	:	مولانا اسماعیل صاحب کاپودروی ومفتی محمود صاحب بارڈولی
ناشر	:	نورانی مکاتب
صفحات	:	104
طبعِ اول	:	صفر ۱۴۴۱ھ م اکتوبر ۲۰۱۹ء
طباعت	:	ہمدم پریس، مالیگاؤں 9890069488 9860448783 ©

ملنے کے پتے

مولانا یوسف صاحب بھانا، محمود نگر، ڈابھیل	9558174772
مدرسۃ گلشنِ خدیجۃ الکبریٰ، اون، سورت	9714814566 9898371086
دارالمکاتب کاپودرا	9712005458 9824289750

فہرستِ مضامین

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ ربِّ العالمین و الصلوۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد خاتم النبیین وعلیٰ اٰلہ وصحبہ وعلیٰ من تبعہم باحسان الیٰ یوم الدین.

مکتب ایک گلشن ہے، ایک دینی گہوارہ ہے، مکتب کے دو اہم بنیادی مقصد ہیں:

① مکتب میں قرآنِ مجید کی صحیح تعلیم دی جاتی ہے اور قرآنِ کریم کے الفاظ صحیح پڑھنا سکھایا جاتا ہے، قرآنِ کریم کی چند سورتیں زبانی یاد کرائی جاتی ہے۔

② مکتب دین کی بنیادی تعلیم کا مرکز ہے، مسلمانوں کو دین کی بنیادی ضروری معلومات مکتب میں پیش کی جاتی ہیں، ایک مسلمان کے لیے بنیادی طور پر جو چیزیں ضروری ہیں وہ مکتب میں سکھائی جاتی ہیں، اسی طرح ایک مسلمان کو جو چیزیں زبانی یاد ہونی چاہیے وہ بھی مکتب میں یاد کرائی جاتی ہیں، جس کے لیے حسبِ ذیل چیزیں مکتب کے نصاب میں ہونا بہت ضروری ہیں:

① اسلامی عقائد: جس میں دین کے بنیادی عقیدے ہوں، ایمانِ مجمل اور مفصل کی وضاحت ہو اور جن چیزوں سے عقائد خراب ہوتے ہیں اور کفر وشرک کا خطرہ ہو جاتا ہے ان چیزوں کو بھی بتانا ضروری ہے؛ تاکہ اس سے اپنے آپ کو بچایا جائے، صحیح عقائد کا ہونا یہ ایمان کی بنیاد ہے۔

② ضروری دینی مسائل۔

③ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین کی سیرتِ مبارکہ۔

④ محفوظات کا ایک نصاب، جن میں پانچ کلمے، ضروری مسنون دعائیں اور

دیگر ضروری باتیں زبانی یاد کرنا ہوتا ہے۔

نورانی مکاتب جو مکاتبِ قرآنیہ کا ایک حسین گلدستہ ہے، قرآن کی خدمت کرنے والے چند ٹرسٹوں کا ایک مجموعہ اور ادارہ ہے، دین و ایمان کی حفاظت کا ایک انقلابی کارنامہ انجام دینے والا نورانی مرکز ہے، ارتداد، جہالت، غربت و افلاس زدہ مسلمانوں کی ایمانی، دینی حفاظت کا ایک مستحکم قلعہ ہے، یہ سب اللہ کا فضل وکرم ہے۔

مکاتبِ قرآنیہ کے اوپر لکھے ہوئے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے نصاب کے طور پر حسبِ ذیل کتابیں اردو، گجراتی، انگریزی زبان میں آج تک بفضل اللہ تعالیٰ نورانی مکاتب اور دار المکاتب کے زیرِ سرپرستی تیار ہو کر شائع ہوئیں اور عالم میں پھیل گئیں، الحمد للہ علی ذلک۔

۱ بچوں کا تحفہ (اول، ثانی)۔
۲ بچوں کو پڑھانے کا طریقہ۔
۳ روضۃ الاطفال۔
۴ رہبرِ معاون۔
۵ مکاتب کے اہم امور۔
۶ معلم الاطفال۔
۷ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔
۸ گلدستۂ اطفال (تین حصے)۔
۹ تعلیمی نفسیات۔
۱۰ حفظ پڑھانے کا طریقہ۔

⑪ تحفۂ حفاظ۔

⑫ طریقۂ تعلیم الصبیان۔

⑬ پارۂ عم پڑھانے کا طریقہ۔

مکاتب کے اس نصاب کو چھوڑ کر دیگر مطبوعات اس کے علاوہ ہیں۔

پھر بھی بدلتے ہوئے حالات کے تقاضوں کے پیشِ نظر اوپر لکھے گئے مکاتب کے مقاصد میں سے دوسرے نمبر کے مقصد کی تکمیل کے لیے ایک جامع، آسان اور عام فہم نصاب کے ضرورت کی تکمیل کے لیے یہ چند کتابیں تیار کی گئیں:

① محفوظات کا آسان نصاب۔

② تعلیم الدین (پہلا حصہ)۔

③ تعلیم الدین (دوسرا حصہ)۔

④ تعلیم الدین (تیسرا حصہ)۔

⑤ تعلیم الدین (چوتھا حصہ)۔

⑥ تعلیم الدین (پانچواں حصہ)۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ ان تمام کتابوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، اپنی خوشنودی کا ذریعہ بنائے اور اوپر لکھے ہوئے مقاصدِ خیر کی تکمیل کا ذریعہ بنائے۔

ان کتابوں کی تالیف، ترتیب، تصحیح، تزیین، کمپوزنگ، طباعت و اشاعت میں بہت سارے حضرات نے حصہ لیا ہے، خاص کر:

① مجددِ مکاتب حضرت مولانا اسماعیل احمد لولات صاحب کا پودروی زید مجدہ، استاذِ حدیث: جامعہ قاسمیہ کھروڈ، رکنِ رکین: مجلسِ شوریٰ نورانی مکاتب،

سر پرست: دارالمکاتب کا پودرا۔

(۲) حضرت مولانا مفتی شکیل صاحب، استاذِ حدیث و ناظم: مدرسہ خدیجۃ الکبری، اون، سورت۔

(۳) حضرت مولانا مفتی توصیف صاحب ابن حاجی شکیل، استاذِ حدیث و ناظمِ حسابیات: مدرسہ خدیجۃ الکبری و گلشن احمد ٹرسٹ۔

(۴) حضرت مولانا عمران چانکی صاحب، صدر: ایکتا ایجوکیشن چیریٹیبل ٹرسٹ، پنچ محل، گودھرا، و معاونِ ناظم: شعبۂ نشر و اشاعت نورانی مکاتب۔

(۵) حضرت مولانا حافظ قاری عبدالعزیز حافظجی، ٹرسٹی: گلشنِ احمد ٹرسٹ سورت، و رکنِ مجلسِ شوریٰ: نورانی مکاتب۔

(۶) حضرت مولانا آصف صاحب سورتی، معاون: گلشنِ احمد ٹرسٹ سورت۔

اور دوسرے تمام ہی حضرات کو اللہ جزائے خیر عطا فرمائے اور اس سلسلے کو بے انتہا قبول فرمائے اور اس کے فیض کو صبحِ قیامت تک پورے عالم میں عام و تام فرمائے۔

اس نصاب میں اگر غلطی نظر آئے تو ضرور مطلع فرمائے، ان شاء اللہ! آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کر لی جائے گی اور اس نیک کام میں آپ بھی شامل ہوں گے۔

(حضرت مفتی) محمود (صاحب) بارڈولی (دامت برکاتہم)
استاذِ تفسیر و حدیث: جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل
یکے از بانیان و سر پرست: نورانی مکاتب
مؤرخہ: ۲۰؍ محرم ۱۴۴۱ھ، مطابق: ۲۰؍ ستمبر ۲۰۱۹ء

پہلا باب

عقائدِ اسلام

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَ مَلَائِکَتِہٖ وَ کُتُبِہٖ وَ رُسُلِہٖ وَ الْیَوْمِ الْآخِرِ وَ الْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَ شَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَ الْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ .

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱) اللہ تعالیٰ پر ایمان (اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ)

سوال: ایک مسلمان کو اللہ کے ساتھ کیا عقیدے رکھنے چاہیے؟

جواب: مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ:

اللہ تعالیٰ ایک ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی عبادت کے لائق ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر بات کو جانتے ہیں، کوئی چیز اللہ سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ بڑی قدرت اور بڑی طاقت والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہی سارے جہاں کے مالک ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہی جلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی مارتے ہیں؛ یعنی مخلوق کی زندگی اور موت اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے ہوتی ہے۔

زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے، فرشتے، آدمی، غرض سارے جہاں کو اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی تمام مخلوق کو روزی دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں اور نہ سوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ خود بخود ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ کو کسی نے پیدا نہیں کیا۔
نہ اللہ تعالیٰ کے ماں-باپ ہیں، نہ بیٹا-بیٹی، نہ بیوی، نہ کسی سے اللہ تعالیٰ کا رشتہ ہے، اللہ تعالیٰ ان تمام تعلقات سے پاک ہیں۔
سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں، اللہ تعالیٰ کسی کے محتاج نہیں، اللہ تعالیٰ کو کسی چیز کی حاجت نہیں ہے۔
اللہ تعالیٰ کلام کرتے ہیں؛ مگر زبان کے محتاج نہیں ہیں۔
اللہ تعالیٰ بغیر کان کے سنتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ تمام عیبوں سے پاک ہیں۔
اللہ تعالیٰ بے مثل ہیں، کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے مشابہ نہیں ہے۔
اللہ تعالیٰ مخلوق جیسے ہاتھ-پاؤں، ناک-کان اور شکل وصورت سے پاک ہیں۔
اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت کے لیے پیغمبر بھیجے کہ لوگوں کو سچا مذہب سکھائیں، اچھی باتیں بتائیں اور بُری باتوں سے بچائیں۔

سوال: کیا اللہ پاک کسی کے جسم میں اُتر جاتے ہیں؟

جواب: ہرگز نہیں۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کسی کے روپ میں آتے ہیں؟

جواب: اللہ پاک کسی کے بھی روپ میں نہیں آتے۔

سوال: اَوْتار کا کیا مطلب ہے اور ایسا عقیدہ رکھنا کیسا ہے؟

جواب: اوتار کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی کسی جسم میں داخل ہو کر یا کسی کی شکل میں اصلاح کی غرض سے دنیا میں آتے ہیں؛ مگر مسلمانوں کے لیے ایسا عقیدہ رکھنا بالکل درست نہیں ہے۔

(۲) ملائکہ پر ایمان (وَ مَلَائِکَتِہٖ)

سوال: فرشتے کون ہیں؟

جواب: فرشتے اللہ تعالیٰ کی ایک نورانی مخلوق ہیں، ہماری نظروں سے غائب ہیں، نہ مرد ہیں نہ عورت، خدا کی نافرمانی اور گناہ نہیں کرتے، خدا تعالیٰ نے جن کاموں پر مقرر فرما دیا انہی میں لگے رہتے ہیں۔

سوال: فرشتے کتنے ہیں؟

جواب: فرشتے بے شمار ہیں، ان کی تعداد اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں، ان میں سے چند فرشتے مشہور اور مقرب ہیں۔

سوال: مشہور فرشتے کتنے ہیں؟

جواب: مشہور فرشتے چار ہیں۔

سوال: مشہور و مقرب فرشتوں کے نام بتاؤ؟

جواب: مشہور و مقرب فرشتوں کے نام یہ ہیں:

① حضرت جبریل علیہ السلام۔ ② حضرت میکائیل علیہ السلام۔

③ حضرت اسرافیل علیہ السلام۔ ④ حضرت عزرائیل علیہ السلام۔

سوال: چار مشہور فرشتوں کے کام بتاؤ؟

جواب: (۱) حضرت جبریل علیہ السلام جو خدا تعالیٰ کی کتابیں، خدا کے احکام اور پیغام پیغمبروں کے پاس لاتے تھے۔

(۲) حضرت اسرافیل علیہ السلام جو قیامت میں صور پھونکیں گے۔

(۳) حضرت میکائیل علیہ السلام جو بارش برسانے اور مخلوق کو رزق پہنچانے کے کام پر مقرر ہیں۔

(۴) حضرت عزرائیل علیہ السلام جو مخلوق کی جان نکالنے پر مقرر ہیں۔

(۳) کتابوں پر ایمان (وَكُتُبِهٖ)

سوال: حضرت جبریل علیہ السلام جو کتابیں لائے ہیں وہ کتنی ہیں؟

جواب: خدا تعالیٰ کی چھوٹی۔بڑی بہت سی کتابیں پیغمبروں پر نازل ہوئیں، ان کتابوں کی صحیح تعداد معلوم نہیں ہے؛ مگر بڑی کتابوں کو کتاب اور چھوٹی کتابوں کو صحیفے کہتے ہیں۔

سوال: کیا ان سب کتابوں کے نام معلوم ہیں؟

جواب: نہیں! سب کتابوں کے نام معلوم نہیں؛ البتہ ان میں سے چار کتابیں مشہور ہیں، وہ یہ ہیں:

تورات: جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

زبور: جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

انجیل: جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

قرآنِ مجید: جو ہمارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا اور اس کو ہم روزانہ پڑھتے ہیں، بہت سے بچے اس کو حفظ یاد کرتے ہیں۔

سوال: جو قرآنِ پاک کو حفظ یاد کرے اس کو کیا کہتے ہیں؟

جواب: قرآنِ پاک کو جو زبانی یاد کر لیتے ہیں وہ حافظ کہلاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے سے آج تک لاکھوں کروڑوں مسلمان ہر زمانے میں اس کے حافظ ہوتے چلے آئے ہیں۔

سوال: کیا قرآن کے بعد کوئی دوسری آسمانی کتاب نازل ہوئی؟

جواب: نہیں؛ بلکہ قرآن اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے، اس کے بعد کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی اور نہ ہوگی، اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ میں نے اس کتاب کو نازل کیا ہے اور میں ہی اس کتاب کی حفاظت کروں گا۔

بچو یاد رکھو!

قیامت تک یہ قرآن محفوظ ہے اور اب کسی آسمانی کتاب کی ضرورت نہیں۔ ہمارے نبی آخری نبی ہیں اور اب کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں۔

نبی دنیا میں اللہ کا پیغام پہنچاتے ہیں، قرآنِ کریم جو اللہ کا پیغام ہے دنیا میں موجود ہے تو اب نبی کی ضرورت نہیں؛ البتہ عمل کرنے اور کرانے کی ضرورت ہے۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کی تمام کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے؟

جواب: اتنا ماننا تو ضروری ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتابیں ہیں اور اللہ کے نبیوں پر نازل ہوئی ہیں؛ لیکن جو کچھ ان کتابوں میں اس وقت موجود ہیں ان سب باتوں کو ماننا ضروری نہیں؛ کیونکہ قرآنِ پاک میں یہ بھی بتلا دیا گیا ہے کہ ان کتابوں میں بہت کچھ تبدیلیاں کر دی گئی ہیں؛ لہٰذا جو بات قرآن شریف سے ملتی ہے اس کو مانا جائے گا اور جو بات قرآن شریف سے نہیں ملتی اس کو نہیں مانا جائے گا۔

(۴) رسولوں پر ایمان (وَرُسُلِهٖ)

سوال: رسول کون ہوتے ہیں؟

جواب: رسول اللہ تعالیٰ کے بندے اور انسان ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ انھیں اپنے بندوں تک احکام پہنچانے کے لیے مقرر فرماتے ہیں، وہ سچے ہوتے ہیں، کبھی جھوٹ نہیں بولتے، گناہ نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ کے پیغامات پورے پورے پہنچا دیتے ہیں، ان میں اپنی طرف سے کمی-بیشی نہیں کرتے اور نہ کسی پیغام کو چھپاتے ہیں۔

سوال: نبی اور رسول میں کچھ فرق ہے؟

جواب: نبی اور رسول میں تھوڑا سا فرق ہے: رسول ان پیغمبر کو کہتے ہیں جن کو نئی شریعت اور کتاب دی گئی ہو اور نبی ہر پیغمبر کو کہتے ہیں؛ چاہے اسے نئی شریعت اور کتاب دی گئی ہو یا نہ دی گئی ہو؛ بلکہ وہ پہلی

شریعت اور کتاب کا تابع ہوتا ہے۔
خلاصہ یہ ہے کہ ہر رسول نبی ہوتا ہے؛ لیکن ہر نبی رسول نہیں ہوگا۔
ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول بھی ہیں اور نبی بھی۔

سوال: سب سے پہلے پیغمبر کون ہیں؟

جواب: سب سے پہلے پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔

سوال: سب سے آخری پیغمبر کون ہیں؟

جواب: سب سے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، آپ کو قیامت تک کے لیے نبی اور رسول بنا کر بھیجا گیا، نبوت کا سلسلہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم ہو گیا، آپ کے بعد جو شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔

سوال: رسولوں میں سب سے افضل کون ہیں؟

جواب: ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام نبیوں اور رسولوں سے افضل ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام رسولوں کے سردار ہیں، اللہ تعالیٰ کے بعد آپ کا مرتبہ سب سے زیادہ بڑھا ہوا ہے۔

(۵) قیامت پر ایمان (وَالْيَوْمِ الْآخِرِ)

سوال: قیامت کیا ہے؟

جواب: ایک دن آنے والا ہے کہ اس روز سارا عالم اور عالم کی ہر ایک چیز فنا ہو جائے گی، صرف ایک باقی رہ جائے گا، وہی اللہ تعالیٰ ہیں جو

ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے، اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا:

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿٢٧﴾

ترجمہ: جو کوئی بھی (اس) زمین پر ہے وہ سب فنا ہونے والے ہیں ﴿۲۶﴾ اور صرف تمھارے رب کی ذات جو عظمت اور فضل وکرم والی ہے وہ باقی رہ جائے گی ﴿۲۷﴾

سوال: عالم کے فنا ہونے کی صورت کیا ہوگی؟

جواب: اس کی صورت یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے، اس کی آواز ایسی خوفناک اور ڈراؤنی ہوگی کہ اس کی دہشت اور ڈر سے تمام جاندار مر جائیں گے، ہر ایک چیز ٹوٹ پھوٹ کر فنا ہو جائے گی۔

سوال: قیامت کب آئے گی؟

جواب: قیامت آنے والی ہے؛ لیکن اس کا صحیح وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اتنا معلوم ہے کہ جمعہ کا دن اور محرم کی دسویں تاریخ ہوگی۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیامت کی چند نشانیاں بتلا دی ہیں، جیسے حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کا ظاہر ہونا، دجال کا نکلنا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے دنیا میں آنا، یاجوج ماجوج کا نکلنا، سورج کا مغرب کی طرف سے نکلنا وغیرہ، ان نشانیوں کو دیکھ کر قیامت کا قریب آجانا معلوم ہوسکتا ہے۔

(٦) تقدیر پر ایمان

(وَ الْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَ شَرِّهٖ مِنَ اللهِ تَعَالٰى)

سوال: تقدیر کسے کہتے ہیں؟

جواب: ہر بات اور اچھی بُری چیز کے لیے اللہ تعالیٰ کے علم میں ایک اندازہ مقرر ہے اور ہر چیز کو پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ اسے جانتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے اسی علم اور اندازے کو تقدیر کہتے ہیں، کوئی اچھی یا بُری بات اللہ تعالیٰ کے علم سے باہر نہیں ہے۔

(٧) مرنے کے بعد زندہ ہونے پر ایمان

(وَ الْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ)

سوال: مرنے کے بعد زندہ ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: آپ پہلے پڑھ چکے ہو کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے اور اس کی آواز اس قدر سخت ہوگی کہ اس کے صدمے سے سب مر جائیں گے، اس کو قیامت کہتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ قیامت میں سب چیزیں فنا ہو جائیں گی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ حکم سے حضرت اسرافیل علیہ السلام دوبارہ صور پھونکیں گے جس سے سب چیزیں پھر سے پیدا ہو جائیں گی اور انسان بھی زندہ ہو جائیں گے اور سارے انسان اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوں

گے، میدانِ حشر میں اللہ تعالیٰ کے سامنے تمام انسانوں کو پیش کیا جائے گا، دنیا میں جو کچھ اچھے یا بُرے کام کیے تھے ان کا حساب ہوگا۔

جس روز یہ کام ہوں گے اس کو ''یَوْمُ الْحَشْرِ'' یعنی ''جمع کیے جانے کا دن'' اور ''یومُ الْحِسَابِ'' یعنی ''حساب کا دن'' کہتے ہیں۔

جن کے اچھے کام زیادہ ہوں گے ان کو جنت ملے گی اور جن کے برے کام زیادہ ہوں گے ان کو جہنم میں بھیجا جائے گا؛ اس لیے اس دن کو ''یومُ الْجَزاءِ'' اور ''یومُ الدِّیْنِ'' یعنی ''بدلہ دینے کا دن'' بھی کہا جاتا ہے۔

قبر کا بیان

سوال: مُردے سے قبر میں کون سوال کرتے ہیں؟

جواب: قبر میں مردے کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، ایک کو ان میں سے ''مُنْکَرْ'' اور دوسرے کو ''نَکِیْر'' کہتے ہیں، وہ ہر مُردے سے تین سوال کرتے ہیں۔

سوال: وہ کیا سوال کرتے ہیں؟

جواب: پہلا سوال: تمھارا رب کون ہے؟ دوسرا سوال: تمھارا دین کیا ہے؟ اور تیسرا سوال: تمھارے نبی کون ہیں؟

مؤمن جواب دے گا: میرا رب اللہ ہے، میرا دین اسلام ہے، اور میرے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

کافر جواب نہ دے سکے گا، وہ ہر سوال کے جواب میں صرف
''ہائے ہائے'' کرے گا۔

سوال: کیا قبر میں عذاب ہوگا؟

جواب: جی ہاں! جس کے جوابات ٹھیک نہیں ہوں گے اسے عذاب میں گرفتار کیا جائے گا۔قبر میں کافروں اور بعض گنہگار مسلمانوں کو عذاب ہوگا۔اللہ تعالیٰ ہماری قبر کے عذاب سے حفاظت فرمائیں،آمین۔

سوال: اگر کوئی شخص قبر کے عذاب وثواب کا انکار کرے تو وہ کیسا ہے؟

جواب: ایسا شخص کافر ہے۔

بچو! یادرکھو: قبر دنیا اور آخرت کے درمیان ایک اور عالم ہے جس کا نام برزخ ہے، مرنے کے بعد قیامت سے پہلے مرنے والا عالمِ برزخ میں ہوتا ہے، جہاں عذاب اور ثواب ملتا ہے۔

جو مردہ دفن نہ کیا جائے؛ بلکہ جل کر راکھ ہو جائے یا غرق ہو جائے یا کوئی درندہ کھا جائے اس کو بھی عذاب یا ثواب دینے پر اللہ تعالیٰ قدرت رکھتے ہیں، مرنے والا عالمِ برزخ میں ہوتا ہے جہاں ثواب اور عذاب ملتا ہے،ثواب اور عذاب کے لیے قبر میں دفن ہونا ضروری نہیں ہے۔

دوسرا باب: فقہ

عبادت کے متعلق مسائل

اسلام کے بنیادی فرائض

سوال: ''فرض'' کسے کہتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا جو حکم یقین سے ثابت ہو اسے فرض کہتے ہیں۔

سوال: فرض کا حکم کیا ہے؟

جواب: فرض کے ادا کرنے سے ثواب ملے گا اور چھوڑنے سے سخت عذاب ہوگا، کسی ایک فرض کا بھی انکار کرنا کفر ہے۔

سوال: ''واجب'' کسے کہتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا جو حکم فرض کے قریب ہے اسے واجب کہتے ہیں۔

سوال: واجب کا کیا حکم ہے؟

جواب: واجب کے ادا کرنے پر ثواب ملے گا اور چھوڑنے پر عذاب۔ واجب کا انکار کرنا گناہ ہے، واجب کی قضا فرض کی طرح ضروری ہے۔

سوال: ''سنت'' کسے کہتے ہیں؟

جواب: ہمارے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جن طریقوں کی تاکید کی یا اکثر خود پابند رہے یا ان کو پسند فرمایا انھیں سنت کہتے ہیں۔

سوال: ''سنت'' کا کیا حکم ہے؟

جواب: سنت کے ادا کرنے پر ثواب ملے گا اور آخرت میں نبیٔ کریم ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی، سنت کا انکار کرنے والا شخص بدعتی اور گنہگار رہے۔

سوال: ''نفل'' کس کو کہتے ہیں؟

جواب: جس کام کی فضیلت شریعت میں ثابت ہو، اس کے کرنے میں ثواب اور چھوڑنے میں عذاب نہیں۔

سوال: ''مباح'' کس کو کہتے ہیں؟

جواب: جس کا کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر ہوں؛ یعنی کرنے میں ثواب نہ ہو اور نہ کرنے میں گناہ اور عذاب نہ ہو۔

سوال: ''حرام'' کس کو کہتے ہیں؟

جواب: شریعت میں جس چیز کا منع ہونا یقینی ہو، اس کا کرنے والا فاسق اور عذاب کا حق دار ہوتا ہے اور انکار کرنے والا کافر ہوتا ہے۔

سوال: ''مکروہِ تحریمی'' کس کو کہتے ہیں؟

جواب: جس کے کرنے کی ممانعت کسی یقینی دلیل سے ثابت نہ ہو اور جس کا انکار کرنے والا کافر نہیں؛ مگر کرنے والا گنہگار ہوتا ہے۔

سوال: ''مکروہِ تنزیہی'' کس کو کہتے ہیں؟

جواب: مکروہِ تنزیہی اس کام کو کہتے ہیں جس کے چھوڑنے میں ثواب ہے اور کرنے میں عذاب تو نہیں؛ لیکن ایک قسم کی بُرائی ہے۔

سوال: اسلام میں بنیادی فرائض کتنے ہیں؟

جواب: اسلام میں بنیادی فرائض پانچ ہیں:

① پہلا فرض: کلمۂ شہادت پڑھنا؛ یعنی زبان سے اس یقین کا اظہار کرنا کہ اللہ ایک ہیں؛ وہی سچے معبود ہیں اور حضرت محمد ﷺ اس کے رسول ہیں۔

② دوسرا فرض: نماز پڑھنا۔

③ تیسرا فرض: زکوۃ ادا کرنا۔

④ چوتھا فرض: رمضان شریف کے روزے رکھنا۔

⑤ پانچواں فرض: حج کرنا۔

سوال: اسلام کا دوسرا رکن نماز کس پر فرض ہے؟

جواب: نماز ہر سمجھ دار، بالغ، مسلمان، مرد، عورت پر فرض ہے؛ لیکن بچے جب سات برس کے ہو جائیں تو نماز میں لگا دینا چاہیے اور دس برس کے ہو کر بھی نماز نہ پڑھیں تو مار کر نماز پڑھانا چاہیے۔

سوال: نمازیں کتنی فرض ہیں؟

جواب: پانچ وقت؛ یعنی فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشا کی نمازیں فرض ہیں۔

سوال: نماز کب تک فرض رہتی ہے؟

جواب: نماز پوری زندگی کے لیے فرض ہوتی ہے، روزانہ پانچ

نمازیں عمر بھر پڑھتے رہنا چاہیے، نماز کا چھوڑنا جائز نہیں، اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر اور بیٹھ کر نہ پڑھ سکے تو لیٹ کر نماز پڑھنا چاہیے۔

نماز کی پہلی شرط کا بیان

سوال: بدن کے پاک ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: بدن کے پاک ہونے سے یہ مراد ہے کہ بدن پر کسی قسم کی نجاست یعنی ناپاکی نہ ہو۔

سوال: نجاست کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: نجاست کی دو قسمیں ہیں: ایک حقیقی اور دوسری حکمی۔

سوال: نجاستِ حقیقی کسے کہتے ہیں؟

جواب: وہ ناپاکی جو دیکھنے میں آسکے نجاستِ حقیقیہ کہلاتی ہے؛ جیسے پیشاب، پاخانہ، خون، شراب وغیرہ۔

سوال: نجاستِ حکمیہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: وہ ناپاکی جو شریعت کے حکم سے ثابت ہو؛ مگر دیکھنے میں نہ آسکے نجاستِ حکمیہ کہلاتی ہے، جیسے بے وضو ہونا، غسل کی حاجت ہونا۔

سوال: نماز کے لیے کس نجاست سے بدن کا پاک ہونا شرط ہے؟

جواب: نجاستِ حقیقی اور حکمی دونوں قسم کی نجاست سے بدن کا

پاک ہونا ضروری ہے۔

سوال: نجاستِ حکمیہ کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: دو قسمیں ہیں:

① حدثِ اصغر؛ یعنی چھوٹی نجاست۔

② حدثِ اکبر؛ یعنی بڑی نجاست۔

حدثِ اصغر؛ یعنی بے وضو ہونا اور حدثِ اکبر؛ یعنی غسل کی ضرورت ہونا۔

سوال: چھوٹی نجاستِ حکمیہ سے بدن پاک کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: چھوٹی نجاستِ حکمیہ سے بدن وضو کرنے سے پاک ہو جاتا ہے۔

سوال: وضو کرنے کا مکمل طریقہ بتلاؤ؟

جواب: وضو مکمل کرنے کا مکمل طریقہ یہ ہے کہ:

① قبلہ رو بیٹھو۔

② وضو شروع کرتے وقت ''بِسْمِ اللّٰہِ'' پڑھو اور وضو کی نیت کرو۔

③ پہلے دونوں ہاتھ پہنچوں تک تین دفعہ دھوؤ۔

④ اس کے بعد کلی کرو اور مسواک کرو، اگر مسواک نہ ہو تو دانتوں پر انگلی پھیرو۔

⑤ پھر ناک میں پانی ڈالو اور ناک صاف کرو۔

⑥ پھر پیشانی کے بالوں سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور دونوں کانوں تک چہرہ دھوؤ، چہرہ دونوں ہاتھ سے دھوؤ اور تین دفعہ دھوؤ۔

⑦ پھر کہنیوں کے ساتھ دونوں ہاتھ تین دفعہ دھوؤ، پہلے داہنا ہاتھ دھوؤ پھر بایاں ہاتھ۔

⑧ اس کے بعد ہاتھوں پر پانی ڈالو اور دونوں ہاتھوں سے ایک مرتبہ پورے سر اور کانوں کا مسح کرو۔

⑨ مسح سے فارغ ہو جاؤ تب دونوں پیر ٹخنوں سے اوپر تک تین تین دفعہ دھوؤ؛ پہلے داہنا پاؤں دھوؤ، پھر بایاں پاؤں۔

⑩ وضو کرتے وقت دنیا کی باتیں نہ کرو۔

⑪ زیادہ پانی خرچ نہ کرو۔

⑫ اس طرح پانی عضو پر نہ مارو کہ دوسروں پر چھینٹیں اڑیں۔

⑬ وضو میں مسح سر، کان اور گردن کا صرف ایک مرتبہ ہوگا اور باقی عضو کو تین تین مرتبہ دھونا ہے۔

سوال: وضو کے بعد کی دعا بتلاؤ؟

جواب: ''اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ .اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَ اجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ''۔

سوال: مکمل وضو کے فائدے بتلاؤ؟

جواب: مکمل وضو کرنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ:

قیامت کے دن یہ تمام حصے نورانی ہوں گے اور اسی نور سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی پہچانے جائیں گے۔

چنانچہ ایک مرتبہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھیوں نے دریافت کیا کہ: یارسول اللہ! میدانِ قیامت میں جہاں ساری دنیا کے بے شمار انسان ہوں گے، آپ اپنے امتیوں کو کس طرح پہچان سکیں گے؟

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے امتیوں کی پہچان یہ ہوگی کہ ان کے ہاتھ پاؤں وضو کے اثر سے چمک دار ہوں گے۔

بچو! یاد رکھو

مکان پر وضو کر کے مسجد میں جاؤ، اس کا ثواب زیادہ ہے؛ کیوں کہ اس صورت میں وضو کرنے کے بعد سے ہی نماز پڑھنے کا ثواب ملنے لگتا ہے۔ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: مکان سے وضو کر کے جانے سے ہر ایک قدم پر ایک نیکی ملتی ہے اور ایک گناہ معاف ہوتا ہے۔

نواقضِ وضو: یعنی وضو توڑنے والی چیزوں کا بیان

نواقضِ وضو آٹھ ہیں:

① پاخانہ، پیشاب کرنا یا ان دونوں راستوں سے کسی اور چیز کا نکلنا۔

۲ ہوا کا پیچھے سے نکلنا۔
۳ بدن کے کسی حصے سے ناپاکی کا نکل کر بہہ جانا۔
۴ منہ بھر کر قے کرنا۔
۵ لیٹ کر یا سہارا لگا کر سونا۔
۶ بیماری یا کسی اور وجہ سے بے ہوش ہو جانا۔
۷ جنون یعنی پاگل ہو جانا۔
۸ نماز میں قہقہہ مار کر (کھل کھلا کر) ہنسنا۔

سوال: بدن کے کسی حصے سے ناپاکی؛ یعنی خون، پیپ کے صرف نظر آنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا کوئی اور شرط بھی ہے؟

جواب: صرف نظر آنے سے وضو نہیں ٹوٹتا؛ بلکہ شرط یہ بھی ہے کہ اپنی جگہ سے بہے اور اس حصے تک پہنچے جو وضو یا غسل میں دھویا جاتا ہے۔ سو اگر ناپاکی کسی ایسے حصے کی طرف تھوڑی بھی بہہ جائے گی تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

مثلاً آنکھ میں خون نکل کر آنکھ کے اندر بہا، آنکھ کے باہر نہ نکلا تو وضو نہیں ٹوٹے گا؛ کیوں کہ آنکھ کے اندر کا حصہ نہ وضو میں دھونا فرض ہے، نہ غسل میں۔

اسی طرح اگر خراش لگ جانے سے خون ظاہر ہو گیا، بہا نہیں تو وضو

نہیں ٹوٹے گا؛ البتہ پاخانہ پیشاب کے راستے سے جو نجاست نکلے اور صرف نظر آجائے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

سوال: اگر زخم پر خون ظاہر ہوا اسے انگلی یا کپڑے سے پونچھ لیا، پھر ظاہر ہوا، پھر پونچھ لیا، کئی بار ایسا کیا تو وضو ٹوٹا یا نہیں؟

جواب: یہ دیکھو کہ اگر خون پونچھا نہ جاتا تو بہہ جانے کے لائق تھا یا نہیں، اگر اتنا تھا کہ بہہ جاتا تو وضو ٹوٹ گیا اور اگر اتنا نہیں تھا تو وضو نہیں ٹوٹا۔

سوال: قے میں کیا چیز نکلے تو وضو ٹوٹے گا؟

جواب: قے میں پت یا خون یا کھانا یا پانی نکلے اور منہ بھر کر ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر خالص بلغم نکلے تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔

سوال: اگر تھوڑی تھوڑی قے کئی مرتبہ ہوئی تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر ایک متلی سے کئی بار قے ہوئی اور ان سب کو جمع کیا جائے تو اتنی ہو کہ منہ بھر جائے تب تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

اور اگر متلی کئی بار ہوئی اور ہر متلی کے بعد تھوڑی سی قے ہوگئی، مثلاً ایک مرتبہ متلی ہوئی اور تھوڑی سی قے ہوگئی، پھر وہ متلی جاتی رہی اور دوبارہ متلی پیدا ہو کر تھوڑی سی قے ہوئی تو ان دونوں مرتبہ کی قے کو جمع نہیں کیا جائے گا اور وضو نہیں ٹوٹے گا۔

سوال: بدن میں کسی جگہ پھونسی ہے اس میں سے خون یا پیپ کا دھبہ کپڑے میں لگ جاتا ہے تو کپڑا پاک ہے یا ناپاک؟

جواب: اگر خون یا پیپ نکل کر بہنے کے لائق نہیں ہے اور کپڑا لگنے سے دھبہ آ گیا ہے تو کپڑا پاک ہے؛ لیکن پھر بھی دھوڈالنا بہتر ہے۔

سوال: قے اگر منہ بھر کر نہ ہو تو ناپاک ہے یا نہیں؟

جواب: ناپاک نہیں ہے۔

سوال: جونک (ایک کیڑا) نے بدن میں چمٹ کر خون پیا اور بھر گئی یا مچھر، پسو نے کاٹا تو اس سے وضو ٹوٹے گا یا نہیں؟

جواب: جونک کے خون پینے سے وضو ٹوٹ جائے گا؛ اگر چہ چھڑانے کے بعد اس کے کاٹے ہوئے زخم سے خون نہ بہے؛ کیوں کہ جونک اتنا خون پی جاتی ہے کہ اگر وہ خون بدن سے نکل کر اس کے پیٹ میں نہ جاتا تو یقیناً بہہ جاتا اور مچھر، پسو کے کاٹنے سے وضو نہیں ٹوٹتا؛ کیوں کہ یہ بہت تھوڑا سا خون پیتے ہیں جو بہنے کے لائق نہیں ہوتا۔

سوال: کس نیند سے وضو نہیں ٹوٹتا؟

جواب: کھڑے کھڑے یا بغیر سہارا لگائے ہوئے بیٹھ کر سونے یا نماز کی کسی حالت میں سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا، جیسے سجدہ میں سو گیا یا التحیات پڑھنے کے وقت سو گیا تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔

سوال: کیا کوئی ایسا بھی ہوا ہے کہ اس کی نیند سے وضو نہیں ٹوٹتا؟

جواب: ہاں! اللہ کے نبی وہ پاک بندے ہیں کہ ان کا وضو نیند سے نہیں ٹوٹتا تھا، ان کا دل سونے کی حالت میں بھی جاگتا تھا۔

سوال: قہقہہ کا کیا مطلب ہے؟

جواب: قہقہہ کا مطلب یہ ہے کہ اتنی زور سے ہنسے کہ اس کی آواز دوسرے پاس والے سن سکیں۔

سوال: کیا ہر شخص کے قہقہے سے ہر ایک حالت میں وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: ایسا نہیں ہے؛ بلکہ وضو اس وقت ٹوٹے گا جب کہ:

① نماز کی حالت میں قہقہہ لگائے۔

② قہقہہ مارنے والا بالغ ہو، مرد ہو یا عورت ہو۔ بچہ کے قہقہے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

③ جاگتے میں ہنسا ہو، سو اگر نماز میں سو گیا اور سوتے میں ہنسا تو نماز تو جاتی رہے گی؛ مگر وضو نہیں ٹوٹے گا۔

④ جس نماز میں ہنسا وہ رکوع سجدہ والی نماز ہو، جنازہ کی نماز میں اگر کوئی قہقہہ لگا کر ہنس پڑے تو اس کا وضو نہیں ٹوٹتا۔

سوال: کیا اپنے آپ کو یا دوسرے کو ننگا دیکھنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: نہیں؛لیکن کسی کے سامنے ننگا ہونا اور کسی ننگے کو دیکھنا بہت بری بات ہے۔

سوال: جسم کی مردہ کھال کے اترنے سے یا مردہ گوشت کے گر جانے سے یا ناخن یا بال کٹوانے سے وضوٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

جواب: نہیں!بشرطیکہ خون یا راد یا پیپ نہ نکلے۔

سوال: اگرتھوک میں خون آئے توکس صورت میں وضوٹوٹے گا؟

جواب: اگر خون تھوک سے زیادہ ہے یا برابر ہے تو وضوٹوٹ جائے گا؛ورنہ نہیں۔

سوال: یہ برابری یازیادتی کیسے معلوم ہوگی؟

جواب: اگرتھوک پیلا ہےتوتھوک زیادہ ہے،خون کم ہے اور اگر تھوک لال ہو جائے توتھوک اورخون برابر مانے جائیں گے اور اگر گہرا لال تھوک ہوتوخون زیادہ اورتھوک کم ہے۔

یہ تمام تفصیل صرف اس صورت میں ہے جب کہ خون مسوڑھوں سے آرہاہو

سوال: اگرسر یاسینہ وغیرہ سے خون آیا ہوتب بھی یہی حکم ہے؟

جواب: اگرسینہ یاسر سے خون آرہا ہےتو ہرصورت میں وضوٹوٹ جائے گا؛چاہے خون تھوک سے زیادہ ہو یا کم۔

غسل کا بیان

سوال: غسل کسے کہتے ہیں؟

جواب: غسل کا معنی ہے ''نہانا''؛ لیکن شریعت میں ایک خاص طریقہ سے نہانے کو غسل کہا جاتا ہے۔

سوال: نہانے کا وہ خاص طریقہ کیا ہے؟

جواب: پہلے دونوں ہاتھ پہنچوں تک دھوئے، پھر استنجا کرے اور بدن سے حقیقی نجاست دھو ڈالے، پھر وضو کرے، کلی کرے اور ناک میں پانی خوب اچھی طرح ڈالے، پھر تمام بدن پر تھوڑا پانی ڈال کر ہاتھ سے بدن کو ملے، جی چاہے تو صابن بھی استعمال کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد تمام بدن پر تین مرتبہ پانی بہائے، اگر ایک بال برابر بھی کوئی جگہ سوکھی رہ جائے گی تو غسل نہیں ہوگا، نہاتے وقت ننگے بدن قبلہ کی طرف رخ نہ کریں۔

سوال: غسل میں فرض کتنے ہیں؟

جواب: غسل میں تین فرض ہیں:

(١) منہ بھر کر کلی کرنا۔

(٢) ناک میں پانی ڈالنا۔

(٣) تمام بدن پر ایک بار اس طرح پانی بہانا کہ ایک بال کے برابر

بھی کوئی جگہ سوکھی نہ رہ جائے۔

سوال: غسل میں سنتیں کتنی ہیں؟

جواب: غسل میں پانچ سنتیں ہیں:

(۱) دونوں ہاتھ پہنچوں تک تین بار دھونا۔

(۲) بدن پر اگر نجاست لگی ہو تو غسل سے پہلے اسے دھونا۔

(۳) ناپاکی دور کرنے کی نیت کرنا۔

(۴) پہلے وضو کرنا۔

(۵) تمام بدن پر تین بار پانی بہانا۔

سوال: غسل کی قسمیں کتنی ہیں؟

جواب: غسل کی چار قسمیں ہیں:

(۱) فرض (۲) واجب (۳) سنت (۴) مستحب۔

سوال: کن چیزوں سے غسل فرض ہوتا ہے؟

جواب: جنابت، احتلام اور حیض و نفاس سے پاک ہونے پر غسل فرض ہو جاتا ہے۔

سوال: جس آدمی پر غسل فرض ہو اس کے لیے کیا کیا چیزیں منع ہیں؟

جواب: جس آدمی پر غسل فرض ہو اس کو نماز پڑھنا، قرآن شریف کی تلاوت کرنا یا چھونا، مسجد میں جانا، کعبہ کا طواف کرنا حرام ہے۔

سوال: کونسا غسل واجب ہے؟

جواب: میت کو غسل دینا واجب ہے، بشرطیکہ وہ میت شہید نہ ہو۔

سوال: کب کب غسل کرنا سنت ہے؟

جواب: ① جمعہ کی نماز کے لیے۔

② عید کی نماز کے لیے۔

③ حج کا احرام باندھنے سے پہلے۔

④ عرفات میں وقوف کرنے کے لیے زوال کے بعد۔

سوال: کب کب غسل کرنا مستحب ہے؟

جواب: ① اس شخص کے لیے جو ناپاکی کی حالت میں مسلمان ہوا۔

② اس شخص کے لیے جو عمر کے اعتبار سے بالغ ہوا۔

③ اس شخص کے لیے جس نے جنون سے افاقہ پایا۔

④ پچھنا لگوانے کے وقت۔

⑤ میت کے غسل کے وقت۔

⑥ شبِ برأت میں۔

⑦ شبِ قدر میں جب کہ اس کو پالے۔

⑧ مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے لیے۔

⑨ دس تاریخ کی صبح کو مزدلفہ میں وقوف کے لیے۔

۱۰ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے لیے۔
۱۱ طوافِ زیارت کے لیے۔
۱۲ سورج اور چاند گرہن کی نماز کے لیے۔
۱۳ بارش کی دعا کی نماز کے لیے۔
۱۴ گھبراہٹ کے وقت۔
۱۵ تاریکی کے وقت۔
۱۶ سخت اور تیز ہوا کے وقت۔

استنجا کا بیان

پیشاب اور پاخانہ سے فراغت کے بعد پانی یا پتھر یا کسی دوسری چیز سے پیشاب و پاخانہ کی جگہ کو پاک صاف کیا جائے۔

استنجا کا طریقہ

پیشاب کرنے کے بعد مٹی کے پاک ڈھیلے سے یا ٹیشو پیپر سے پہلے پیشاب کو سُکھانا چاہیے، اس کے بعد پانی سے دھونا چاہیے اور پاخانہ کے بعد شرم گاہ پر جو ناپاکی ہے اس کو صاف کریں، یہاں تک کہ اس کا غالب گمان ہو جائے کہ کوئی چیز باقی نہیں ہے۔

اگر پانی کی جگہ ڈھیلا استعمال کر رہا ہو تو تین ڈھیلوں سے استنجا کرنا مستحب ہے، دو ڈھیلوں یا ایک ڈھیلے پر اکتفا کرنا جائز ہے؛ لیکن

شرط یہ ہے کہ اس سے پاکی حاصل ہو جائے۔

ہڈی، کوئلہ، ناپاک اور کھانے کی چیزوں سے استنجا کرنا منع ہے۔ اور سایہ دار درخت، لوگوں کے بیٹھنے اٹھنے کی جگہ، راستے کے بیچ، رُکے ہوئے پانی یا سوراخ میں پیشاب، پاخانہ کرنے سے، نیز دائیں ہاتھ سے استنجا کرنے سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

قبلہ کی طرف چہرہ یا پیٹھ کر کے استنجا کرنے سے اور بلاضرورت بیت الخلاء میں بات چیت کرنے سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

تیمم کا بیان

تیمم سے مراد مٹی سے پاکی حاصل کرنا، تیمم شریعت میں اس لیے جائز کیا گیا ہے کہ انسان کبھی کبھار پانی کے نہ ہونے یا بیماری کے ہونے یا بڑھنے کے غالب گمان کے سبب پانی استعمال نہیں کرسکتا، ان دونوں صورتوں میں وضو یا غسل کے بدلے میں تیمم کرنا جائز ہو جاتا ہے۔

سوال: تیمم کسے کہتے ہیں؟

جواب: پاک مٹی یا جو مٹی کے حکم میں ہو اس سے بدن کو نجاستِ حکمیہ سے پاک کرنے کو تیمم کہتے ہیں۔

سوال: تیمم کب جائز ہوتا ہے؟

جواب: (۱) پونے دو کلومیٹر یا اس سے زیادہ پانی دور ہو۔

② پانی قریب میں ہے؛لیکن کسی دشمن کے خوف کی وجہ سے پانی لے نہیں سکتے،مثلاً گھر میں پانی نہیں ہے اور باہر کنواں موجود ہے؛لیکن خوف ہے کہ گھر سے باہر دشمن یا چور ہے جو مار ڈالے گا۔

③ غالب گمان ہو یا ماہر مسلمان ڈاکٹر بتائے کہ پانی کے استعمال سے بیمار ہو جائے گا،یا موجودہ بیماری بڑھ جائے گی۔

④ گرم پانی کا انتظام نہ ہو اور ٹھنڈے پانی کے استعمال سے مرجانے یا کسی عضو کے ہلاک ہونے کا غالب گمان ہو۔

⑤ پانی کم ہے اور وضو میں استعمال کرنے سے اپنے لیے یا دوسروں کے لیے پیاس کا اندیشہ ہو۔

⑥ غالب گمان ہو جائے کہ وضو میں مشغول ہو جائے گا تو عیدین کی نماز یا نمازِ جنازہ چھوٹ جائے گی؛کیوں کہ ان نمازوں کی قضا نہیں ہوتی؛لیکن اگر غالب گمان ہو کہ وضو میں مشغول ہوگا تو نماز کا وقت نکل جائے گا یا جمعہ کی نماز فوت ہو جائے گی تو اس کے لیے تیمم کرنا جائز نہیں ہے؛ بلکہ وضو کر کے فرض نماز کی قضا کرے گا اور جمعہ کے بدلے ظہر پڑھے گا۔

سوال: تیمم میں کتنے فرض ہیں؟

جواب: تیمم میں تین فرض ہیں:

① پاکی حاصل کرنے کی نیت کرنا۔

② پاک مٹی پر دونوں ہاتھ مار کر سارے منہ پر پھیرنا۔
③ پاک مٹی پر دونوں ہاتھ مار کر کہنیوں تک دونوں ہاتھوں کا مسح کرنا۔

سوال: تیمم کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ تیمم کرنے والا پہلے ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' پڑھے اور نیت کرے کہ میں ناپاکی دور کرنے اور نماز پڑھنے کے لیے تیمم کرتا ہوں، پھر دونوں ہاتھ پاک مٹی پر رکھے، زیادہ مٹی لگ جائے تو انھیں جھاڑ دے اور دونوں ہاتھوں کو منہ پر اس طرح پھیرے کہ کوئی حصہ بال برابر بھی باقی نہ رہ جائے۔

پھر دوسری مرتبہ دونوں ہاتھ مٹی پر رکھے، پھر بائیں ہاتھ سے داہنے ہاتھ کا کہنیوں کے ساتھ مسح کرے، اس کے بعد داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ کا کہنیوں کے ساتھ مسح کرے اور انگلیوں کا خلال بھی کرے، اگر انگوٹھی پہنی ہو تو اس کے نیچے مٹی والے ہاتھ پھیرنا بھی ضروری ہے، کوئی حصہ بال برابر بھی باقی نہ رہے اس کا خیال کرے؛ ورنہ تیمم نہیں ہوگا۔

سوال: وضو اور غسل کے تیمم میں کیا فرق ہے؟

جواب: کوئی فرق نہیں، دونوں کا تیمم ایک ہے۔

سوال: تیمم کن چیزوں کی وجہ سے ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: ① ہر اس چیز سے تیمم ٹوٹ جاتا ہے جس سے وضو ٹوٹتا ہے۔
② تیمم جائز ہونے کا عذر ختم ہو جائے، مثلاً پانی مل جائے یا پانی کے استعمال میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے یا بیماری زائل ہو جائے۔

سوال: اگر نماز کا وقت نکلنے سے پہلے پانی ملنے کی امید ہو تو تیمم کا کیا حکم ہے؟

جواب: تیمم کو دیر سے کرنا مستحب ہے۔

سوال: نمازِ جنازہ یا سجدۂ تلاوت کی نیت سے تیمم کیا تو اس سے نماز جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: قرآنِ مجید چھونے یا پڑھنے یا مسجد میں داخل ہونے کی نیت سے تیمم کیا تو اس سے نماز جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز نہیں ہے۔

تیمم کے چند مسائل

① ایک تیمم سے۔ جب تک وہ باقی ہے۔ جتنے وقتوں کی نماز چاہو پڑھ سکتے ہو۔

② فرض نماز کے لیے جو تیمم کیا ہے اس سے فرض نماز اور نفل نماز اور قرآن مجید کی تلاوت، جنازے کی نماز، سجدۂ تلاوت اور تمام عبادتیں

جائز ہے۔

③ اگر کوئی نماز کا وقت نکلنے سے پہلے پانی لاکر دینے کا وعدہ کرے یا وقت نکلنے سے پہلے پانی ملنے کا غالب گمان ہے تو تیمم کو دیر سے کرنا ضروری ہے۔

پانی کا بیان

سوال: کن پانیوں سے وضو جائز ہے؟

جواب: بارش کا پانی، چشمے کا پانی، کنویں کا پانی، سمندر کا پانی، ندی کا پانی، بڑے تالاب یا حوض کا پانی، پگھلی ہوئی برف یا اولوں کا پانی، ان سب پانیوں سے وضو اور غسل کرنا جائز ہے۔

سوال: کن پانیوں سے وضو اور غسل کرنا جائز نہیں ہے؟

جواب: ① بعض پانی پاک ہے؛ لیکن اس سے وضو اور غسل جائز نہیں ہے، مثلاً پھل اور درخت سے نچوڑا ہوا پانی (یعنی پھل کا جوس)، شوربا، وہ پانی جس کا رنگ، بو، مزہ، کسی پاک چیز کے ملنے کی وجہ سے بدل گیا ہو، یا کسی پاک چیز کے ملنے سے اتنا گاڑھا ہو گیا ہو کہ بہہ بھی نہ سکتا ہو، وہ پانی جس سے وضو یا غسل کیا گیا، یہ تمام پانی پاک ہیں؛ لیکن ان سے وضو اور غسل جائز نہیں ہے۔

② بعض پانی ناپاک ہے؛ اس لیے اس سے وضو اور غسل درست

نہیں ہے، مثلاً ایسا پانی جو تھوڑا ہو اور اس میں کوئی ناپاک چیز گر گئی ہو یا وہ پانی جس پر ناپاکی کا اثر زیادہ ہو، اسی طرح حرام جانور کا جھوٹا پانی۔

سوال: کونسا پانی نجاست کے گرنے سے ناپاک نہیں ہوتا؟

جواب: ندی یا سمندر کا پانی یا بہتا ہوا پانی یا بڑے تالاب یا بڑے حوض کا پانی نجاست کے گرنے سے ناپاک نہیں ہوتا۔

سوال: بڑا حوض یا بڑا تالاب کس کو کہتے ہیں؟

جواب: جو حوض یا تالاب کم از کم پندرہ فٹ لمبا اور پندرہ فٹ چوڑا (۲۲۵/اسکوائر فٹ) ہو وہ بڑا ہے، اسی طرح جہاں اتنا پانی ہو وہ زیادہ سمجھا جائے گا، تھوڑی سی نجاست سے یہ پانی ناپاک نہیں ہوگا۔

سوال: جس پانی سے وضو یا غسل کیا گیا ہو اسے کیا کہتے ہیں؟

جواب: ایسے پانی کو مستعمل پانی کہتے ہیں جو خود پاک ہے؛ مگر اس سے وضو یا غسل جائز نہیں ہے۔

پانی کے بعض مسائل

① پانی میں کوئی ایسا جانور گر کر مر جائے جس میں بہتا ہوا خون ہوتا ہے تو وہ پانی ناپاک ہو جاتا ہے، جیسے چڑیا، مرغی، کبوتر، چوہا، بلی وغیرہ۔

② وہ جانور جو پانی میں پیدا ہوتے اور رہتے ہیں ان کے مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا، جیسے مچھلی، مینڈک وغیرہ۔

③ وہ جانور جن میں بہتا ہوا خون نہیں ہوتا، جیسے مکھی، مچھر، چیونٹی، چھپکلی وغیرہ کے پانی میں گر کر مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔

④ زیادہ پانی، اسی طرح بڑے حوض یا بڑے تالاب میں نجاست گرنے کے بعد اس نجاست کا رنگ، بو، مزہ پانی میں ظاہر جائے تو وہ پانی ناپاک ہے۔

⑤ پاک پانی میں مستعمل پانی مل جائے اور مستعمل پانی پاک پانی سے کم ہے تو اس سے وضو اور غسل درست ہے۔ اگر مستعمل پانی زیادہ ہے تو اس سے وضو یا غسل کرنا درست نہیں ہے۔

جھوٹے پانی کے احکام

سوال: کن جانوروں کا جھوٹا ناپاک ہے؟

جواب: کتے، خنزیر، شکاری جانور یا وہ جانور جن کا گوشت حرام ہے، ان کا جھوٹا ناپاک ہے۔

سوال: کن جانوروں کا جھوٹا مکروہ ہے؟

جواب: بلی، چوہا، چھپکلی، اور کھلی پھرنے والی مرغی اور کوّا، چیل اور وہ پرندے جن کا گوشت حرام ہے، ان کا جھوٹا مکروہ ہے۔

مسئلہ: بلی اگر چوہا یا اور کوئی جانور یا ناپاک چیز کھا کر فوراً پانی پی لے تو اس کا جھوٹا بھی ناپاک ہے۔

سوال: کن جانوروں کا جھوٹا پاک ہے؟

جواب: حلال جانوروں کا جھوٹا پاک ہے۔

سوال: کیا انسان کا جھوٹا پاک ہے، یا ناپاک؟

جواب: انسان کا جھوٹا پاک ہے؛ چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر؛ لیکن اگر کوئی انسان شراب پی کر یا اور کوئی ناپاک چیز کھا کر فوراً پانی پی لے تو شراب یا ناپاکی کے پانی میں ملنے کی وجہ سے پانی ناپاک ہوگا۔

کنوئیں کا بیان

سوال: کنواں کن چیزوں سے ناپاک ہوتا ہے؟

جواب: کوئی نجاست کنویں میں گر جائے یا کوئی جانور بہتے ہوئے خون والا کنوئیں میں گر کر مر جائے تو کنواں ناپاک ہو جاتا ہے۔

سوال: اگر کوئی جانور کنویں میں گر کر زندہ نکل آئے تو کنواں پاک رہے گا یا ناپاک ہو جائے گا؟

جواب: (۱) حرام جانور جن کا جھوٹا ناپاک ہے وہ زندہ نکل آئے تو بھی کنواں ناپاک ہوگا۔

(۲) حلال جانور اگر اس کے بدن پر نجاست لگی ہو تو بھی کنواں ناپاک ہوگا۔

(۳) حلال جانور زندہ نکل آئے اور اس کے بدن پر نجاست بھی نہ

ہو؛ لیکن اس کے پیشاب یا پاخانہ کردینے کا یقین ہو تو پانی ناپاک ہوگا۔

سوال: چوہا، چڑیا، یا اتنا ہی بڑا اور کوئی جانور کنوئیں میں گر کر مر جائے یا مرا ہوا کنوئیں میں گرے تو کنوئیں کو کس طرح پاک کیا جائے گا؟

جواب: سب سے پہلے اس مردار جانور اور نجاست کو نکالا جائے گا پھر اگر وہ مردار پھولا یا پھٹا ہوا نہ ہو تو بیس ڈول پانی نکالنے سے کنواں پاک ہو جائے گا؛ لیکن تیس ڈول نکالنا مستحب ہے اور اگر پھولا یا پھٹا ہوا ہے تو کنوئیں کا تمام پانی نکالا جائے گا۔

سوال: کبوتر یا مرغی یا بلی یا اتنا ہی بڑا کوئی جانور کنوئیں میں گر کر مر جائے یا مرا ہوا کنوئیں میں گرے تو کنوئیں کو کس طرح پاک کیا جائے گا؟

جواب: سب سے پہلے اس مردار جانور اور نجاست کو نکالا جائے گا پھر اگر وہ مردار پھولا یا پھٹا ہوا نہ ہو تو چالیس ڈول پانی نکالنے سے کنواں پاک ہو جائے گا؛ لیکن ساٹھ ڈول نکالنا مستحب ہے اور اگر پھولا یا پھٹا ہوا ہے تو کنوئیں کا تمام پانی نکالا جائے گا۔

سوال: اگر بکری یا کتا یا اتنا ہی بڑا اور کوئی جانور کنوئیں میں گر کر مر جائے، یا مرا ہوا کنوئیں میں گرے تو کنوئیں کو کس طرح پاک کیا جائے گا؟

جواب: کنوئیں سے اس مردار کو نکال کر سارا پانی نکالا جائے گا۔

سوال: اگر کنوئیں سے کوئی ناپاک چیز نکلے اور معلوم نہ ہو کہ کب

گری ہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: جس وقت سے دیکھا جائے اسی وقت سے کنواں ناپاک سمجھا جائے گا۔

سوال: اگر کنوئیں سے مردار جانور نکلے اور معلوم نہ ہو کہ کب گرا ہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: گرنے والا مردار جانور اگر پھولا پھٹا نہ ہو تو ایک دن اور ایک رات پہلے سے کنواں ناپاک سمجھا جائے گا اور اگر وہ پھول پھٹ گیا ہو تو تین دن تین رات پہلے سے کنواں ناپاک سمجھا جائے گا اور اس مدت کے درمیان اس پانی سے وضو یا غسل کر کے جو نمازیں پڑھی گئیں ان کا لوٹانا ضروری ہوگا۔

سوال: ڈول سے کتنا بڑا ڈول مراد ہے؟

جواب: جس کنویں پر جو ڈول پڑا رہتا ہے وہی معتبر ہے، اگر کنوئیں پر کوئی خاص ڈول نہ ہو تو درمیانی ڈول کا اعتبار ہوگا۔

مسئلہ: جس ڈول رسّی سے ناپاک کنوئیں کا پانی نکالا گیا ہے جب کنواں پاک ہو گیا تو وہ ڈول اور رسّی بھی پاک ہو جائیں گے۔
اسی طرح کنوئیں کی دیواریں اور اندر کی مٹی بھی پاک ہو جائے گی۔

تیسرا باب

سیرت پاک

مکی زندگی کے آخری تین سال اور آپ ﷺ کی مدنی زندگی

مدینہ کے قبیلۂ اوس اور خزرج

مدینہ منورہ مکہ معظّمہ سے اتّر (شمال) کی طرف ایک شہر ہے، اسلام سے پہلے اس شہر کا نام ''یَثْرِبْ'' تھا۔ یہاں کے رہنے والے مکہ والوں کی طرح مشرک اور بت پرست تھے، ان کے دو قبیلے تھے: اوس اور خزرج، یہ پرانے زمانے میں یمن میں رہا کرتے تھے؛ لیکن ان کے دادا پردادا یہاں آکر آباد ہو گئے، یہ لوگ مدینہ طیبہ میں کھیتی باڑی کیا کرتے تھے۔

مدینہ کے آس پاس یہودیوں کے بڑے بڑے قبیلے بھی تھے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کہلاتے تھے اور تورات کو آسمانی کتاب مانتے تھے، ان میں تین قبیلے زیادہ مشہور اور زیادہ نامور تھے:

(۱) بنونظیر (۲) بنوقریظہ (۳) بنوقینقاع۔

یہ تینوں قبیلے مدینہ منورہ کے آس پاس آباد تھے، یہود کو تورات اور انجیل سے ایک پیغمبر کے آنے کی خبر معلوم ہو چکی تھی، اکثر ان کی محفلوں میں اس کا چرچا رہتا تھا اور یہی گفتگو رہتی تھی کہ وہ نبی کب پیدا ہوں گے اور کہاں پیدا ہوں گے؟

اوس اور خزرج بارہا اس کا تذکرہ سن چکے تھے، ایک بار رجب کے مہینے میں اوس اور خزرج کے کچھ لوگ مکہ معظّمہ آئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم موقع پا کر منیٰ کے قریب ایک گھاٹی (عقبہ) میں ان سے ملے اور ان کو

اللہ کا کلام پڑھ کر سنایا اور دینِ حق کی دعوت دی۔

یہ اکثر سنتے ہی رہتے تھے کہ ایک نبی عنقریب ظاہر ہونے والے ہیں، بس اس کلام کو سنتے ہی انھوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور کہا: یقیناً یہ وہی نبی ہیں جن کی خبر ہم مدتوں سے سن رہے ہیں، تو اس ڈر سے کہ ایسا نہ ہو کہ یہود اسلام میں ہم سے آگے بڑھ جائیں فوراً ایمان لے آئے، یہ کل چھ آدمی تھے۔

یہ حضرات نہ صرف مسلمان؛ بلکہ مبلغِ اسلام بن کر مدینہ منورہ پہنچے اور اسلام کی تبلیغ شروع کردی، اگلے سال جب حج کے لیے آئے تو اپنے ساتھ بارہ آدمیوں کو اور لائے جن کے دلوں میں اسلام آچکا تھا۔

عقبہ میں پہلی بیعت

چنانچہ دوسرے سال حج کے موقع پر عقبہ یعنی گھاٹی میں مدینہ طیبہ سے بارہ آدمی آکر مسلمان ہوئے اور عہد کیا کہ:

کسی کو اللہ کا شریک نہیں مانیں گے۔

چوری، زنا، اور اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گے۔

کسی پر بہتان نہیں باندھیں گے۔

ہر حالت میں اللہ اور رسول کے احکام پر عمل کرتے رہیں گے۔

اللہ اور رسول اور دین کے بارے میں نہ کسی سے ڈریں گے اور نہ

کسی کی لعنت وملامت کی پرواہ کریں گے۔

اِس کو بیعتِ عقبۂ اولیٰ کہا جاتا ہے۔

ان حضرات نے یہ بھی درخواست کی کہ ہمارے ساتھ کسی سکھانے والے کو بھیج دیں جو ہم کو اسلام کے اصول بتائے اور اس کے ارکان سکھلائے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی خواہش پر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ بھیج دیا۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے مدینہ پہنچ کر اسلام پھیلانے کی بڑی کوشش کی، گھر گھر پھر کر تبلیغ کی اور بہت نرمی اور محبت سے لوگوں کو سمجھایا، چنانچہ ان کی تعلیم سے مدینہ منورہ کے بہت سے گھرانے اسلام کے نور سے منور ہوگئے اور اسلام گھر گھر پھیل گیا۔

عقبہ میں دوسری بیعت

مدینہ منورہ میں ایک سال تک تعلیم وتربیت اور تبلیغ کے بعد جب حج کے موقع پر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مکہ معظّمہ پہنچے تو ان کے ساتھ بہتّر (۷۲) یا تہتّر (۷۳) مرد اور دو (۲) عورتیں بھی تھیں، یہ سب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوئے تھے۔

یہ لوگ اپنے گھروں سے چھپ چھپ کر روانہ ہوئے تھے، مکہ معظّمہ پہنچ کر بھی پوشیدہ طور سے الگ الگ ٹھہرے رہے۔

جب حج سے فارغ ہوئے تو ایک گھاٹی میں جو پہلے سے طے کر لی تھی یہ سب جمع ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے، چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ ساتھ تھے۔ ان سب مردوں اور عورتوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کی، اس کو بیعتِ عقبۂ ثانیہ کہا جاتا ہے۔

مدینہ چلنے کی درخواست

اس مرتبہ بہتر (۷۲) مرد اور دو (۲) عورتیں اسلام میں داخل ہوئیں تو ان حضرات نے یہ بھی درخواست کی کہ خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لے چلیں اور وہاں قیام فرمائیں۔

اس بیعت کے وقت چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چند سال بڑے تھے، ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے؛ مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت محبت کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جان قربان کرتے تھے، اسی ہمدردی کی وجہ سے اُس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے کہ بیعت اور معاہدہ کرنے والوں کو بھی جانچیں اور پرکھیں۔

چنانچہ مدینہ کے ان حضرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدینہ چلنے کی درخواست کی تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور فرمایا: سوچو! تم کیا کہہ رہے ہو؟ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے جانا کوئی معمولی بات نہیں ہے؛ بلکہ قریش کا

مقابلہ کرنا ہے اور قریش کے ساتھ سارا عرب ہے، آپ ﷺ کی حمایت سارے عرب کی مخالفت اور دشمنی ہے، کیا تم سب یہ برداشت کرسکو گے؟

دیکھو! محمد ﷺ اپنے خاندان میں بہت معزز ہیں، ہم ہمیشہ دشمنوں کے مقابلے میں ان کا ساتھ دیتے رہے اور ان کی مدد کرتے رہے اور ہم ابھی بھی تھکے نہیں ہیں، ہم محمد ﷺ کو عزت سے رکھیں گے، اگر تم اس کا وعدہ کرو کہ ہم مرتے دم تک ان کا ساتھ دیں گے تو بہتر ہے؛ ورنہ یہ ارادہ ہی مت کرو۔

مدینہ کے حضرات اٹھے اور کہا:

جس طرح ہم اپنے بچوں اور عورتوں کی حفاظت کرتے ہیں اس سے کہیں زیادہ ہم رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کریں گے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان کے جواب سے مطمئن ہو گئے۔

مدینہ والوں میں سے ایک شخص کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ:

یا رسول اللہ! یہودیوں سے ہمارے تعلقات ہیں، یہ تعلقات بہت ممکن ہے ٹوٹ جائیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ جب اللہ پاک آپ کو کامیاب فرمادے تو آپ ہمیں چھوڑ کر واپس اپنے وطن چلے آئیں! پھر تو ہم کسی طرف کے نہ رہیں گے!۔

آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! ہرگز نہیں! میری موت اور زندگی

تمھارے ساتھ ہے، میں تمھارا ہوں، تم میرے ہو، جس سے تمھاری جنگ اس سے میری جنگ اور جس سے تم صلح کرو اس سے میں بھی صلح کروں گا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے میں سے بارہ شخص کو منتخب کرو جو اپنی اپنی برادری میں کام کریں گے اور وہ اس برادری کے نمائندے ہوں گے۔ چنانچہ قبیلۂ خزرج کے نو (۹) اور قبیلۂ اوس کے تین (۳) نمائندے طے کیے گئے جن کا خطاب ''نقیب'' تجویز کیا گیا۔

آپ ﷺ نے انھیں باتوں پر ان سے عہد لیا جن پر ''بیعتِ عقبہ اولیٰ'' کے وقت عہد لیا گیا تھا؛ البتہ ایک شرط یہ بھی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی حفاظت میں اپنی جانیں قربان کردیں گے۔

انھوں نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ: یارسول اللہ! ہم کو اس کے بدلے میں کیا ملے گا؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کی جنت۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو ہجرت کی اجازت

مدینہ منورہ میں اسلام کو حفاظت مل گئی تو آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اجازت دی کہ مکہ سے ہجرت کر جائیں۔

قریش کو معلوم ہوا تو انھوں نے روک ٹوک شروع کی؛ لیکن چوری چھپے لوگ ہجرت کرنے لگے، آہستہ آہستہ سب ہی چلے گئے، صرف آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ رہ گئے یا وہ رہ گئے جو مفلسی سے مجبور تھے، وہ کافی وقت تک نہیں جا سکے۔

سوالات

① بیعتِ عقبۂ اُولیٰ میں کتنے افراد مدینہ سے آئے تھے؟
② آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے کس بات پر عہد لیا؟
③ بیعتِ عقبۂ اولی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس صحابی کو تعلیم و تبلیغ کے لیے مدینہ بھیجا تھا؟
④ بیعتِ عقبۂ ثانیہ میں کتنے حضرات نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کی؟
⑤ مدینہ میں کتنے نقیب مقرر کیے گئے؟
⑥ نقیب میں خزرج کے کتنے آدمی تھے؟ اور اوس کے کتنے؟
⑦ مدینہ منورہ کا پہلا نام کیا تھا؟
⑧ مدینہ میں یہود کے مشہور قبیلوں کے نام بتاؤ؟

قریش کا منصوبہ (پلان)

قریش پریشان ہوئے کہ ان کی تمام کوششیں بیکار ہوگئیں، جس اسلام کو ختم کرنے کے لیے طرح طرح کے ظلم ایجاد کیے تھے، وہ اسلام گھٹنے کے بجائے بڑھ رہا ہے اور جن مسلمانوں کو بارہ سال تک دبایا تھا وہ راستے کی ساری رکاوٹوں کو پھاندتے ہوئے ایک ایک کرکے مدینہ پہنچ چکے ہیں۔

قریش یہ بھی جانتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہجرت کرنے والے ہیں اور مسلمانوں کے چلے جانے سے پہلے ہی سے فکرمند تھے، اب تو یہ ڈر پیدا ہوگیا کہ اگر مدینہ میں اسلام جڑ پکڑ گیا اور مضبوط ہوگیا تو بڑی مشکل ہوگی، یہ تو قوت پاکر ہم کو فنا کردیں گے، پھر ہم سے کچھ نہیں بنے گا، اس کی روک تھام ابھی سے ہونی چاہیے، یہ خیال کرکے سب لوگ دار الندوہ (مشورہ کے گھر) میں جمع ہوگئے۔

قریش کے تمام چھوٹے بڑے سردار اور چودھریوں کا عام اجتماع ہوا، ابلیس بھی نجد کے ایک بوڑھے شخص کی شکل میں حاضر ہوا اور اس اجتماع میں شرکت کی، لوگوں نے مختلف رائیں پیش کیں۔

ایک نے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہاتھ پاؤں میں زنجیر ڈال کر مکان میں بند کردیا جائے۔

دوسرے نے کہا کہ: اونٹ پر بٹھا کر ملک سے باہر کر دیا جائے۔

ابوجہل نے کہا کہ: ہر قبیلے سے ایک ایک آدمی لیا جائے اور پورا مجمع ایک ساتھ مل کر تلواروں سے ان کو قتل کر دے، اس صورت میں تمام قبیلے ان کے خون کے ذمے دار ہوں گے اور اکیلا خاندانِ ہاشم سب قبیلوں کا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔

ابوجہل کی رائے پر سب کا اتفاق ہو گیا اور ایسے آدمی مقرر کر دیے گئے جو یہ کام انجام دے سکتے تھے۔

ہجرت کا ارادہ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تیاریاں

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے ہی سے ہجرت کا ارادہ کر چکے تھے، صرف خدا کے حکم کے منتظر تھے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اس لیے رُکے ہوئے تھے کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کرتے ہوئے ساتھ چلیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چار ماہ سے اونٹنیاں ببول کے پتے کھلا کھلا کر ہجرت کے لیے تیار کی تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفارِ مکہ کے اس ناپاک ارادے کی خبر کر دی اور ہجرت کا حکم فرما دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح و شام حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے یہاں تشریف لے جاتے تھے؛ لیکن آج ٹھیک دوپہر کے وقت سخت دھوپ میں اپنے مکان

سے نکلے، سر اور چہرۂ مبارک کو چادر سے چھپا لیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے یہاں پہونچے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گھبرا اُٹھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اندر لے گئے اور دریافت کیا کہ: یارسول اللہ! آپ اِس وقت کیسے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے ہجرت کی اجازت ہوگئی ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بڑی بے چینی سے پوچھا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں! کیا مجھ کو ساتھ چلنے کی اجازت ہوگی؟ ارشاد ہوا: ضرور۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! پہلے ہی سے میں تمام انتظام کر چکا ہوں، دو اونٹنیاں چار ماہ سے کھڑی کر رکھی ہیں، ایک شخص سے معاملہ طے ہوگیا ہے جو راستہ بتانے کے لیے ساتھ چلے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک اونٹنی کی قیمت لینی ہوگی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تو ہدیہ میں اونٹنی دینا چاہتے تھے؛ مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے ہی قیمت طے کرلی، اس کے بعد سوار ہونے کی منظوری دی۔

مکہ معظّمہ سے روانگی اور غارِ ثور میں قیام

رات ہوئی تو قریش کے نوجوان تلوار اور خنجر ہاتھ میں لیے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر پر آپہنچے اور گھر کو اس امید پر گھیرے ہوئے تھے کہ صبح جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لیے باہر تشریف لائیں گے تو ہم حملہ کردیں گے۔

مکہ والے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت مخالف تھے؛لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امانت اور دیانت داری پر پورا بھروسہ تھا، چنانچہ مکہ والوں کی بہت سی امانتیں اب بھی آپ کے پاس موجود تھیں،حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساری امانتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کوسونپ دیں اورفرمایا: آج تم میرے بستر پرسوجاؤ،صبح یہ امانتیں لوگوں کودے کرتم بھی مدینہ چلے آنا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پرسوئے اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور گھر کے آدمیوں کو اللہ کے حوالے کیا اور سورۂ یٰسین کی آیتیں پڑھتے ہوئے باہر تشریف لائے،اللہ پاک نے کافروں کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کونہیں دیکھ سکے اورصبح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پرحضرت علی رضی اللہ عنہ کودیکھ کرحیران ہوگئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مکان تشریف لے گئے،صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پہلے ہی سے منتظر تھے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہنچتے ہی مکان سے روانہ ہوگئے اور چار پانچ میل کے فاصلے پرجبلِ ثور کےایک غار میں جاکرچھپ گئے۔

غار میں داخل ہونے سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ: یارسول اللہ! آپ پرجان قربان! تھوڑی دیرٹھہر جایئے،میں صاف کرلوں،حضرت صدیق رضی اللہ عنہ غار کے اندر داخل ہوئے،کوڑا کرکٹ صاف

کیا، غار میں چند سوراخ تھے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک چادر پھاڑ کر سوراخ بند کیے، ایک پھر بھی رہ گیا، اس پر اپنا انگوٹھا رکھ لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اندر تشریف لائیے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آقا کو لٹا دیا اور سر مبارک زانو پر رکھ لیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرمانے لگے، سوراخ کے اندر سے کسی چیز نے اس زور سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے انگوٹھے میں کاٹا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بلبلا اٹھے؛ مگر سر مبارک زانو پر تھا، ہلنا خلافِ ادب تھا؛ اس لیے تکلیف برداشت کرتے رہے؛ لیکن بدن میں حرکت نہیں ہونے دی۔

تھوڑی دیر بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آرام سے اُٹھے تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا چہرہ اُترا ہوا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وجہ پوچھی اور جب معلوم ہوا کہ کسی چیز نے کاٹ لیا ہے تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعابِ دہن لگا دیا، فوراً راحت ہوگئی اور ساری تکلیف ختم ہوگئی۔

قدرت کا عجیب وغریب کارنامہ یہ تھا کہ صبح سویرے مکڑیوں نے غار کے منہ پر جالے تن دیے اور ایک کبوتر نے وہیں گھونسلہ بنالیا، اب کسی کو بھی شک نہیں ہوسکتا تھا کہ اس غار میں کوئی آرام کر رہا ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش

وہ نوجوان جو قتل کے ارادے سے آئے تھے صبح ہوئی تو وہاں

دیکھا کہ چارپائی پر حضرت علی رضی اللہ عنہ آرام فرمارہے تھے اور جن کی تلاش تھی اُن کا پتہ نہ تھا، کافروں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بہت گستاخیاں بھی کیں اوران کو کھینچتے ہوئے حرم تک لے گئے، وہاں ان کو بند کردیا؛ لیکن بے کار تھا؛ اس لیے تھوڑی دیر بعد چھوڑ دیا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش شروع کی۔

ابوجہل کچھ ساتھیوں کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مکان پر پہنچا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بڑی صاحب زادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سامنے آئیں، ان سے پوچھا: تمھارا باپ کہاں ہیں؟

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: مجھے خبر نہیں۔

ابوجہل نے ایسا زور سے طمانچہ مارا کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے کان کی بالی نیچے گرگئی۔

پھر شہر کے اندر اور باہر سب جگہ تلاش شروع ہوئی، کچھ لوگ ڈھونڈتے ڈھونڈتے غار کے اتنے قریب پہنچ گئے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ان کے پاؤں نظر آرہے تھے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ قربان! یہ لوگ پہنچ گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت اطمینان سے فرمایا: گھبراؤ نہیں! اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہیں۔

کبوتر کے گھونسلے اور مکڑیوں کے جالوں نے اس وقت کام کیا، ان کافروں نے جب گھونسلا اور جالے دیکھے تو یہ سمجھ کر کہ یہاں کوئی نہیں ہوگا واپس ہو گئے، اور اس طرف آنے والوں کو بھی روک دیا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھرانے کی خدمات

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ رات کو غار میں ساتھ سوتے اور صبح ہونے سے پہلے واپس مکہ چلے جاتے اور پتہ لگاتے کہ قریش کیا مشورے کر رہے ہیں، جو کچھ خبر ملتی رات کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے۔

آپ کی صاحب زادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا رات کو کھانا پہنچاتیں، مدینہ طیبہ کے لمبے سفر کے لیے ناشتہ تیار کر کے چمڑے کے ٹیفن (برتن) میں بھر دیا اور نِطاق۔ یعنی ایک کپڑا جس کو عورتیں کمر سے لپیٹتی تھیں۔ پھاڑ کر اُس سے ٹیفن کا منہ باندھا، یہ وہ شرف تھا جس کی بنا پر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو "ذَاتُ النِّطَاقَیْن" یعنی دو نطاق والی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام "عامر بن فُہیرہ" کچھ رات گئے بکریاں چرا کر لاتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اُن کا دودھ پی لیتے، صبح سویرے پاؤں کے نشانوں کو مٹاتے ہوئے بکریوں کو چرانے کے لیے لے جاتے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے والد ابوقحافہ زندہ تھے، ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، آنکھوں کی بینائی جاتی رہی تھی، جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی روانگی کی خبر پختہ ہوگئی تو ابوقحافہ مکان میں آئے اور فرمانے لگے: لڑکیو! ابوبکر تو چلا گیا، بتاؤ کچھ تمھیں خرچ کے لیے بھی دے گیا ہے؟

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فوراً بولیں: دادا جان! خدا کا فضل ہے ہمارے پاس بہت کچھ ہے۔ ابوقحافہ نے کہا: دکھاؤ کہاں ہے؟

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کچھ ٹھیکریاں کپڑے میں باندھ کر گڑھے میں دبا دی تھیں، دادا میاں کا ہاتھ پکڑا، گڑھے کے پاس لے گئیں اور کہا: دیکھو! یہ ہیں، کپڑے میں لپٹے ہوئے ہم نے زمین میں دبا رکھے ہیں۔

دادا میاں مطمئن ہوگئے؛ مگر گھر والوں کا اطمینان اللہ کی ذات پر تھا؛ کیوں کہ پانچ چھ ہزار کا جو کچھ اثاثہ تھا وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ساتھ لے گئے تھے اور بال بچوں کو اللہ کے بھروسے پر چھوڑ گئے تھے۔

غارِ ثور سے روانگی

غارِ ثور میں تین دن گزر گئے، چوتھے روز صبح سویرے دو اونٹنیاں پہونچیں، ایک پر سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سوار ہوئے اور دوسری پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ اور وہ شخص جس کو راستہ بتانے کے لیے پیسے سے مقرر کیا تھا سوار ہوئے۔

یہ چھوٹا سا قافلہ مدینہ کی طرف روانہ ہوا، ایک دن اور ایک رات برابر یہ قافلہ چلتا رہا اور دوسرے دن دوپہر کو ایک چٹان کے پاس پہنچ کر آرام کیا اور تھوڑا دَم لے کر پھر آگے بڑھے۔

قریش نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ جو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یا ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو پکڑ لائے گا اس کو سو (۱۰۰) اونٹ انعام ملے گا۔ یہ سن کر سُراقہ نامی شخص کے منہ میں پانی بھر آیا، وہ انعام کی لالچ میں گھر سے نکلا اور ٹھیک اس وقت چٹان کے پاس پہنچا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے روانہ ہو رہے تھے، سراقہ نے دور ہی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا اور چاہا کہ جلد نزدیک پہنچ کر گرفتار کر لے؛ لیکن عین وقت پر اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور وہ گر پڑا۔

پھر اس نے عرب کے دستور کے مطابق فال نکالی، فال بھی ٹھیک نہ نکلی؛ مگر پھر بھی وہ نہ رُکا، پھر گھوڑا دوڑایا، اِس مرتبہ گھوڑے کے پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے، اب تو وہ بہت گھبرایا اور سمجھ گیا کہ یہ معاملہ اس کے بس کا نہیں ہے، بس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فریاد کی کہ: امان دیجیے! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی درخواست قبول فرمائی۔

اس نے درخواست کی کہ مجھ کو امن کی تحریر لکھ دیجیے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ نے چمڑے کے ٹکڑے پر

امن کا پروانہ لکھ دیا، سراقہ واپس ہوئے تو راستے میں ملنے والوں سے بھی کہہ دیا کہ: اس طرف کوئی نہیں ہے، میں دور تک دیکھ آیا ہوں۔

سوالات

① ہجرت کی رات مکہ والوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کے لیے کیا منصوبہ بنایا؟
② ہجرت کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیا فرمایا؟
③ جبلِ ثور مکہ سے کتنے فاصلے پر ہے؟
④ وہ عجیب باتیں بیان کرو جو غارِ ثور کے قیام کے دوران پیش آئیں؟
⑤ غارِ ثور میں کتنے روز قیام فرمایا؟
⑥ مکہ کی خبریں غار میں کون پہنچاتا تھا؟
⑦ غارِ ثور سے کتنے آدمیوں کا قافلہ مدینہ کی طرف روانہ ہوا؟
⑧ قافلہ میں کتنی اونٹنیاں تھیں؟ کون کس پر سوار تھا؟
⑨ کفار جس جگہ مشورہ کے لیے جمع ہوتے تھے اس کا نام کیا تھا؟
⑩ کفار نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پکڑ کر لانے پر کیا انعام رکھا تھا؟

مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد

مدینہ طیبہ کے لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کی اطلاع ہو چکی تھی، ان کی خوشی کی کوئی حد نہ تھی، بچے خوشی اور مسرت میں گلی گلی کہتے پھر رہے تھے کہ: ہمارے نبی آ رہے ہیں، بچیاں اپنے بالا خانوں اور چھتوں پر بیٹھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے کی خوشی میں ترانے گاتی تھیں، نوجوان لڑکے اور بڑے بوڑھے شہر سے باہر نکل کر دن چڑھے تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کا انتظار کرتے تھے۔

ایک دن وہ انتظار کر کے واپس ہو رہے تھے کہ ایک یہودی جو اپنے کسی کام سے اپنے قلعہ کی اونچی دیوار پر چڑھا تھا، اس کی نظر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پڑ گئی اور وہ پکار اٹھا: اے پلٹنے والو! جن کا تم کو انتظار تھا وہ آ گئے۔

بس پھر کیا تھا! اس آواز کے سنتے ہی سارے شہر میں ہل چل مچ گئی، پورا شہر تکبیر کے نعروں سے گونج اُٹھا اور تمام مسلمان استقبال کے لیے نکل آئے، یہ نبوت کا تیرھواں (۱۳) سال تھا۔

قُبا کی پہلی خوش نصیبی

مدینہ طیبہ سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر ایک چھوٹی سی بستی ہے جس کا نام قبا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے یہاں پر قیام فرمایا، یہاں مسلمانوں کے کئی گھرانے آباد تھے، کلثوم بن ہدم ان کے سردار تھے،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم انھیں کے گھر مہمان ہوئے، اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے آچکے تھے، وہ بھی ان کے مہمان ہوئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں ایک چھوٹی سی مسجد بنوائی جس کا نام مسجدِ قبا تھا، چودہ (۱۴) روز یہاں قیام فرما کر جمعہ کے دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ طیبہ کے لیے روانہ ہوئے، راستے میں بنی سالم کے محلے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جمعہ کی نماز پڑھی اور نماز سے پہلے مؤثر خطبہ دیا۔

مدینہ طیبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا استقبال

نماز سے فراغت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آگے بڑھے، جب لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آنے کی خبر ملی تو خوشی میں سب کے سب باہر نکل آئے اور سڑک کے دونوں کناروں پر استقبال کے لیے صف بنا کر کھڑے ہوگئے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جس قبیلے کے پاس سے گذرتے تھے وہ عرض کرتا تھا: اے اللہ کے رسول! میری جان، میرا مال، میرا گھر آپ کے لیے حاضر ہے!

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان سب کے خلوص اور محبت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اور دعا دیتے ہوئے آگے بڑھ جاتے تھے۔

بہرحال! جوش کی یہ حالت تھی کہ راستے میں دونوں طرف جاں نثاروں کی صفیں تھیں، چھتوں پر عورتوں کا ہجوم تھا، بچے خوشی کے مارے پھولے نہیں سمارہے تھے اور لڑکیاں خوشی کے ترانے گارہی تھیں:

مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاعِ	طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا
مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ	وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا

جو محلہ راستے میں پڑتا محلے والے چاہتے کہ آپ ﷺ یہیں قیام فرمائیں اور ہر ایک کی آرزو تھی کہ حضور ﷺ ہمارے مہمان ہوں، ہر ایک اونٹنی کی لگام تھام کر اپنے گھر اتارنا چاہتا تھا۔

آپ ﷺ نے سب کی خواہش اور تمنا پر نظر فرما کر فرمایا کہ: اس اونٹنی کو چھوڑ دو! جہاں خدا کا حکم ہوگا اپنے آپ ٹھہر جائے گی۔

مسجدِ نبوی کے بالکل قریب حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا مکان تھا جو حضور ﷺ کے رشتے دار اور بنونجار کے خاندان سے تھے، خدا کا حکم تھا، اونٹنی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان پر آ کر ہی رُکی، حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی خوشی کا کیا پوچھنا! جلدی سے حضور ﷺ کو اپنے گھر میں اتارا اور آپ ﷺ کے آرام و راحت کا پورا سامان تیار کیا۔

حضور ﷺ نے یہاں سات مہینے قیام فرمایا۔

مدینہ طیبہ والوں نے حضور ﷺ اور دیگر مسلمانوں کا بڑا خیال کیا، جان و مال سے ان کی مدد کی، اپنا گھر بار سب دیا؛ اسی لیے ان کا لقب ''انصار'' ہوگیا؛ یعنی مدد کرنے والے لوگ۔

اور ''مہاجر'' کے معنی ہے ''وطن چھوڑنے والا''؛ چوں کہ مکہ کے لوگ اپنا وطنِ عزیز چھوڑ کر مدینہ آ کر بس گئے تھے؛ اس لیے ان کو

مہاجرین کا خطاب ملا۔

انصار نے ان مہاجرین کو اپنے گھر میں اتارا اور ان کو اپنی جائیداد، کھیتی باڑی اور اپنے ہر کام میں شریک کیا، یہاں آ کر مسلمانوں کو آرام ملا، اور انھوں نے اطمینان کی سانس لی۔

مسجدِ نبوی کی تعمیر

مدینہ طیبہ میں اب تک کوئی مسجد نہیں بنی تھی، جہاں آپ کا قیام تھا اس سے ملی ہوئی دو یتیم بچوں کی زمین تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مسجد کے لیے تجویز کیا، ان یتیم بچوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مفت پیش کرنا چاہا؛ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مفت قبول نہیں فرمایا، اور اس کی پوری قیمت ادا کی۔

مسجد کی تعمیر شروع ہوگئی، بنانے والے کون تھے؟

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کے جاں نثار صحابہ!

مسجد کیسی بنی؟ کچی دیوار اور کھجور کے تنے اور پتوں کی چھت!

یہ ہمارے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد تھی، جس کے نمازی خود ہی مزدوروں کی طرح کام کر رہے تھے۔

جب مدینہ طیبہ میں آ کر اطمینان نصیب ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی مسجد کے قریب کچھ حجرے بنوائے، پھر ایک صحابی کو بھیج کر اہلِ بیت؛ یعنی

اپنے بیوی بچوں کو مدینہ بلوایا، ایک حجرے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحب زادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے قیام فرمایا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بھی اپنی والدہ ماجدہ اور بہنوں کے ساتھ مدینہ آ گئے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکہ معظّمہ میں ہو چکا تھا، یہاں آ کر رخصتی ہوئی، اور وہ میکے سے رخصت ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر پہنچیں۔

اب اللہ کی مہربانی سے مسلمانوں کو آرام ملا اور وہ امن و عافیت کے ساتھ رہنے لگے۔

سوالات

١ قبا کہاں واقع ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں کتنے دن قیام فرمایا؟
٢ مدینہ والوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کس طرح استقبال کیا؟
٣ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں کہاں قیام فرمایا؟ اور کتنی مدت وہاں ٹھہرے؟
٤ مسجدِ نبوی کی تعمیر کس نے کی؟
٥ جہاں مسجد کی تعمیر ہوئی وہ جگہ کس کی تھی؟
٦ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کہاں ہوا؟ اور رخصتی کہاں ہوئی؟

مُواخات: یعنی بھائی چارہ

جب مسلمان ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آئے تو ان کے رہن سہن اور روزگار کا مسئلہ بہت مشکل تھا، یہ حضرات اپنا گھر بار اور اپنا تجارتی کاروبار، اپنے بیوی بچوں کو چھوڑ کر خالی ہاتھ نکل پڑے تھے، مدینہ طیبہ اتنا بڑا شہر نہیں تھا کہ سینکڑوں آدمی محنت مزدوری میں کھپ سکیں، وہاں کوئی کارخانہ نہیں تھا؛ بلکہ صرف کاشت کاری تھی اور مہاجرین کاشت کاری سے واقف نہیں تھے، انصار اپنے ہاتھ سے کھیتی کرتے تھے۔

رہنے کا معاملہ بھی ایسا ہی ٹیڑھا تھا، نہ کوئی بڑا مسافر خانہ کہ جس میں یہ حضرات ٹھہر سکیں، نہ خالی مکان تھے جن کو کرایہ پر لے سکیں۔

مہاجرین محنت کر کے گذارہ چاہتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مشکل کو اس طرح آسان فرمادیا کہ انصار اور مہاجرین میں بھائی چارہ قائم کر دیا۔ جب مسجد کی تعمیر ختم کے قریب پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کو جمع کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار سے فرمایا: یہ مہاجرین تمھارے بھائی ہیں۔ پھر ایک ایک مہاجر اور ایک ایک انصار کو بلا کر فرماتے گئے کہ: یہ اور تم بھائی بھائی ہو۔

مدینہ طیبہ کے مسلمان اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں ایسے پکے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر ارشاد اور حکم کو فوراً دل و جان سے قبول

کر لیتے تھے۔

انھیں جب دین سے محبت تھی تو دینی بھائیوں سے محبت ہونی لازمی تھی، اس وجہ سے انھوں نے اس محبت اور بھائی چارہ کو خوب نبھایا، ہر انصاری نے اپنے مہاجر بھائی کو حقیقی بھائی سمجھا، اپنے آدھے مال اور گھر کا شریک بنایا اور پھر نسل در نسل یہ محبت قائم رہی۔

لیکن جس طرح انصار نے پوری خوشی کے ساتھ یہ قربانی پیش کی کہ مہاجروں کو اپنا شریک بنالیا ایسے ہی مہاجرین نے بھی پوری ہمت اور خوداعتمادی سے کام لیا، انھوں نے یہ کوشش کی کہ اپنا بوجھ خود اٹھائیں اور انصاری بھائیوں پر کم سے کم بوجھ ڈالیں۔

انصار کے ایثار اور مہاجرین کی خوداعتمادی کی ایک مثال یہ ہے کہ حضرت سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ۔ جو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بھائی قرار پائے تھے- ان کی دو بیویاں تھیں، انھوں اپنے مہاجر بھائی حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: ایک کو میں آزاد کرتا ہوں، عدت گزرنے پر آپ اس سے نکاح کر لیجیے۔

لیکن مہاجر بھائی حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: خدا آپ کا مال بھی مبارک کرے اور آپ کی بیویاں بھی آپ کو مبارک ہوں، مجھے تو بازار کا راستہ بتا دیجیے۔

حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کچھ پنیر، کچھ گھی خریدا اور شام تک خرید و فروخت کی، گذر کے قابل نفع کمایا اور کچھ بچا بھی لیا، نتیجہ یہ ہوا کہ چند روز میں اللہ تعالیٰ نے ان کو دولت مند کر دیا۔

یہودیوں اور مسلمانوں میں صلح

مدینہ طیبہ میں یہودیوں کی بڑی آبادی تھی، یہ ملکِ حجاز کے بڑے تاجر تھے، قبیلۂ اوس اور خزرج میں ہمیشہ لڑائی رہتی تھی، وہ اپنی روز روز کی لڑائی سے تھک گئے تھے، چاہتے تھے کہ کسی کو اپنا بادشاہ بنالیں؛ تاکہ روز کے جھگڑے مٹیں، بس انھوں نے عبد اللہ بن اُبی کو بادشاہت کے لیے پسند کیا، یہودیوں کا معاملہ یہ تھا کہ کچھ قبیلۂ اوس کا ساتھ دیتے اور کچھ خزرج کا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو شہر کی بدامنی اور بے اطمینانی کو دیکھ کر یہ ارادہ کیا کہ مسلمان اور یہودیوں کے درمیان ایسا عہد قائم کر دیں کہ باہر سے کوئی حملہ ہو تو یہ سب ایک دوسرے کے مددگار رہوں؛ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حکمتِ عملی اور دور اندیشی سے ایسی شرطوں پر یہودیوں سے صلح کی کہ ان کے مذہبی حقوق بھی پامال نہ ہوں اور مسلمان بھی آزادی سے رہے۔

یہودیوں نے صلح تو کر لی؛ لیکن اسلام کی طاقت روز بروز بڑھتی دیکھ کر دل ہی دل میں جلنے لگے، خاص کر کے عبد اللہ بن اُبی بہت جلتا تھا،

اس کو یہ جلن تھی کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہ آتے تو میں مدینہ کا بادشاہ ہوتا۔

بہر حال! یہود زبان سے کچھ نہیں کہتے تھے؛ لیکن فساد کی آگ بھڑک رہی تھی، یہی نفاق کی اصل تھی، یہی لوگ منافق تھے۔

جنگ کا سلسلہ

مسلمان جب مکہ سے مدینہ چلے آئے تو کافروں نے ان کے گھروں اور جائدادوں پر اپنا قبضہ کرلیا اور ان کی عورتوں اور بچوں پر پہرہ بٹھا دیا کہ یہ لوگ مدینہ نہ جاسکیں، پھر اسی پر بس نہ کیا؛ بلکہ مدینہ کے یہودیوں اور منافقوں سے خط و کتابت شروع کردی، ان کو دھمکی دی کہ تم نے ہمارے دشمنوں کو اپنے شہر میں جگہ دی ہے، بہتر یہی ہے کہ تم ان کو اپنے شہر سے نکال دو؛ ورنہ تمھارے حق میں اچھا نہ ہوگا۔

مکہ کے کافر لڑائی کے عادی تھے، لڑائی کو بائیں ہاتھ کا کھیل سمجھتے تھے، اب ان کا ظلم اس درجہ بڑھ گیا تھا کہ مسلمانوں کو جواب دینے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا، مثلاً کمزور مسلمانوں کو مدینہ نہ جانے دینا اور ان پر پہرہ بٹھا دینا اور حد یہ کہ کعبہ کا طواف، حج اور عمرہ۔ جو سارے عرب کے لیے کھلا تھا۔ مسلمانوں پر بند کردیا گیا۔ ایک واقعہ یہ بھی پیش آیا کہ مکہ کا ایک رئیس کرز بن جابر فہری نے مدینہ طیبہ میں مسلمانوں کے جانور چرانے کی جگہ پر حملہ کیا اور مسلمانوں کے اونٹ لے بھاگا۔

یہ باتیں ایسی نہ تھیں کہ برداشت کر لی جائیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو اجازت دی کہ وہ اپنی جان و مال کی حفاظت کے لیے ہوشیار ہو جائیں؛ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ کے کافروں کے ساتھ مقابلہ کا صاف حکم دے دیا۔

سن ہجری کا آغاز

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے، ایک نیا زمانہ شروع ہوا؛ اس لیے اُس تاریخ سے ایک ''سن'' شروع کیا گیا، اس کو سن ہجری کہتے ہیں جو محرم الحرام سے شروع ہوتا ہے اور ذی الحجہ پر ختم ہوتا ہے۔

نوٹ اساتذہ اسلامی مہینوں کے نام ترتیب وار بچوں یاد کرائیں۔

اسلامی مہینوں کے نام یہ ہیں:

① مُحَرَّمُ الْحَرَامْ	② صَفَرُالْمُظَفَّرْ	③ رَبِيْعُ الْاَوَّلْ
④ رَبِيْعُ الثَّانِي	⑤ جُمَادِيُ الْاَوَّلْ	⑥ جُمَادِیُ الثَّانِي
⑦ رَجَبُ الْمُرَجَّبْ	⑧ شَعْبَانُ الْمُعَظَّمْ	⑨ رَمَضَانُ الْمُبَارَكْ
⑩ شَوَّالُ الْمُكَرَّمْ	⑪ ذُوْ الْقَعْدَةِ الْحَرَامْ	⑫ ذُوْ الْحِجَّةِ الْحَرَامْ

غزوہ اور سریہ

غزوہ؛ یعنی جنگ اور لڑائی؛ لیکن سیرتِ پاک میں غزوہ اس جنگ کو کہتے ہیں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی شریک رہے ہوں۔
سَرِیَّہ؛ یعنی وہ جنگ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود شریک نہ رہے ہوں؛ بلکہ کسی صحابی کو امیر بنا کر لشکر روانہ کیا ہو، اس کو سریہ کہتے ہیں۔
غزوات کی تعداد بائیس (۲۲) ہیں اور سرایا کی تعداد چوالیس (۴۴) ہیں؛ لیکن ان میں سے کچھ میں جنگ ہوئی، کچھ میں نہیں ہوئی۔

رمضان سنہ ۲ ھ، غزوۂ بدر

مدینہ سے تقریباً اسّی (۸۰) میل کے فاصلہ پر۔ جہاں سے ایک راستہ شام کو جاتا ہے۔ ایک کنواں تھا جس کو ''بدر'' کہا جاتا تھا، اسی کے نام سے وہاں ایک گاؤں آباد تھا، یہ جنگ اسی جگہ پر ہوئی تھی؛ اس لیے اس کو جنگِ بدر کہا جاتا ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ پہنچ کر مدینہ کے یہودیوں اور دوسرے قبیلوں سے۔ جو آس پاس آباد تھے۔ معاہدہ کر لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف مسلمانوں کے ذمے دار نہیں رہے؛ بلکہ مسلمانوں کی طرح ان تمام قبیلوں اور آبادیوں کے بھی ذمہ دار ہو گئے جن سے معاہدے کیے تھے، اب آپ

صلی اللہ علیہ وسلم پر لازم تھا کہ ان کی حفاظت کریں اور اگر کوئی خطرہ آنے والا ہوتو پہلے ہی سے اس کو دور کرنے کی تدبیر کریں۔

مکہ کا ایک تجارتی قافلہ ابوسفیان کی سرداری میں شام گیا تھا، مسلمانوں اور ان سے معاہدہ کرنے والوں کے لیے بہت بڑا خطرہ تھا؛ کیوں کہ اس کا مقصد یہ تھا کہ نفع زیادہ سے زیادہ ہو جس سے وہ مسلمانوں اور ان کے ساتھیوں کے خلاف لڑائی کی تیاری زیادہ سے زیادہ کر سکیں، اور ان کو کچل سکیں۔

مدینہ شام کے راستے میں پڑتا تھا اور یہی راستہ قریب تھا، جانے کے وقت اس قافلہ کی خبر مسلمانوں کو نہیں ہوئی؛ لیکن جب اس قافلے کے واپس ہونے کا وقت آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا راستہ روکنے کے لیے روانگی کا حکم دے دیا؛ چنانچہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جس حال میں تھے نکل کھڑے ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس قافلے کی طرف روانہ ہو گئے۔

قافلہ کو ''بدر'' ہو کر جانا چاہیے تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ اسی طرف روانہ ہوئے؛ لیکن چالاک ابوسفیان تو راستہ بدل کر نکل گیا تھا اور اس نے اپنا ایک آدمی مکہ بھیج دیا اور مکہ والوں سے مدد طلب کی کہ اپنے تجارتی قافلہ کی مدد کریں۔

قافلہ کے پاس وہ سرمایہ تھا جو جنگ کے لیے جمع کیا تھا، اس کے

علاوہ اور بھی مکہ کے بڑے بڑے لوگوں کا تجارتی مال تھا؛ اس لیے مکہ والے یہ خبر سنتے ہی بھڑک اُٹھے اور صرف تین دن میں ایک بڑا لشکر تیار کرلیا اور مکہ کے سب ہی بڑے بڑے سردار اس میں شریک ہوئے اور بڑے جوش وخروش اور شان کے ساتھ تقریباً ایک ہزار آدمیوں کا لشکر مسلمانوں کے مقابلے کے لیے روانہ ہوا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بدر کے قریب پہنچے تو عجیب صورتِ حال سامنے آئی کہ ابوسفیان کا قافلہ تو نہیں تھا؛ لیکن بڑا لشکر سامنے تھا جو ابوسفیان کی بھڑکا دینے والی خبر پر تیار ہوکر پورے جوش کے ساتھ مکہ سے روانہ ہوا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روانگی مدینہ سے جنگ کے ارادہ سے نہیں ہوئی تھی؛ اس لیے جنگ کے اوزار بھی نہیں لیے تھے جو ہاتھ لگ گیا تھا لے لیا تھا اور جو ساتھ ہوئے ان کی گنتی بھی تین سو تیرہ (۳۱۳) تھی، ہر ایک کے پاس پورے ہتھیار تو درکنار پورے کپڑے بھی نہیں تھے، دو یا تین گھوڑے اور سترّ (۷۰) اونٹ تھے جن پر باری باری سوار ہوتے تھے۔

بہر حال! بارہ یا سترہ رمضان المبارک ۲ سنہ ھ کو مسلمانوں کی مٹھی بھر جماعت قریش کے ایک ہزار بہادر سے مقابلے کے لیے کھڑی ہوگئی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صف بندی فرما کر خیمہ میں تشریف لائے اور اللہ کے حضور سر سجدہ میں رکھ کر مسلمانوں کی فتح اور نصرت کی دعا فرمائی، عرض کیا: اے

میرے اللہ: تیرے یہ بندے شہید ہو گئے تو اس روئے زمین پر کوئی تیرا نام لینے والا نہ رہ جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی دعا اور مسلمانوں کے اخلاص اور محنت کی برکت سے بڑی شاندار فتح عطا فرمائی، قریش کے بڑے بڑے سردار اس لڑائی میں مارے گئے جو مسلمانوں کے سخت دشمن تھے، جیسے عتبہ، شیبہ، ابوجہل، امیہ بن خلف اور بہت سے گرفتار ہو کر حضور ﷺ کی خدمت میں لائے گئے اور اس جنگ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کی مدد بھی آئی۔

قیدیوں کے ساتھ برتاؤ

اب ان قیدیوں کو قتل کر کے مسلمان اپنی تکالیف کا پورا پورا بدلہ لے سکتے تھے؛ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رحمت نے یہ گوارا نہ فرمایا کہ ان کو تکلیف دی جائے۔

اس زمانے میں کوئی جیل خانہ نہیں تھا، قیدیوں کو رسیوں یا چمڑے کی پٹی میں باندھ کر بند کر دیا کرتے تھے؛ لیکن آپ ﷺ نے ان قیدیوں کو تقسیم کر دیا، دو دو، چار چار ایک ایک صحابی کو دے دیے کہ اپنی نگرانی میں رکھیں اور ارشاد ہوا کہ: قیدیوں کو آرام کے ساتھ رکھیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان قیدیوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا کہ ان کو کھانا کھلاتے اور خود کھجوریں کھا کر رہ جاتے تھے۔ ان قیدیوں میں مصعب بن

عمیر رضی اللہ عنہ کے بھائی ابوعزیز بھی تھے،ان کا بیان ہے کہ مجھ کو جن انصاریوں کے یہاں رکھا تھا جب صبح شام کھانا لاتے تو روٹی میرے سامنے رکھ دیتے اور خود کھجوریں اٹھا لیتے تھے،یہ اس وجہ سے تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تاکید فرمائی تھی کہ قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔

قیدیوں کی رہائی

قیدیوں کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشورہ کیا؛ چنانچہ امیروں کو فدیہ لے کر رہا کیا گیا اور غریبوں کے ذمہ یہ رکھا کہ وہ مسلمانوں کے دس دس بچوں کو پڑھائیں اور جو غریب پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے ان کو یوں ہی چھوڑ دیا۔

اس غزوہ میں مسلمانوں کے سردار ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور کفار کا سردار ابوجہل تھا جو موت کے گھاٹ اتر گیا،اس جنگ میں مکہ کے ستّر افراد مارے گئے اور ستّر قید ہوئے اور چودہ مسلمانوں کو شہادت نصیب ہوئی،جن میں چھ(٦) مہاجر اور آٹھ(٨) انصار تھے۔

قرآنِ پاک میں بدر کے دن کو ''یوم الفرقان'' فرمایا گیا ہے؛ یعنی ایسا دن جس میں حق اور باطل جدا جدا ہوکر سامنے آ گئے اور ہدایت اور گمراہی کا فیصلہ ہوگیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بدر سے واپس مدینہ پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

صاحب زادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو لوگ دفن کرکے واپس ہورہے تھے، یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، عرصے سے بیمار تھیں اور انھیں کی تیمارداری کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساتھ نہیں لے گئے تھے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح

بدر سے واپسی کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فاطمہ زہراء کی شادی کی فکر ہوئی، کئی جگہوں سے پیغام آچکے تھے؛ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواہش تھی کہ ہم عمر لڑکا ملے، اللہ کا کرنا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی درخواست پیش کی جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منظور فرمائی اور ذی الحجہ ۲ سنہ ھ میں نہایت سادے طریقے سے یہ شادی ہوئی۔

پانچ سو (۵۰۰) درہم مہر مقرر ہوا؛ یعنی ایک کلو پانچ سو اکتیس (۱.۵۳۱) گرام چاندی، مہرِ فاطمی اسی کو کہا جاتا ہے۔

سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی کا جہیز

اب ذرا اس ساز وسامان کو بھی دیکھیے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چہیتی بیٹی کو دیا:

① ایک چار پائی۔
② چمڑے کا گدا جس میں کھجور کے درخت کی چھال بھری تھی۔

۳ ایک پیالہ۔
۴ ایک مَشک۔
۵ دو مٹی کے گھڑے۔
۶ دو چکیاں غلہ پیسنے کے لیے۔

الگ مکان

حضرت علی کرّم اللہ وجہہ اب تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ رہا کرتے تھے، ایک صحابی حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ نے اپنا خالی مکان ان دونوں کے رہنے کے لیے دیا، سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا وہاں تشریف لے گئیں۔

ایک زِرہ، ایک اونٹ کی کھال، ایک پرانی یمنی چادر، یہ کل دلہا کے مکان کا سامان تھا۔

شادی کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور دونوں پر تبرکاً پانی چھڑکا اور بیٹی سے فرمایا: بیٹی! میں نے تمھارا نکاح خاندان کے سب سے بہتر آدمی سے کیا ہے۔

رمضان شریف کے روزے

رمضان شریف کے روزے اور صدقۂ فطر کا حکم بھی اسی سال ہوا، عید کی نماز بھی اسی سال پہلی مرتبہ ادا کی، عید الاضحیٰ اور قربانی کے احکام نازل

ہوئے اور بیت المقدس کے بجائے خانۂ کعبہ مسلمانوں کا قبلہ قرار پایا۔

سوالات

① غزوہ کس کو کہتے ہیں؟ سریہ کس کو کہتے ہیں؟
② غزوۂ بدر کب پیش آیا؟
③ اس میں مسلمانوں اور مکہ کے کافروں کی تعداد کیا تھی؟
④ اس جنگ میں کتنے مسلمان شہید ہوئے؟
⑤ بدر میں مکہ والوں کے کتنے آدمی مارے گئے؟
⑥ مکہ والوں کے کتنے آدمی قید ہوئے؟
⑦ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس جنگ میں کیوں شریک نہیں ہوئے؟
⑧ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کب اور کیسے ہوا؟
⑨ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مہر کتنی تھی؟
⑩ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جہیز کیا تھا؟

چوتھا باب

آداب واخلاق

شکر اور احسان ماننا

اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ارشاد فرمایا: ﴿ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ﴾

ترجمہ: اگر تم واقعی (میرا) شکر کرو گے تو میں تم کو زیادہ (نعمت) دوں گا اور اگر تم نے (میری نعمت پر) ناشکری کی تو اچھی طرح سمجھ لینا کہ میرا عذاب بہت سخت ہے ﴿۷﴾

سو شکر کا فائدہ ''انعام کا زیادہ ہونا'' ہے اور ناشکری کا نتیجہ ''محرومی'' ہوتا ہے۔

شکر کا مطلب یہ ہے کہ نعمت کو نعمت سمجھیں اور دینے والے کا احسان مانیں۔

یہ نعمت اللہ کی طرف سے ہے تو دل سے کہو: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ''۔

اور اگر کسی بندے کی طرف سے ہو تو کہو: ''جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا''؛ یعنی اللہ تمھیں اس کا اچھا بدلہ دیں۔

لیکن زبانی شکر کافی نہیں ہے، اگر یہ نعمت اللہ کے کسی بندے کی طرف سے ہو تو اچھی بات یہ ہے کہ تم اس کا بدلہ دو۔

اللہ تعالیٰ کو نہ بدلے کی حاجت ہے اور نہ اللہ کی کسی نعت کا بدلہ دیا جاسکتا ہے، سو اللہ کی نعمتوں کا شکر یہ ہے کہ اللہ کے حکم پر عمل کرو اور جس

طرح اللہ نے ہم پر احسان کیا ہے ہم اللہ کی مخلوق پر احسان کریں، اور جو نعمتیں ہمارے پاس ہیں اس سے اللہ کی مخلوق کو فائدہ پہنچائیں اور نعمت کو جائز طریقے سے جائز کاموں میں استعمال کریں۔

مثال کے طور پر لکھنا پڑھنا ایک بہت بڑی نعمت ہے، اس کا شکر یہ ہے کہ دوسروں کو لکھنا پڑھنا سکھائیں، اگر کوئی اَن پڑھ کوئی چیز لکھوائے یا پڑھوائے تو لکھ دیں، پڑھ دیں اور اللہ کا شکر ادا کریں کہ اس نے ہم کو محتاج نہیں کیا؛ بلکہ اِس قابل بنایا کہ ہم سے کسی کی ضرورت پوری ہوئی۔

روپیہ پیسہ بہت بڑی نعمت ہے، اس کا شکر یہ ہے کہ ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کریں، زکوۃ ادا کریں، صدقہ خیرات دیں، قرض مانگنے والوں کو بلاسود قرض دیں۔

یادرکھیں! احسان بالکل نہ جتائیں، احسان جتانا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے، اس سے ثواب ختم ہوجاتا ہے۔

پیارے بچو! جو شخص تمھارے ساتھ احسان کا معاملہ کرے تم اس کا شکر ادا کرو اور اس کا احسان مانو؛ کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللهَ.

جو انسانوں کا احسان نہیں مانتا وہ خدا کا بھی احسان نہیں مان سکتا۔

ظاہر ہے انسانوں کا احسان آنکھوں دیکھی چیز ہوتی ہے، ماں باپ

نے جو کچھ ہمارے ساتھ کیا وہ ہمارے سامنے ہے، ان کی دوڑ دھوپ اور جدو جہد بھی ہمارے سامنے ہے ،اسی طرح ہمارے رشتہ دار ،دوست احباب جو کچھ احسان کا معاملہ ہمارے ساتھ کر رہے ہیں وہ آنکھوں دیکھی کانوں سنی چیز ہے۔

اللہ کے احسانات اور انعامات بہت زیادہ ہیں، ان کو پہچاننے کے لیے کچھ سمجھ بوجھ کی ضرورت ہے، سو جو شخص آنکھوں دیکھے احسان نہیں مان سکتا وہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کس طرح مان سکتا ہے جو آنکھوں سے نہیں دیکھے جاتے؛ بلکہ عقل سے پہچانے جاتے ہیں۔

لہذا ہم اپنے اندر احسان ماننے کی عادت پیدا کریں؛ تا کہ اللہ کا احسان مان سکیں اور اس کے شکر گذار بندے بن سکیں۔

اللہ کی نعمتوں کی قدر اور شکر کرنا ترقی کا سیدھا راستہ ہے۔

کھانے کی نعمت پر اللہ کا شکر

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا ملنے پر اللہ کا شکر ادا کرنا سکھلایا، ساتھ ہی پیٹ میں پہنچنے پر الگ شکر ادا کرنے کا حکم دیا۔ مان لیجیے کہ اللہ نے سب کچھ دیا؛ لیکن کھانے کے لیے منہ نہیں کھلتا، لقمہ چبایا نہیں جا سکتا، ہضم نہیں ہوتا تو ایسے بہت سی قسموں کے کھانوں کا کیا فائدہ ہوگا؟ معلوم ہوا کہ اللہ کی طرف سے رزق کا ملنا الگ احسان ہے اور اس

کا کھلانا، منہ میں پہنچانا اور وہاں سے پیٹ میں لے جانا اور بدن کے لیے مفید بنانا دوسرا بڑا احسان ہے؛ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ صرف کھانا دینے پر نہیں؛ بلکہ کھلانے پر بھی اللہ کا شکر ادا کریں۔

کھانے کے بعد کی دعا:

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ .(ترمذی)

ترجمہ: تمام تعریفیں اس اللہ کی ہیں جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور مسلمان بنایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تعلیم دی کہ ہم کھانا کھانے پر اللہ کا شکر اس طرح ادا کریں کہ: اے اللہ! آپ نے اپنے فضل سے رزق بھی دیا اور کھلایا پلایا بھی، اس پر آپ ہی کی ذات تعریف کے قابل ہے اور ہم نے آپ کا دیا ہوا کھا کر آپ کی ناشکری نہیں کی اور آپ کی بغاوت کرتے ہوئے کفر وشرک نہیں کیا؛ بلکہ آپ کے کرم سے مسلمان ہیں، اے اللہ! اس پر بھی ہم آپ کا ہی شکر ادا کرتے ہیں۔

میٹھا پانی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمیشہ پانی پینے کے بعد شکر کے کلمات کا معمول بنایا تھا اور اپنی امت کو بھی اس کی تعلیم دی تھی کہ پانی پینے کے بعد پڑھیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ سَقَانَا عَذْبًا فُرَاتًا بِرَحْمَتِهِ وَلَمْ یَجْعَلْهُ

مِلْحًا اُجَاجًا بِذُنوْبِنَا.(کنز العمال)

ترجمہ: اے اللہ! آپ ہی کا شکر ہے کہ آپ نے محض اپنے فضل سے ہمیں میٹھا اور پاکیزہ پانی پلایا، اگر آپ چاہتے تو ہمارے لیے ہمارے گناہوں کی وجہ سے اس کو بھی کھارا کر دیتے۔

دنیا میں بہت سارے لوگ صاف اور پینے لائق پانی سے محروم ہیں اور وہ گندہ اور گدلا پانی پینے پر مجبور ہیں، آج بھی دیہاتوں میں عورتیں اور بچے میٹھے پانی کے لیے کئی دور کنوؤں پر جاتے ہیں۔

غرض! میٹھا پانی ایک ایسی نعمت ہے کہ دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی دولت بھی اس کا بدلہ نہیں بن سکتی۔

پانی کے بغیر زندگی نہیں چلے گی، ہمارا جسم ہر عضو کے زندہ رہنے کے لیے پانی کا محتاج ہے، اس کے بغیر کھانا ہضم نہیں ہوسکتا، اور اس کے بغیر ہمارا خون بدن میں گھوم نہیں سکتا ہے، پانی تو نعمت ہے ہی، میٹھا پانی اس سے بڑی نعمت ہے، جس پر ہمیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے جو روز ہمیں اس نعمت سے نوازتے رہتے ہیں۔

پیارے بچو!

شکر کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اللہ کی دی ہوئی ہر نعمت پر ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' کہا جائے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین دعا ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' ہے، اس کا

معنی یہ ہے ''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کی ہیں'' (ترمذی)

اچھی اور بُری دوستی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان اپنے دوست کے طریقے پر چلتا ہے، پس پہلے سوچ لو کس سے دوستی کر رہے ہو۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھی اور بُری دوستی کی مثال دیتے ہوئے فرمایا: اچھا ساتھی گویا عطر بیچنے والا ہے، ممکن ہے وہ تمھیں عطر ہدیہ دے دے یا تم اس سے خرید لو؛ ورنہ کم از کم عطر کی خوشبو تو تمھارے دماغ میں پہنچے گی۔

اور بُرا ساتھی ایسا ہے جیسے کوئی بھٹی بھڑکانے والا، ممکن ہے بھٹی کے تنکے تمھارے کپڑوں پر آپڑیں، جس سے تمھارے کپڑے جل جائیں؛ ورنہ یہ تو ضرور ہوگا کہ دھواں، گرد اور بدبو تمھارے بدن اور کپڑوں اور دماغ کو خراب کریں گے۔

پیارے بچو!

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو مثال سے سمجھایا کہ جیسے عطر کی شیشیوں اور لوہار کی بھٹی کا اثر کپڑوں پر پڑتا ہے ایسے ہی اچھے اور بُرے آدمیوں کے پاس بیٹھنے کا اثر دل اور عادتوں پر پڑتا ہے۔

اچھے آدمیوں کے پاس بیٹھو گے تو اچھی باتیں سنو گے، اچھی باتیں سیکھو گے، اچھی عادتیں تمھارے اندر پیدا ہوں گی۔

اور بُرے آدمیوں کی صحبت میں بیٹھنے سے بُری باتیں سیکھو گے، بُری عادتیں تمھارے اندر پیدا ہوں گی اور تم بھی بُرے ہو جاؤ گے۔

دیکھو! تم ایسے لڑکوں کے پاس بیٹھو جو سمجھ دار ہوں، لکھنے پڑھنے کے شوقین ہوں، نماز کے پابند ہوں، تلاوت کرتے ہوں، باادب، سلیقہ مند اور صاف ستھرے رہتے ہوں، لوگ انھیں اچھا سمجھتے ہوں؛ تاکہ تم میں بھی یہ اچھی عادتیں پیدا ہوں اور تم کو بھی لوگ اچھا سمجھیں۔

شریر لڑکے جو بیہودہ بکواس کرتے رہتے ہوں، آوارہ گھومتے پھرتے رہتے ہوں، گالی گلوج کی ان کو عادت ہو، ایسے لڑکوں کے پاس کھڑے بھی مت رہو، یہ لڑکے بُرے ہیں، بدنام ہیں، ان کی بُری عادتیں تمھارے اندر پیدا ہوں گی، نتیجہ یہ ہوگا کہ تم بھی بُرے ہو جاؤ گے اور اگر بُرے نہ بھی ہوئے تو بدنام ضرور ہو جاؤ گے اور لوگ تمھیں بھی بُرا لڑکا سمجھنے لگیں گے۔

بڑوں کی عزت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کی عزت نہ کرے۔

پیارے بچو!

اسلامی تعلیمات میں چھوٹی عمر والوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے سے بڑی عمر والوں کی عزت کریں، اسی وجہ سے اچھے اور نیک بچے اپنے بڑوں کا ادب کرتے ہیں اور ان کی خدمت کرنا اپنی خوش قسمتی سمجھتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلْبَرْكَةُ مَعَ اَكَابِرِكُمْ .

ترجمہ: برکت تمھارے بڑوں کے ساتھ ہے۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا کہ اگر کسی وفد میں سے کوئی چھوٹی عمر کا شخص بڑوں سے پہلے بولنا شروع کر دیتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو تاکید فرماتے کہ: بڑے کو پہلے بولنے دو۔

بڑوں کے ساتھ پیش آنے کے چند آداب یہ ہیں:

① بڑوں کو سلام کرنا۔

② بڑوں کے سامنے ادب سے بیٹھنا۔

③ بڑوں کی بات ماننا اور ان سے بدتمیزی نہ کرنا۔

④ بڑوں کے سامنے آہستہ آواز سے بات کرنا۔

کھانے کے آداب

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد

ہاتھ دھونا اور کلی کرنا برکت لانے والا ہے۔ (ترمذی)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کھانا داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور شروع کرتے وقت بسم اللہ کہو۔ (بخاری ومسلم)

بسم اللہ اتنی زور سے کہو کہ دوسرے لوگ بھی سن کر کہہ لیں۔

جب کھانا کھاتے وقت بسم اللہ کہنا بھول جائے تو درمیان یا آخر میں جب یاد آجائے، تو اس طرح کہے: بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَآخِرَهٗ ۔ (ترمذی)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین انگلیوں سے کھانا کھایا کرتے تھے اور جب کھانے سے فارغ ہوتے تو انگلیوں کو چاٹ لیتے۔ (مسلم)

ضرورت کے وقت تمام انگلیوں کو استعمال کرنا درست ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کھانے کے بعد برتن کو چاٹ لے، برتن اس کے لیے استغفار کرتا ہے۔ (مسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کھانے سے فارغ ہوتے تو یہ دعا پڑھتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ ۔ (ابوداؤد، ترمذی)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی لقمہ گر جائے تو اٹھا کر صاف کر کے کھا لیا کرو، شیطان کے لیے نہ چھوڑو۔ (ترمذی)

جب کھانے میں مکھی گر جائے تو اُسے غوطہ دیکر پھینک دو؛ کیوں کہ اس کے ایک بازو میں بیماری ہے اور ایک میں شفا ہے، بیماری والا بازو

کھانے میں پہلے ڈالتی ہے۔(ابوداؤد)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانے کے وقت داہنا زانو کھڑا کر کے بائیں پاؤں پر بیٹھتے اور کبھی اکڑوں بیٹھ کر بھی کھاتے۔(مشارق الانوار)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کھانا سامنے رکھ دیا جائے تو اپنے جوتے اتار لیا کرو؛ کیوں کہ یہ تمھارے پیروں کے لیے راحت دینے والا ہے۔(مشکوٰۃ)

اپنے سامنے سے کھانا چاہیے، دوسروں کے آگے سے کھانے پینے کے سامان اپنی طرف کھینچ کھینچ کر کھانا ادب کے خلاف ہے، ہاں! اگر الگ الگ قسم کا کھانا ہو تو وہ لے سکتے ہیں۔

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش میں تھا اور ابھی بچہ تھا اور میرا ہاتھ پورے پیالے میں گھومتا تھا، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بیٹا! بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ، داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔(بخاری، مسلم)

کھانا کھانے کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ کھانا برتن کے کنارہ سے کھانا چاہیے، درمیان سے نہ کھائیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: برکت کھانے کے درمیان میں اترتی ہے، سو کناروں سے کھاؤ، درمیان سے نہ کھاؤ۔(ابوداؤد)

سونے کے آداب

جب سونے کا ارادہ کرے تو وضو کرے اور اپنے بستر کو تین بار جھاڑ لے، پھر ۳۳ ؍مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳؍مرتبہ الحمد للہ، ۳۴؍ مرتبہ اللہ اکبر اور ایک مرتبہ آیت الکرسی پڑھے، پھر تین قل پڑھ کر دونوں ہاتھوں پر دم کر کے تمام بدن پر پھیرے، تین مرتبہ ایسا کرے، اس کے بعد داہنی کروٹ پر لیٹ کر داہنا ہاتھ چہرے کے نیچے رکھ کر یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ قِنِیْ عَذَابَكَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ .(ابوداؤد)

ترجمہ: اے اللہ! جس دن آپ اپنے بندوں کو اٹھائیں اس روز مجھ کو اپنے عذاب سے بچا۔

اور پھر یہ دعا پڑھے: اَللّٰھُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ اَحْیا .

جب صبح اٹھے تو یہ دعا پڑھے:

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَابَعْدَمَااَمَاتَنَاوَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ.(بخاری)

ترجمہ: شکر ہے اس اللہ کا جس نے ہمیں موت کے بعد زندگی عطا فرمائی اور مرنے کے بعد اسی کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے۔

اچھے بُرے خواب

اگر اچھا خواب دیکھے تو اللہ کا شکر ادا کرے اور اس کے فضل وکرم

کی امید رکھے،اور اگر بُرا خواب دیکھ کر آنکھ کھل جائے تو بائیں طرف تین بار تھتکار دے اور تین بار" اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم " پڑھ کر دوسری کروٹ بدل کر سو جائے اور کسی سے اس کا ذکر نہ کرے، ان شاء اللہ! کوئی نقصان نہیں ہوگا۔(مسلم)

اور پھر جب موقع ملے تو دو رکعت نماز پڑھ کر خواب کی برائی سے حفاظت کی دعا کرے۔

چھینک کا بیان

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کسی کو چھینک آئے تو" اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ " کہے اور سننے والا" يَرْحَمُكَ اللهُ " کہے تو چھینکنے والا اس کے جواب میں" يَهْدِيْكُمُ اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ " کہے۔(بخاری)

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھینک آتی تو منہ کو ہاتھ یا کپڑے سے چھپا لیتے اور آواز کو آہستہ کرتے۔(ابوداؤد)

جب کسی کو ڈکار یا چھینک آئے تو زور سے آواز نہ کرے کہ شیطان کو یہ بات پسند ہے کہ ان میں آواز زور سے کی جائے۔(بیہقی)

مسئلہ: چھینکنے والا" اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ " کہے تو سننے والے پر جواب دینا واجب ہے، اس طرح کہ چھینکنے والا سن لے۔(درمختار)

جُمائی کا بیان

جب کسی کو جمائی آئے تو جہاں تک ممکن ہو اُسے روکے، جب انسان جمائی لیتا ہے تو شیطان اُس پر ہنستا ہے۔

ہم کو چاہیے کہ جمائی کو چھپانے کے لیے اپنا دایاں ہاتھ منہ پر رکھ لے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ: جب کسی کو جمائی آئے تو منہ پر ہاتھ رکھ لے؛ کیوں کہ شیطان منہ میں گھس جاتا ہے۔(مسلم)

جب جمائی آئے تو ''ہاء، ہاء'' مت کرو، یہ شیطانی آواز ہے۔

گھر کے آداب

اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ''گھر'' ہے، ہمارا گھر ہمارے لیے سردی، گرمی، دھوپ اور بارش وغیرہ سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔

ہم اپنے گھر میں دادا، دادی اور ابو، امی ، بھائی ،بہن وغیرہ کے ساتھ رہتے ہیں، ایک اچھا مسلمان اپنے گھر کا اور گھر والوں کا اور پڑوسیوں کا بہت خیال رکھتا ہے۔

والدین اور گھر میں جو بڑے ہوں ان کا ادب کریں اور ان کا کہنا مانیں، گھر کے کاموں میں ساتھ دینا چاہیے، چھوٹے بہن بھائیوں سے محبت کے ساتھ پیش آئیں، آپس میں لڑائی جھگڑا نہ کریں، پڑسیوں کا

خیال رکھیں، انھیں کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائیں۔
اپنے گھر کی صفائی کے ساتھ ساتھ گھر کے اطراف کی صفائی کا بھی خیال رکھیں، جب کوئی چیز کھائیں، جیسے پھل یا بسکٹ یا اور کوئی چیز تو اس کے چھلکے اور کاغذ گھر، مدرسہ یا راستہ وغیرہ میں نہ پھینکیں؛ بلکہ کچرا دان (ڈسٹ بین) میں ڈالیں۔

گھر کے چند آداب

① دروازہ کھٹکھٹا کر گھر میں اس طرح داخل ہوں کہ گھر والوں کو معلوم ہو جائے۔
② پہلے دایاں پاؤں گھر میں داخل کریں۔
③ گھر میں داخل ہونے کی دعا پڑھیں۔
④ گھر والوں کو سلام کریں۔
⑤ گھر میں داخل ہوتے وقت اور نکلتے وقت دروازہ آہستہ سے بند کریں۔
⑥ بہن، بھائی یا گھر والوں کی چیز بغیر اجازت کے استعمال نہ کریں۔
⑦ دیواروں، الماریوں وغیرہ پر نہ لکھیں، گھر کی صفائی ستھرائی کا خیال رکھیں، گندگی نہ پھیلائیں۔
⑧ گھر والوں سے پوچھ کر اور سلام کر کے باہر نکلیں۔

(۹) پہلے بایاں پاؤں گھر سے باہر رکھیں۔
(۱۰) گھر سے نکلنے کی دعا پڑھ کر نکلیں۔
گھر سے نکلنے کی دعا:
بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ.(ترمذی)
گھر میں داخل ہوتے وقت پہلے گھر والوں کو سلام کرے، پھر یہ دعا پڑھے:
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَيْرَ الْمَوْلَجِ وَ خَيْرَ الْمَخْرَجِ ، بِسْمِ اللّٰهِ وَلَجْنَا وَبِسْمِ اللّٰهِ خَرَجْنَا وَعَلَى اللّٰهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا.(ابوداؤد)

مسجد کے آداب

مسجد جہاں مسلمان دن میں پانچ مرتبہ اکٹھے ہوکر باجماعت نماز ادا کرتے ہیں، اس کے علاوہ نوافل، تلاوتِ قرآنِ کریم اور ذکرِ الٰہی بھی مسجد میں ادا کیے جاتے ہیں۔
مساجد جنت کے باغ ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا:
اَحَبُّ الْبِلَادِ اِلَى اللّٰهِ مَسَاجِدُهَا .
ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نزدیک زمین پر سب سے زیادہ پسندیدہ جگہ مسجد ہے۔
مسجد اللہ تعالیٰ کا گھر ہے، اس کا ادب واحترام کرنا اور صاف ستھرا

رکھنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔

مسجد کے چند آداب ہیں:

① پیاز، لہسن، گٹکھا، تمباکو، بیڑی، سگریٹ وغیرہ بدبودار چیز کھا کر مسجد میں نہ جائیں؛ بلکہ پہلے منہ صاف کرلیوے۔

② اپنے جوتے، چپل مسجد سے باہر جھاڑ کر سلیقے سے مناسب جگہ رکھیں۔

③ جب مسجد میں داخل ہوں تو پہلے سیدھا پاؤں داخل کریں۔

④ بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ۔ پڑھ کر مسجد میں داخل ہونے کی دعا پڑھیں: اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ۔

⑤ مسجد میں داخل ہوتے وقت نفل اعتکاف کی نیت کریں۔

⑥ اگلی صف میں جانے کے لئے لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر نہ جائیں۔

⑦ مسجد میں داخل ہونے کے بعد مکروہ وقت نہ ہو تو دو رکعت نفل ''تَحِيَّةُ الْمَسْجِدْ'' پڑھیں۔

⑧ جماعت ختم ہوتے ہی فوراً سنت کی نیت نہ باندھیں تاکہ گذرنے والوں کو تکلیف نہ ہو۔

⑨ سنت اور نوافل مسجد کے دروازوں کے سامنے اور راستوں

میں نہ پڑھیں بلکہ ایک طرف ہوکر پڑھیں۔

⑩ نمازی کے سامنے سے ہرگز نہ گزریں؛ کیوں کہ نمازی کے سامنے سے گزرنا سخت گناہ ہے۔

⑪ مسجد میں شور مچانا اور دنیوی باتیں کرنا منع ہے۔

⑫ مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کرنا منع ہے۔

⑬ مسجد سے نکلتے وقت اُلٹا پاؤں پہلے باہر رکھیں، اور بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ پڑھ کر مسجد سے نکلنے کی دعا پڑھیں: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ .

لڑکیاں بھی گھر بیٹھے یہ سارے فضائل حاصل کرسکتی ہیں۔اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ لڑکیاں اپنے گھر میں ہی ایک جگہ نماز کے لئے مخصوص کرلیں۔فرض نمازیں، نوافل، ذکر و تلاوت وغیرہ سارے اعمال اسی جگہ کیا کریں تو ان کو گھر سے باہر نکلے بغیر یہ اعمال مسجد میں ادا کرنے کا ثواب ملے گا۔اس کو گھر کی مسجد بھی کہہ سکتے ہیں، رمضان میں وہاں اعتکاف بھی کرسکتی ہیں۔

HAMDAM PRESS, MALEGAON @ 9860448783 / 9890069488

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام

تعلیم الدین

تیسرا حصہ

مکتب کے بچے، اسکول اور کالیج میں پڑھنے والے اور عام مسلمانوں کے لیے فائدہ کی کتاب

دینِ اسلام کی بنیادی اور ضروری باتیں سکھانے والی آسان کتاب

اسلامی عقائد | فقہ | سیرتِ پاک | آداب واخلاق



از

مولانا اسماعیل صاحب کاپودروی

مفتی محمود صاحب بارڈولی

ناشر

نورانی مکاتب

www.nooranimakatib.com

تفصیلات

نام کتاب	:	تعلیم الدین (تیسرا حصہ)
از	:	مولانا اسماعیل صاحب کاپودروی و مفتی محمود صاحب بارڈولی
ناشر	:	نورانی مکاتب
صفحات	:	112
طبعِ اول	:	صفر ۱۴۴۱ھ م اکتوبر ۲۰۱۹ء
طباعت	:	ہمدم پریس، مالیگاؤں 9890069488 9860448783 ©

ملنے کے پتے

مولانا یوسف صاحب بھانا، محمود نگر، ڈابھیل	9558174772
مدرسہ گلشنِ خدیجۃ الکبریٰ، اون، سورت	9714814566 9898371086
دار المکاتب کاپودرا	9712005458 9824289750

فہرستِ مضامین

اخلاق و آداب

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ ربِّ العالمین و الصلوۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد خاتم النبیین وعلیٰ اٰلہ وصحبہ وعلیٰ من تبعھم باحسان الیٰ یوم الدین.

مکتب ایک اسلامی گلشن ہے، دینی گہوارہ ہے، مکتب کے دو اہم بنیادی مقصد ہیں:

① مکتب میں قرآنِ مجید کی صحیح تعلیم دی جاتی ہے اور قرآنِ کریم کے الفاظ صحیح پڑھنا سکھایا جاتا ہے، قرآنِ کریم کی چند سورتیں زبانی یاد کرائی جاتی ہے۔

② مکتب دین کی بنیادی تعلیم کا مرکز ہے، مسلمانوں کو دین کی بنیادی ضروری معلومات مکتب میں پیش کی جاتی ہیں، ایک مسلمان کے لیے بنیادی طور پر جو چیزیں ضروری ہیں وہ مکتب میں سکھائی جاتی ہیں، اسی طرح ایک مسلمان کو جو چیزیں زبانی یاد ہونی چاہیے وہ بھی مکتب میں یاد کرائی جاتی ہیں، جس کے لیے حسبِ ذیل چیزیں مکتب کے نصاب میں ہونا بہت ضروری ہیں:

① اسلامی عقائد: جس میں دین کے بنیادی عقیدے ہوں، ایمانِ مجمل اور مفصل کی وضاحت ہو۔

اور جن چیزوں سے عقائد خراب ہوتے ہیں اور کفر وشرک کا خطرہ ہوجاتا ہے ان چیزوں کو بھی بتانا ضروری ہے؛ تاکہ اس سے اپنے آپ کو بچایا جائے، صحیح عقائد کا ہونا یہ ایمان کی بنیاد ہے۔

② ضروری دینی مسائل۔

③ حضرت نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین کی سیرتِ مبارکہ۔

④ محفوظات کا ایک نصاب، جن میں پانچ کلمے، ضروری مسنون دعائیں اور دیگر ضروری باتیں زبانی یاد کرنا ہوتا ہے۔

نورانی مکاتب جو مکاتبِ قرآنیہ کا ایک حسین گلدستہ ہے۔

قرآن کی خدمت کرنے والے چند ٹرسٹوں کا ایک مجموعہ اور ادارہ ہے۔

دین وایمان کی حفاظت کا ایک انقلابی کارنامہ انجام دینے والا نورانی مرکز ہے۔

ارتداد، جہالت، غربت وافلاس زدہ مسلمانوں کی ایمانی، دینی حفاظت کا ایک مستحکم قلعہ ہے۔ یہ سب اللہ کا فضل وکرم ہے۔

مکاتبِ قرآنیہ کے اوپر لکھے ہوئے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے نصاب کے طور پر حسبِ ذیل کتابیں اردو، گجراتی، انگریزی زبان میں آج تک بفضل اللہ تعالیٰ نورانی مکاتب اور دارالمکاتب کے زیرِ سرپرستی تیار ہوکر شائع ہوئیں اور عالم میں پھیل گئیں، الحمد للہ علی ذلک۔

① بچوں کا تحفہ (اول، ثانی)۔
② بچوں کو پڑھانے کا طریقہ۔
③ روضۃ الاطفال۔
④ رہبرِ معاون۔
⑤ مکاتب کے اہم امور۔
⑥ معلم الاطفال۔
⑦ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔
⑧ گلدستۂ اطفال (تین حصے)۔

۹ تعلیمی نفسیات۔

۱۰ حفظ پڑھانے کا طریقہ۔

۱۱ تحفۂ حفاظ۔

۱۲ طریقۂ تعلیم الصبیان۔

۱۳ پارۂ عم پڑھانے کا طریقہ۔

مکاتب کے اس نصاب کے ساتھ دیگر مطبوعات اس کے علاوہ ہیں۔

پھر بھی بدلتے ہوئے حالات کے تقاضوں کے پیشِ نظر اوپر لکھے گئے مکاتب کے مقاصد میں سے دوسرے نمبر کے مقصد کی تکمیل کے لیے ایک جامع، آسان اور عام فہم نصاب کے ضروت کی تکمیل کے لیے یہ چند کتابیں تیار کی گئیں:

۱ محفوظات کا آسان نصاب۔

۲ تعلیم الدین (پہلا حصہ)۔

۳ تعلیم الدین (دوسرا حصہ)۔

۴ تعلیم الدین (تیسرا حصہ)۔

۵ تعلیم الدین (چوتھا حصہ)۔

۶ تعلیم الدین (پانچواں حصہ)۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ ان تمام کتابوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، اپنی خوشنودی کا ذریعہ بنائے اور اوپر لکھے ہوئے مقاصدِ خیر کی تکمیل کا ذریعہ بنائے۔

ان کتابوں کی تالیف، ترتیب، تصحیح، تزیین، کمپوزنگ، طباعت واشاعت میں بہت سارے حضرات نے حصہ لیا ہے، خاص کر:

① مجددِ مکاتب حضرت مولانا اسماعیل احمد لولات صاحب کاپودروی زید مجدہ، استاذِ حدیث: جامعہ قاسمیہ کھروڈ ، رکنِ رکین: مجلسِ شوریٰ نورانی مکاتب ، سر پرست: دارالمکاتب کاپودرا۔

② حضرت مولانا مفتی شکیل صاحب ، استاذِ حدیث و ناظم: مدرسہ خدیجۃ الکبری، اون، سورت۔

③ حضرت مولانا مفتی توصیف صاحب ابن حاجی شکیل، استاذِ حدیث وناظمِ حسابیات: مدرسہ خدیجۃ الکبری و گلشن احمد ٹرسٹ۔

④ حضرت مولانا عمران چانکی صاحب ،صدر: ایکتا ایجوکیشن چیریٹیبل ٹرسٹ، پنچ محل، گودھرا، ومعاونِ ناظم: شعبۂ نشرواشاعت نورانی مکاتب۔

⑤ حضرت مولانا حافظ قاری عبدالعزیز حافظجی ،ٹرسٹی: گلشنِ احمد ٹرسٹ سورت، ورکنِ مجلسِ شوریٰ: نورانی مکاتب۔

⑥ حضرت مولانا آصف صاحب سورتی، معاون: گلشنِ احمد ٹرسٹ سورت۔

اور دوسرے تمام ہی حضرات کو اللہ جزائے خیر عطا فرمائے اور اس سلسلے کو بے انتہا قبول فرمائے اور اس کے فیض کو صبحِ قیامت تک پورے عالم میں عام وتام فرمائے۔

اس نصاب میں اگر غلطی نظر آئے تو ضرور مطلع فرمائے، ان شاء اللہ! آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کر لی جائے گی اور اس نیک کام میں آپ بھی شامل ہوں گے۔

(حضرت مفتی) محمود (صاحب) بارڈولی (دامت برکاتہم)

استاذِ تفسیر وحدیث: جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل

یکے از بانیان وسر پرست: نورانی مکاتب

پہلا باب

عقائدِ اسلام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ تعالیٰ کے نام وصفات

ایمانِ مجمل: اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ كَمَا هُوَ بِاَسْمَائِهٖ وَ صِفَاتِهٖ وَ قَبِلْتُ جَمِيْعَ اَحْكَامِهٖ.

ترجمہ: ایمان لایا میں اللہ پر جیسا کہ وہ اپنے ناموں اور صفاتوں کے ساتھ ہیں اور میں نے ان کے تمام احکام قبول کیے۔

ایمانِ مجمل کا پہلا حصہ

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ كَمَاهُوَ بِاَسْمَائِهٖ وَ صِفَاتِهٖ

اللہ تعالیٰ کا ایک نام ذاتی ہے اور باقی نام صفاتی ہیں۔

سوال: اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ''اللہ'' ہے، اس کو ''اسمِ ذات'' کہتے ہیں، اس کے علاوہ دوسرے نام ''صفاتی'' ہیں۔

سوال: صفاتی نام کے کیا معنی ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی بہت سی صفات ہیں، مثلاً:

قَدِيْمٌ: یعنی ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔

قَادِرٌ: یعنی ہر چیز پر طاقت اور قدرت ہونا۔

حَيٌّ: یعنی زندہ ہونا۔ سَمِيْعٌ: سننے والا۔ بَصِيْرٌ: دیکھنے والا، وغیرہ۔

جو نام کسی خوبی کو ظاہر کرے اس کو صفاتی نام کہتے ہیں، جیسے ایک شخص کا نام زید ہے اور وہ حافظ بھی ہے اور عالم اور قاری بھی ہے تو زید اس کا ذاتی نام ہے اور حافظ، عالم، قاری اس کے صفاتی نام ہیں۔

سوال: اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام تو ایک ہے، اس کے صفاتی نام کتنے ہیں؟

جواب: اللہ پاک نے قرآن میں فرمایا:

﴿وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے بہت سے اچھے نام ہیں، تم انھیں ناموں سے اسے پکارا کرو۔

اور حدیث شریف میں ہے:

اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى تِسْعَةً وَّ تِسْعِيْنَ اِسْمًا ؛ مِئَةً اِلَّا وَاحِدًا. (بخاری)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے؛ یعنی ایک کم سو نام ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: اللہ تعالیٰ کے ننانوے صفاتی نام ہیں۔ ہم اللہ پاک کی تمام صفات پر ایمان لاتے ہیں، دل سے ان کو مانتے ہیں اور یقین کرتے ہیں۔

بچو! یاد رکھو:

(١) اہلِ سنت و جماعت اللہ تعالیٰ کے ان تمام اسما اور صفات کو ثابت مانتے ہیں جو اللہ نے اپنے لیے یا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کے لیے ثابت فرمائے ہیں۔

② اللہ پاک کی ایک صفت ''سَمِیْعٌ'' ہے؛ یعنی سننے والے؛ لیکن اللہ پاک مخلوق کی طرح سننے کے لیے کان کے محتاج نہیں۔

اسی طرح ''بَصِیْرٌ'' دیکھنے والے؛ لیکن اللہ پاک کو دیکھنے کے لیے آنکھوں کی ضرورت نہیں، اللہ پاک جسم سے پاک ہیں۔

اللہ پاک نے قرآن میں فرمایا:

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ⑪

ترجمہ: کوئی چیز اس کے جیسی نہیں ہے اور وہی ہر بات سنتے ہیں (اور) سب کچھ دیکھتے ہیں۔

ایمانِ مجمل کا دوسرا حصہ

وَقَبِلْتُ جَمِيْعَ اَحْكَامِهٖ

اللہ تعالیٰ کے احکام کو قبول کرنا؛ یعنی زبان سے اقرار کرنا اور دل سے تصدیق کرنا۔

اللہ تعالیٰ نے ہم کو بہت سے کام کرنے کا حکم دیا ہے، جیسے: نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا، سچ بولنا، والدین کی اطاعت کرنا وغیرہ، ہم ان تمام احکام کو مانتے ہیں اور جن کاموں سے روکا ہے، جیسے: جھوٹ بولنا، چوری کرنا، گالی دینا وغیرہ، ہم ان تمام کو حرام سمجھتے ہیں اور نہ کرنے کا عہد کرتے ہیں۔

بچو! یاد رکھو:

① جو انسان اللہ تعالیٰ کے حکموں کا اقرار نہ کرے؛ بلکہ انکار کرے وہ کافر ہے، جیسے: نماز یا روزہ وغیرہ احکام میں سے کسی کا بھی انکار کرے وہ انسان کافر ہے۔

② جو انسان اللہ تعالیٰ کے احکام کا صرف زبان سے اقرار کرے لیکن دل سے سچا نہ مانے وہ منافق ہے۔

③ جو انسان اللہ تعالیٰ کے احکام کا زبان سے اقرار اور دل سے سچا مانے؛ لیکن اس پر عمل نہ کرے وہ فاسق اور گنہگار ہے، خالی عمل نہ کرنے سے انسان کافر نہیں ہوتا۔

ایمان کا بیان

سوال: ایمان کسے کہتے ہیں؟

جواب: ایمان اُسے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کی تمام صفتوں اور فرشتوں اور آسمانی کتابوں اور پیغمبروں کو دل سے سچا مانے اور جو باتیں حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں ان سب کو سچا سمجھے اور زبان سے ان تمام باتوں کا اقرار کرے۔

سوال: کیا زبان سے اقرار کرنا کسی مجبوری کی وجہ سے معاف ہو جاتا ہے یا نہیں؟

جواب: زبان سے اقرار کرنا ضرورت کی وجہ سے معاف ہو جاتا ہے، جیسے گونگے آدمی کا ایمان بغیر زبانی اقرار کے بھی معتبر ہے۔

نیک عمل کا بیان

سوال: اعمالِ صالحہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: اعمالِ صالحہ کے معنی ہیں ''نیک کام''، جو عبادتیں اور نیک کام اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر نے مخلوق کو سکھائے اور بتائے ہیں وہ سب اعمالِ صالحہ کہلاتے ہیں۔

سوال: کیا اعمالِ صالحہ ایمان کے لیے ضروری ہیں؟

جواب: جی ہاں! کامل ایمان کے لیے اعمالِ صالحہ ضروری ہیں؛ کیوں کہ اعمالِ صالحہ اور عبادتوں سے ایمان میں روشنی اور کمال پیدا ہوتا ہے، اگر اعمالِ صالحہ نہ ہوں تو ایمان ادھورا رہتا ہے۔

سوال: اللہ نے کس مخلوق کو ایمان اور اعمالِ صالحہ کا حکم دیا ہے؟

جواب: انسانوں اور جنّاتوں کو ایمان اور اعمالِ صالحہ کا حکم دیا ہے، انھیں دونوں کو ''مُکلّف'' کہتے ہیں۔ فرشتے اور باقی جاندار عبادت کے مکلف نہیں ہیں۔

جنّات

سوال: جنات کسے کہتے ہیں؟

جواب: جنات اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے جو آگ سے پیدا کی گئی ہے، ان میں مرد بھی ہیں اور عورت بھی، وہ کھاتے پیتے بھی ہیں اور شادی بیاہ بھی کرتے ہیں۔

سوال: کیا جنات اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں؟

جواب: جی ہاں! انسانوں کی طرح جنات بھی اللہ تعالیٰ کے احکام کے پابند ہیں، جیسا کہ اوپر معلوم ہوا، اور ان میں نیک، برے، عالم، جاہل، مسلم، کافر ہر قسم کے ہوتے ہیں۔

سوال: اگر کوئی جنات کے موجود ہونے کا انکار کرے وہ کیسا ہے؟

جواب: جنات کا موجود ہونا قرآن میں جگہ جگہ بیان کیا گیا ہے؛ اس لیے اس کو نہ ماننے والا شخص کافر ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا بیان

سوال: صحابی کسے کہتے ہیں؟

جواب: جس نے ایمان کی حالت میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ہو اور ایمان کی حالت میں اس کا انتقال ہوا ہو ایسے شخص کو **صحابی** کہتے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی بہت بڑی تعداد ہوئی ہے، ایک لاکھ سے زیادہ تھے۔

سوال: کیا تمام صحابہ رضی اللہ عنہم مرتبے میں برابر ہیں؟

جواب: صحابہ رضی اللہ عنہم کے مرتبے آپس میں کم زیادہ ہیں؛ لیکن باقی امت سے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم افضل ہیں۔

سوال: صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب سے افضل صحابی کون ہیں؟

جواب: تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں چار صحابی سب سے افضل ہیں:

① حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو پوری امت میں سب سے افضل ہیں۔

② حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد امت میں سب سے افضل ہیں۔

③ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد تمام امت سے افضل ہیں۔

④ حضرت علی رضی اللہ عنہ جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد تمام امت سے افضل ہیں۔

یہی چاروں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد آپ کے خلیفہ ہوئے۔

سوال: کیا کسی صحابی کو فاسق اور ملعون کہنا جائز ہے؟

جواب: کسی بھی صحابی کے بارے میں بری بات بولنا جائز نہیں، ایسا شخص بہت بڑا گنہگار اور فاسق ہے، ایسے شخص کو توبہ کرنی چاہیے؛ ورنہ ایمان چلے جانے کا خطرہ ہے۔

اولیائے کرام کا بیان

سوال: ولی کسے کہتے ہیں؟

جواب: جو مسلمان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکموں کی مکمل پابندی کرے اور بہت زیادہ عبادت کرے اور گناہوں سے بچتا رہے، اللہ اور اس کے رسول کی محبت تمام چیزوں سے زیادہ رکھتا ہو تو وہ اللہ کا مقرب اور پیارا ہوتا ہے، اس کو ولی کہتے ہیں۔

سوال: کیا ہر مسلمان ولی بن سکتا ہے؟

جواب: ہاں! ہر مسلمان ولی بن سکتا ہے۔

نوٹ: جو شخص شریعت کے خلاف کام کرتا ہو اور گناہوں سے نہ بچتا ہو وہ ہرگز ولی نہیں ہو سکتا۔

سوال: کیا کسی ولی سے اللہ کے احکام معاف ہو جاتے ہیں؟

جواب: جب تک آدمی کے ہوش و حواس باقی ہوں اور طاقت بھی ہو تو شریعت کے احکام ہرگز معاف نہیں ہوتے۔

سوال: کیا کسی کا ولی ہونا ختم ہو سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں! جب کوئی شریعت کے خلاف کام کرنے لگے تو اس کا ولی ہونا ختم ہو جاتا ہے۔

سوال: کیا صحابی کو ولی کہہ سکتے ہیں؟

جواب: ہاں! تمام صحابہ اللہ کے ولی تھے؛ کیوں کہ آپ ﷺ کی صحبت کی برکت سے ان کے دلوں میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت بہت تھی، وہ دنیا سے محبت نہیں رکھتے تھے، بہت زیادہ عبادت کرتے تھے، گناہوں سے

بچتے تھے اور اللہ اور اس کے رسول کے حکموں کی پابندی کرتے تھے۔

سوال: کیا کوئی ولی۔ جو صحابی نہ ہو۔ صحابی کے درجہ کے برابر یا اس سے زیادہ مرتبے والا ہوسکتا ہے؟

جواب: ہرگز نہیں! صحابی ہونے کی فضیلت بہت بڑی ہے؛ اس لیے کوئی بھی ولی۔ جو صحابی نہ ہو۔ مرتبے میں کسی بھی صحابی کے برابر نہیں ہوسکتا۔

معجزہ اور کرامت کا بیان

سوال: معجزہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں سے کبھی عام عادت کے خلاف ایسی باتیں ظاہر کرا دیتے ہیں جن کو دنیا کے لوگ نہیں کرسکتے؛ تاکہ لوگ ایسی باتوں کو دیکھ کر سمجھ لیں کہ یہ اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں، ایسی باتوں کو "معجزہ" کہتے ہیں۔

سوال: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں سے ایک دو بیان فرمائیں؟

جواب: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ ایسی چمک پیدا کر دیتے تھے کہ اس کی روشنی سورج کی روشنی سے زیادہ ہوجاتی تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے نیل ندی کے درمیان سوکھے راستے بن گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے ساتھ دریا پار اُتر گئے اور جب فرعون کا لشکر ان راستوں سے گزرنے کے ارادے سے دریا میں اُترا اور بیچ دریا میں پہنچا تو پانی مل گیا اور فرعون اپنے لشکر کے ساتھ ڈوب کر ہلاک ہوگیا۔

سوال: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چند معجزات بیان فرمائیں؟

جواب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے مردے کو زندہ کردیتے تھے۔ ماں کے پیٹ سے اندھے پیدا ہونے والے کو دیکھنے والا کر دیتے تھے۔ کوڑھیوں کو اچھا کر دیتے تھے۔ مٹی کی چڑیا بنا کر انھیں زندہ کر کے اڑا دیتے تھے۔

سوال: ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چند معجزات بیان فرمائیں؟

جواب: ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بے شمار معجزات ہیں؛ لیکن سب سے بڑا معجزہ قرآنِ کریم ہے، چودہ سو (۱۴۰۰) برس سے زائد عرصہ گذر گیا؛ لیکن آج تک عربی زبان کے بڑے بڑے عالم فاضل اپنی کوشش ختم کر ڈالنے کے باوجود قرآنِ پاک کی ایک چھوٹی سی آیت جیسی بھی نہ بنا سکے اور نہ قیامت تک کوئی بنا سکیں گے۔

دوسرا معجزہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ''معراج'' ہے۔

تیسرا معجزہ ''شق القمر'' ہے۔

سوال: شق القمر سے کیا مراد ہے؟

جواب: شق القمر سے مراد یہ ہے کہ ایک رات مکہ کے کافروں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہا کہ: ہمیں کوئی معجزہ دکھائیے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی انگلی مبارک سے چاند کی طرف اشارہ کیا تو چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے اور سب لوگوں نے ٹکڑے دیکھ لیے، پھر دونوں ٹکڑے آپس میں مل گئے۔

سوال: معراج کے کیا معنی ہے؟

جواب: معراج کے معنی ہے سیڑھی سے اوپر چڑھنا۔

سوال: حضرت محمد ﷺ کو معراج کرانے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ ﷺ رات کو جاگتے ہوئے براق پر سوار ہو کر مکہ معظّمہ سے بیت المقدس تک اور وہاں سے ساتوں آسمانوں پر اور پھر جہاں تک خدا کو منظور تھا وہاں تک تشریف لے گئے۔ اس رات میں جنت اور دوزخ کو دیکھا، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے بات فرمائی، نماز فرض ہوئی اور پھر صبح ہونے سے پہلے اپنے مقام پر واپس آ گئے۔

سوال: کرامت کسے کہتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی عزت بڑھانے کے لیے کبھی کبھی ان کے ذریعہ ایسی باتیں ظاہر کرا دیتے ہیں جن کا ہونا عام طور پر مشکل ہوتا ہے، جس کو دوسرے لوگ نہیں کر سکتے، ایسی باتوں کو کرامت کہتے ہیں۔ اولیاء اللہ سے کرامات کا ظاہر ہونا حق ہے۔

سوال: کیا اولیاء اللہ سے کرامت کا ظاہر ہونا ضروری ہے؟

جواب: نہیں! ولی کے لیے کرامت کا ظاہر ہونا ضروری نہیں، یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی اللہ کا ولی ہو اور عمر بھر اس سے کوئی کرامت ظاہر نہ ہو۔

سوال: بعض لوگوں سے ایسی باتیں ظاہر ہوتی ہیں جو دوسرے لوگ نہیں کر سکتے اور وہ لوگ ظاہر میں شریعت پر عمل کرنے والے بھی نہیں ہوتے،

انھیں کیا سمجھنا چاہیے؟

جواب: شریعت کے خلاف کام کرنے والوں سے اگر کوئی ایسی بات ظاہر ہوتو سمجھو یہ جادو یا استدراج ہے، کرامت ہرگز نہیں ہوسکتی، ایسے لوگوں کو ولی سمجھنا اور خلافِ عادت باتوں کو کرامت سمجھنا شیطانی دھوکہ ہے۔

استدراج کے معنی ہے اللہ کی طرف سے ڈھیل اور مہلت۔

ہم نے سیکھا:

① عام عادت کے خلاف کوئی کام اگر نبی سے ظاہر ہوتو معجزہ ہے۔

② عام عادت کے خلاف کوئی کام اگر اللہ کے ولی سے ظاہر ہوتو اس کو کرامت کہتے ہیں۔

③ شریعت کے خلاف کام کرنے والے کسی فاسق یا کافر سے کوئی کام عام عادت سے ہٹ کر ظاہر ہوتو جادو یا استدراج (مہلت، ڈھیل) ہے۔

دوسرا باب

عبادات، فقہی مسائل

وضو کے مسائل

بچو! آپ نے پڑھا: وضو میں تین اعضا کا دھونا اور سر کا مسح کرنا فرض ہے: ① چہرہ دھونا۔ ② دونوں ہاتھوں کا کہنیوں کے ساتھ دھونا۔
③ دونوں پاؤں دھونا۔ ④ چوتھائی سر کا مسح کرنا۔

چہرے کی حد یہ ہے کہ پیشانی کے بالوں کی اگنے کی جگہ سے لیکر ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک۔

دھونے کی حد

دھونے کی حد جس کو دھونا کہہ سکیں یہ ہے کہ عضو پر اتنا پانی ڈالے کہ پانی بہہ کر ایک دو قطرے ٹپک جائیں، یہ دھونے کا کم سے کم درجہ ہے، اس سے کم کو دھونا نہیں کہتے، مثلاً کوئی ہاتھ بھگو کر منہ پر پھیر لے یا اتنا کم پانی منہ پر ڈالے کہ وہ بہہ کر منہ پر ہی رہ جائے، ٹپکے نہیں تو اس کو مسح کہتے ہیں، دھونا نہیں۔

مسح کے معنی

ہاتھ کو پانی سے تر کر کے کسی عضو پر پھیرنے کو مسح کہتے ہیں۔

مسئلہ: وضو میں جن اعضا کا دھونا فرض ہے اس کو ایک مرتبہ دھونا فرض ہے، تھوڑی سی جگہ بھی سوکھی رہ جائے تو وضو درست نہیں ہوگا۔

مسئلہ: جن اعضا کا دھونا فرض ہے ان کو تین مرتبہ دھونا سنت ہے اور تین مرتبہ سے زیادہ دھونا مکروہ ہے۔

مسئلہ: وضو میں آنکھوں کے اندر کا حصہ دھونا فرض نہیں۔

مسئلہ: سر کے مسح کے لیے نیا پانی لینا بہتر ہے؛ لیکن اگر ہاتھ بھیگے ہوئے ہوں اور اس سے مسح کر لے تو کافی ہے۔

مسئلہ: چوتھائی سر کا مسح فرض ہے اور مکمل سر کا مسح سنت ہے۔

مسئلہ: تمام سر کا مسح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ پانی سے تر کر کے سر کے دونوں طرف پیشانی کے بالوں کی جگہ پر رکھیں اور ہتھیلی کو انگلیوں سمیت گدّی تک لے جائیں اور پھر واپس لوٹا لیں اور اس کا خیال رکھیں کہ تمام سر پر ہاتھ پھر جائے۔

مسئلہ: سر کے مسح کے ساتھ کانوں کا مسح کرنا سنت ہے، اندر کانوں کے سوراخ کا مسح شہادت کی انگلی سے اور باہر کا مسح انگوٹھے سے کرنا چاہیے۔

مسئلہ: سر کے مسح کی جگہ سر پر پانی ڈال کر سر دھونے سے فرض ادا ہو جائے گا۔

مسئلہ: وضو میں نیت نہ کی تو وضو ہو جائے گا، مثلاً اگر کوئی آدمی حوض، ندی، سمندر، تالاب یا کسی پاک پانی میں غوطہ لگائے اور وضو کی نیت نہ کرے تو بھی وضو ہو جائے گا، اس سے نماز پڑھنا درست ہے؛ لیکن وضو کا ثواب نہ ملے گا۔

نماز کے شرائط

① نمازی کے بدن کا حدث اور نجاست سے پاک ہونا۔

(۲) نمازی کے کپڑوں کا پاک ہونا۔

(۳) نماز کی جگہ کا پاک ہونا۔

(۴) ستر کا چھپانا۔

(۵) نماز کے وقت کا ہونا۔

(٦) استقبالِ قبلہ یعنی قبلہ کی طرف منہ ہونا۔

(۷) نیت کرنا۔

(۸) تکبیرِ تحریمہ کہنا۔

دوسری شرط : کپڑے کا پاک ہونا

سوال: کپڑوں کے پاک ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: جو کپڑے نماز پڑھنے والے کے بدن پر ہوں، جیسے کرتا، پائجامہ، ٹوپی، عمامہ، وغیرہ ان سب کا نجاست سے پاک ہونا ضروری ہے۔

سوال: کیا تھوڑی ناپاکی کپڑے پر لگی ہو تو نماز درست ہے؟

جواب: اگر نجاستِ غلیظہ نمازی کے کپڑے پر درہم (ایک روپیے کا پرانا سکہ) سے کم لگی ہے یا نجاستِ خفیفہ چوتھائی کپڑے سے کم لگی ہے تو نماز ہو جائے گی؛ لیکن مکروہ ہے اور اگر مذکورہ مقدار سے زیادہ ہو تو نماز نہیں ہوگی۔

تیسری شرط : جگہ کا پاک ہونا

سوال: جگہ پاک ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: نماز پڑھنے والے کے دونوں قدموں اور گھٹنوں اور ہاتھوں

اور سجدہ کی جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے۔

سوال: جس چیز پر نماز پڑھی جائے اگر اس کی ایک جانب پاک ہے؛ لیکن دوسری جانب ناپاک ہے تو نماز ہوگی یا نہیں؟

جواب: اگر پتلے کپڑے پر نماز پڑھی اور اس کی دوسری جانب ناپاک ہے تو نماز درست نہیں ہوگی اور اگر کسی سخت یا موٹی چیز پر نماز پڑھی جس کی ایک جانب ناپاک ہے؛ لیکن اس کی وہ جانب جس پر نماز پڑھی وہ پاک ہے تو نماز ہو جائے گی۔

سوال: ناپاک زمین یا بچھونے پر پاک کپڑا بچھا کر نماز پڑھ لے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر اوپر والے کپڑے میں نجاست کی بو یا رنگ ظاہر نہ ہو تو نماز جائز ہے۔

سوال: اگر نماز کی جگہ پاک ہے؛ لیکن آس پاس کی جگہ ناپاک ہے اور اس کی بو نماز میں آتی ہے تو نماز ہوگی یا نہیں؟

جواب: نماز ہو جائے گی؛ لیکن جان بوجھ کر ایسی جگہ نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

نماز کی چوتھی شرط: ستر کا چھپانا

سوال: مرد کے لیے نماز میں بدن کا کونسا حصہ چھپانا فرض ہے؟

جواب: مرد کو ناف سے گھٹنے تک اپنا بدن چھپانا فرض ہے، یہ مرد کا ستر ہے اور ستر کا چھپانا نماز کے اندر اور نماز کے باہر فرض ہے۔

سوال: عورت کے لیے بدن کا کونسا حصہ ستر ہے؟

جواب: عورت کو دونوں ہتھیلیوں اور پاؤں اور چہرہ کے علاوہ تمام بدن ڈھانکنا فرض ہے؛ اگرچہ عورت کو نماز میں چہرہ چھپانا فرض نہیں ہے؛ لیکن غیروں کے سامنے بے پردہ کھلے چہرے آنا جائز نہیں ہے۔

سوال: ستر کا کوئی حصہ جان بوجھ کر کھولے تو کیا حکم ہے؟

جواب: جان بوجھ کر ستر کا چوتھائی عضو کھولتے ہی نماز ٹوٹ جائے گی۔

سوال: ستر کا کوئی حصہ خود بخود کھل جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر چوتھائی عضو کھل جائے اور اتنی دیر کھلا رہے جتنی دیر میں تین بار ''سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم'' کہہ سکے تو نماز ٹوٹ جائے گی۔

نماز کی پانچویں شرط: وقت کا بیان

نماز ادا کرنے کے لیے ایک شرط یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے نماز کے لیے جو وقت مقرر کیا گیا ہے اسی وقت پڑھی جائے، اس وقت سے پہلے پڑھنے سے تو بالکل نماز درست نہیں ہوگی اور اس وقت کے نکلنے کے بعد پڑھنے سے نماز ادا نہیں ہوگی؛ بلکہ قضا ہوگی۔

سوال: فجر کی نماز کا وقت بتاؤ؟

جواب: صبح صادق سے لے کر آفتاب نکلنے تک فجر کی نماز کا وقت ہے۔

سوال: صبح صادق کس کو کہتے ہیں؟

جواب: سورج نکلنے سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ پہلے مشرق کی طرف آسمان

کے کنارہ پر ایک سفید روشنی ظاہر ہوتی ہے، وہ روشنی زمین کی طرف سے اٹھ کر اوپر کی طرف ایک ستون کی شکل میں اونچی ہوتی ہے اُسے صبح کاذب یعنی جھوٹی صبح کہتے ہیں، تھوڑی سی دیر رہ کر یہ سفیدی غائب ہوجاتی ہے، اس کے بعد دوسری سفیدی ظاہر ہوتی ہے جو مشرق کی طرف سے دائیں بائیں جانب کو پھیلتی ہوئی اٹھتی ہے؛ یعنی آسمان کے مشرقی کنارہ پر پھیلی ہوئی ہوتی ہے اسے صبح صادق کہتے ہیں۔

صبح صادق سے فجر کی نماز کا وقت شروع ہوتا ہے اور آفتاب نکلنے سے پہلے پہلے تک رہتا ہے، جب آفتاب کا ذرا سا بھی کنارہ نکل آیا تو فجر کی نماز کا وقت جاتا رہا۔

سوال: ظہر کی نماز کا وقت بتاؤ؟

جواب: سورج ڈھلنے کے بعد سے عصر کے وقت تک ظہر کی نماز کا وقت رہتا ہے۔

سوال: عصر کی نماز کا وقت بتاؤ؟

جواب: اصلی سایہ کے علاوہ ہر چیز کا سایہ جب دو مثل ہو جائے اس وقت سے شروع ہو کر سورج ڈوبنے اور غروب ہونے تک عصر کا وقت رہتا ہے۔

سوال: اصلی سایہ کس کو کہتے ہیں؟

جواب: ٹھیک دوپہر کے وقت جب آفتاب بیچ آسمان میں ہو تو اُس وقت کسی چیز کا جو سایہ ہوتا ہے اُسے اصلی سایہ کہتے ہیں، یہ سایہ گرمیوں میں کم

اور سردیوں میں زیادہ ہوتا ہے۔

سوال: مثل سے کیا مراد ہے؟

جواب: اصلی سایہ کے علاوہ جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جائے تو کہا جائے گا کہ: سایہ ایک مثل ہو گیا اور جب اصلی سایہ کے علاوہ ہر چیز کا سایہ ڈبل ہو جائے تو کہا جائے گا کہ: سایہ دو مثل ہو گیا۔

خلاصہ یہ کہ ایک مثل اور دو مثل کا اعتبار اصلی سایہ کے علاوہ ہو گا۔

سوال: مغرب کی نماز کا وقت بتاؤ؟

جواب: سورج غروب ہونے سے شروع ہو کر آسمان پر مشرق میں جو سفیدی ہوتی ہے اس کے ختم ہونے تک رہتا ہے۔

سوال: عشا کی نماز کا وقت بتاؤ؟

جواب: سفیدی ختم ہونے سے لے کر صبح صادق تک عشا کی نماز کا وقت رہتا ہے۔

نمازوں کے مستحب اوقات کا بیان

فجر کا مستحب وقت

جب اُجالا ہو جائے اور آفتاب نکلنے میں اتنی دیر ہو کہ سنت کے موافق اچھی طرح نماز ادا کرنے کے بعد بھی اتنا وقت باقی رہے کہ اگر یہ نماز کسی وجہ سے صحیح نہ ہوئی تو سورج نکلنے سے پہلے دوبارہ سنت کے موافق نماز پڑھی جا سکے

تو ایسے وقت میں فجر کی نماز پڑھنا افضل ہے۔

مگر رمضان میں سحری کے بعد سارے لوگ بیدار ہوتے ہیں اور جلدی نماز پڑھنے سے جماعت میں لوگ زیادہ شریک ہوتے ہیں اور دیر کرنے میں نمازی کم ہوجاتے ہیں تو ایسے موقع پر نماز کو جلدی پڑھنا مستحب ہے۔

ظہر کا مستحب وقت

گرمی کے موسم میں اتنی دیر سے پڑھنا کہ گرمی کی تیزی کم ہوجائے اور سردی کے موسم میں شروع وقت میں پڑھنا مستحب ہے۔

عصر کا مستحب وقت

آفتاب میں پیلا پن نہ آجائے وہاں تک عصر کی نماز کا مستحب وقت ہے چاہے سردی ہو یا گرمی، اس کے بعد غروب تک مکروہ وقت ہے۔

مغرب کا مستحب وقت

غروب کے بعد فوراً اول وقت میں مغرب کی نماز ادا کرنا مستحب ہے۔

عشا کا مستحب وقت

ایک تہائی رات تک عشا کا مستحب وقت ہے، اس کے بعد آدھی رات تک جائز وقت ہے اور آدھی رات کے بعد مکروہ وقت شروع ہوجاتا ہے، عذر کے بغیر نماز کو آدھی رات کے بعد پڑھنا مکروہ ہے۔

نماز کے ممنوع اوقات

تین اوقات ایسے ہیں کہ ان میں کوئی بھی نماز -فرض ہو یا نفل- جائز نہیں ہے، ان کو "اوقاتِ ممنوعہ" کہا جاتا ہے، وہ یہ ہیں:

① آفتاب نکلنے کا وقت۔

سورج نکلنے کے بعد جب کچھ اونچا ہوجائے تو سمجھو کہ نماز کا ممنوع وقت نکل گیا، یہ احتیاطاً کم سے کم ۱۵ اور زیادہ سے زیادہ ۲۰ منٹ کا ہوتا ہے، اب اس کے بعد کوئی بھی نماز پڑھنا درست ہے۔

② ٹھیک دوپہر کے وقت جب آفتاب بیچ آسمان میں ہو تو اس وقت نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔

③ سورج ڈوبنے کا وقت: یعنی سورج میں پیلا پن اور سرخی آجائے اور اس پر نظر ٹھہرنے لگ جائے اس وقت سے لے کر سورج ڈوبنے تک نماز پڑھنا ممنوع ہے اور یہ بھی تقریباً ۲۰ منٹ کا وقت ہوتا ہے۔

فائدہ: اگر کسی نے اسی دن کی عصر کی نماز نہ پڑھی تھی اور وہ غروب کے وقت پڑھ رہا ہے تو نماز ہوجائے گی؛ لیکن مکروہ ہوگی؛ البتہ قضا کرنے کے بجائے کراہت کے ساتھ ہی اس دن کی عصر کی نماز پڑھ لینی چاہیے، قضا نہ کرنی چاہیے۔

فائدہ: ان تین اوقات میں اگر کوئی آیتِ سجدہ کی تلاوت کی ہو تو اس

آیت کا سجدہ اسی وقت جائز ہے؛ مگر مکروہِ تنزیہی ہے اور افضل یہ ہے کہ مکروہ و ممنوع وقت کے نکل جانے کے بعد سجدہ کرے اور اگر ان اوقات کے علاوہ میں کوئی آیت سجدۂ تلاوت کی گئی تو اس کا سجدہ ان تین ممنوع و مکروہ اوقات میں کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔

نفل نماز کے مکروہ اوقات

① فجر کی نماز کے بعد سے لے کر سورج نکلنے کے وقت تک اور عصر کی نماز کے بعد سے لے کر سورج ڈوبنے تک نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

② فرض نمازوں کی جماعت کھڑے ہونے کے بعد نفل نہ پڑھے؛ لیکن فجر کی دو رکعت سنت اگر نہ پڑھی ہو اور سنت مکمل کرنے کے بعد جماعت ملنے کا یقین ہو تو جہاں جماعت کی نماز ہو رہی ہے اس سے الگ مسجد کے کسی کونے میں دو رکعت سنت پڑھ کر جماعت میں شریک ہو جائے۔

③ فرض نماز کا وقت تنگ ہو رہا ہو تو نفل پڑھنا مکروہ ہے۔

④ پیشاب، پاخانہ کا خوب تقاضا ہو یا بھوک زیادہ لگ رہی ہو تو ان اوقات میں نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

نماز کی چھٹی شرط: قبلہ کی طرف رخ کرنے کا بیان

نماز کی چھٹی شرط قبلہ کی طرف رخ کرنا ہے۔ کعبہ کو قبلہ کہتے ہیں۔
سب مسجدیں قبلہ رخ ہی بنائی جاتی ہیں، مسجد میں اور مسجد سے باہر سفر

میں اور جنگلوں میں ہم اسی کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔

سوال: بیمار کا رخ قبلہ کی طرف نہ ہو اور اس میں ہلنے کی بھی طاقت نہ ہو تو کیا کرے؟

جواب: اگر کوئی دوسرا شخص موجود ہو جو بیمار کو قبلہ رخ کر سکتا ہو اور بیمار کو زیادہ تکلیف کا خطرہ بھی نہ ہو تو اس کا رخ قبلہ کی طرف کر دیا جائے، اگر دوسرا آدمی نہ ہو یا بیمار کو سخت تکلیف ہوتی ہو تو جس طرف رخ ہو اسی طرف نماز پڑھ لے۔

سوال: اگر کسی کو قبلہ کی جانب معلوم نہ ہو تو کس طرف رخ کر کے نماز پڑھے؟

جواب: اگر قبلہ کی جانب معلوم نہ ہو اور کوئی آدمی قبلہ کی جانب بتلانے والا بھی نہ ہو تو اچھی طرح دھیان لگا کر سوچے کہ قبلہ کس جانب میں ہو سکتا ہے؟ جس طرف قبلہ ہونے کا دل میں یقین ہو اس جانب رخ کر کے نماز پڑھ لے۔

سوال: تحرّی (سوچ) کر کے نماز پڑھ لینے کے بعد کسی بتلانے والے نے بتایا کہ: جس جانب رخ کر کے نماز پڑھی ہے اس جانب قبلہ نہیں ہے تو نماز ہوئی یا نہیں؟

جواب: نماز ہوگئی، دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے؛ لیکن اگر نماز کے درمیان کوئی خبر دینے والا خبر دے یا کسی اور طرح معلوم ہو گیا کہ قبلہ دوسری جانب ہے تو نماز ہی میں گھوم کر اس جانب رخ کر کے اپنی نماز مکمل کریں۔

سوال: کیا نفل نماز کے لیے قبلہ کی طرف رخ کرنا ضروری ہے؟

جواب: ہاں! ہر نماز کے لیے قبلہ کی طرف رخ ضروری ہے، لیکن اگر سواری پر سوار ہو اور سواری کی صورت میں قبلہ کی طرف رخ کرنا ممکن نہ ہو تو جس جانب سواری جارہی ہو اسی جانب رخ کر کے نماز پڑھ لیں۔ (شامی)

نماز کی ساتویں شرط: نیت کا بیان

سوال: نیت سے کیا مراد ہے؟

جواب: نیت دل سے ارادہ کرنے کو کہتے ہیں۔

سوال: نیت میں کس چیز کا ارادہ کرے؟

جواب: نماز میں خاص اس فرض نماز کا ارادہ کرنا ضروری ہے جو پڑھنا چاہتا ہے، مثلاً مغرب کی نماز پڑھنی ہے تو نیت کرے کہ میں مغرب کی فرض نماز پڑھتا ہوں یا قضا نماز ہو تو یوں نیت کرے کہ فلاں مغرب کی قضا پڑھتا ہوں اور اگر امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہو تو اس کی بھی نیت کرنی ضروری ہے۔

سوال: نیت زبان سے کہنا کیسا ہے؟

جواب: مستحب ہے، لیکن اگر زبان سے نہ کہے تو کچھ نقصان نہیں ہے۔

سوال: نفل نماز کی کس طرح نیت کرنی چاہیے؟

جواب: صرف اتنی نیت کافی ہے کہ میں نماز پڑھتا ہوں، سنت اور تراویح میں بھی صرف نماز کی نیت کرنا کافی ہے۔

نماز کی آٹھویں شرط: تکبیرِ تحریمہ کا بیان

سوال: تکبیرِ تحریمہ کس کو کہتے ہیں؟

جواب: تکبیر کے معنی ہیں "اللہ اکبر" کہنا، اور تحریم کے معنی ہیں "حرام کرنا"۔ نیت باندھتے وقت "اللہ اکبر" کہتے ہیں اسے تکبیرِ تحریمہ کہتے ہیں؛ کیوں کہ اس تکبیر کے کہنے سے نماز شروع ہوتی ہے اور جو باتیں نماز کے خلاف ہیں وہ حرام ہوجاتی ہیں، مثلاً بات چیت جو پہلے جائز تھی مگر جب آپ نے نماز کی نیت باندھ لی اور اللہ اکبر کہہ لیا تو اب یہ بات چیت کرنا منع ہوگیا۔

نوٹ: رکوع میں جھکنے سے پہلے تکبیرِ تحریمہ کہہ لینا چاہیے۔

نماز کے ارکان کا بیان

ارکان جمع ہے، اس کا واحد "رکن" ہے، اور رکن کا مطلب ہے: "جو کام کرنا نماز میں بالکل ضروری ہو"۔

سوال: نماز کے اندر کتنے فرض ہیں؟

جواب: نماز کے اندر چھ چیزیں فرض ہیں:

① قیام؛ یعنی کھڑا ہونا۔

② قرأت؛ یعنی قرآن پاک پڑھنا۔

③ رکوع کرنا۔

④ دونوں سجدے کرنا۔

۵ قعدۂ اخیرہ؛ یعنی نماز کے آخر میں تشہد پڑھنے کے برابر بیٹھنا۔
٦ اپنے کسی اختیاری کام سے نماز کو ختم کرنا؛ یعنی ارادے سے کوئی کام نماز سے نکلنے کے لیے کرنا۔

نماز کا پہلا رکن؛ یعنی قیام کا بیان

سوال: قیام سے کیا مراد ہے؟

جواب: قیام کھڑے ہونے کو کہتے ہیں اور کھڑے ہونے سے ایسا سیدھا کھڑا ہونا مراد ہے کہ گھٹنوں تک ہاتھ نہ پہنچ سکے۔

سوال: قیام کس نماز میں فرض ہے؟

جواب: فرض اور واجب نماز میں قیام فرض ہے، بغیر عذر کے قیام کا چھوڑنا جائز نہیں ہے۔

سوال: فرض اور واجب میں کتنا قیام فرض ہے؟

جواب: نمازوں میں اس قدر کھڑا ہونا فرض ہے جتنے میں فرض قرأت پڑھی جا سکے۔

سوال: اگر کوئی معذور ہے اور قیام کی طاقت نہیں ہے تو کیا کرے؟

جواب: بیماری، یا دشمن کے خوف یا کسی عذر کی وجہ سے کھڑے ہونے کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر فرض اور واجب نمازیں پڑھنا جائز ہے۔

سوال: سنت اور نفل نماز میں قیام کا کیا حکم ہے؟

جواب: فجر کی سنت کے علاوہ دیگر سنت اور نفل نمازوں میں قیام فرض نہیں ہے، بیٹھ کر بھی پڑھ سکتا ہے؛ البتہ بیٹھنے سے آدھا ثواب ملتا ہے۔

نماز کا دوسرا رکن: قرأت کا بیان

سوال: قرأت سے کیا مراد ہے؟

جواب: قرأت قرآن مجید پڑھنے کو کہتے ہیں۔

سوال: نماز میں کتنا قرآن مجید پڑھنا فرض ہے؟

جواب: ایک بڑی آیت یا چھوٹی تین آیات پڑھنا فرض ہے، فرض کی پہلی دو رکعتوں میں اور سنت اور نفل کی تمام رکعتوں میں قرأت فرض ہے۔

سوال: نماز میں قرأت کی تفصیل بتاؤ؟

جواب: فرض کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے اور اس کے ساتھ قرآنِ پاک کی ایک بڑی یا تین چھوٹی آیات کا ملانا واجب ہے۔

وتر کی نماز اور سنت اور نفل کی تمام رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ قرآنِ پاک کی ایک بڑی یا تین چھوٹی آیات کا پڑھنا واجب ہے۔

سوال: سورۂ فاتحہ تمام نمازوں کی ہر رکعت میں واجب ہے؟

جواب: فرض کی پہلی دو رکعت میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے اور تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنا واجب نہیں ہے؛ البتہ مستحب ہے اور وتر، سنت اور نفل کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے۔

سوال: قرآن مجید کن نمازوں میں زور سے پڑھنا واجب ہے؟

جواب: مغرب اور عشا کی پہلی دو رکعتوں میں، فجر، جمعہ اور دونوں عید کی نمازوں میں اور رمضان کے مہینے میں تراویح اور وتر کی نمازوں میں زور سے پڑھنا امام پر واجب ہے۔

سوال: کن نمازوں میں قرأت آہستہ کرنی چاہیے؟

جواب: ظہر اور عصر کی نماز میں امام اور منفرد؛ یعنی اکیلے نماز پڑھنے والے سب کو اور وتر کی نماز میں منفرد کو آہستہ قرأت کرنی چاہیے۔

سوال: مغرب اور عشا کی پہلی دو رکعتوں میں اور فجر کی نماز میں منفرد زور سے قرأت کرے گا یا آہستہ؟

جواب: منفرد مغرب، عشا، اور فجر کو وقت میں ادا کر رہا ہے تو اس کو اختیار ہے؛ چاہے زور سے قرأت کرے یا آہستہ؛ مگر تھوڑی آواز سے پڑھنا افضل ہے۔

سوال: زور سے اور آہستہ پڑھنے کا کم سے کم درجہ کتنا ہے؟

جواب: زور سے پڑھنے کا کم درجہ یہ ہے کہ اپنی آواز پاس والے شخص کے کان میں پہنچ سکے اور آہستہ پڑھنے کا کم درجہ یہ ہے کہ اپنی آواز اپنے کان میں پہنچ سکے۔

سوال: جن نمازوں میں آواز سے قرأت کی جاتی ہے انھیں کیا کہتے ہیں؟

جواب: انھیں ''جہری نماز'' کہتے ہیں؛ کیوں کہ ''جہر'' کے معنی زور سے پڑھنے کے ہیں۔

سوال: جن نمازوں میں آہستہ قرأت کی جاتی ہے انھیں کیا کہتے ہیں؟

جواب: انھیں ''سرّی نماز'' کہتے ہیں؛ کیوں کہ ''سِر'' کے معنی آہستہ سے پڑھنے کے ہیں۔

سوال: اگر کوئی شخص زبان سے قرأت نہ کرے؛ بلکہ صرف خیال میں پڑھ جائے تو نماز جائز ہے یا نہیں؟

جواب: صرف خیال کرنے سے نماز نہیں ہوگی؛ بلکہ زبان سے پڑھنا ضروری ہے۔

سوال: اگر کسی کو ایک آیت بھی یاد نہیں ہے تو کیا کرے؟

جواب: قرأت کی جگہ ''سُبْحَانَ اللّٰہِ'' یا ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' پڑھ لے؛ لیکن اس پر قرآن سیکھنا اور یاد کرنا فرض ہے، ہر شخص کے لیے قرأت کی فرض مقدار یاد کرنا فرض ہے اور واجب مقدار یاد کرنا واجب ہے، نہ سیکھنے میں سخت گنہگار ہوگا۔

نماز کا تیسرا رکن: رکوع کا بیان

سوال: رکوع کی ادنیٰ مقدار کیا ہے؟

جواب: رکوع کی ادنیٰ مقدار اس قدر جھکنا ہے کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ

جائے۔

سوال: رکوع کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

جواب: اس قدر جھکنا کہ سر اور کمر برابر رہے اور ہاتھ پسلیوں سے جدا رہیں اور گھٹنوں کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا جائے۔

مسئلہ: کسی شخص کی کمر پہلے سے ہی اتنی جھکی ہوئی ہو یا بڑھاپے کی وجہ سے جھکی ہوئی ہو تو سر سے اشارہ کر لے؛ یعنی صرف سر جھکا دینے سے اس کا رکوع ادا ہو جائے گا۔

نماز کا چوتھا رکن: سجدہ کا بیان

سوال: سجدہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: زمین پر پیشانی رکھنے کو سجدہ کہتے ہیں۔

سوال: صرف ناک یا پیشانی پر سجدہ کرنے سے سجدہ ادا ہوگا یا نہیں؟

جواب: اگر کسی عذر کی وجہ سے ایسا کرے تو سجدہ ادا ہو جائے گا؛ لیکن بلا عذر صرف ناک پر سجدہ کر لیا تو سجدہ درست نہیں ہوگا اور اگر بلا عذر صرف پیشانی پر سجدہ کیا تو سجدہ تو ہو جائے گا؛ لیکن مکروہ ہے۔

سوال: ہر رکعت میں ایک سجدہ فرض ہے یا دونوں؟

جواب: دونوں سجدے فرض ہیں۔

سوال: پیشانی اور ناک دونوں پر زخم ہو تو کس طرح سجدہ کرے؟

جواب: ایسے شخص کے لیے سجدہ کا اشارہ کر لینا کافی ہے۔

نماز کا پانچواں رکن: قعدۂ اخیرہ کا بیان

سوال: قعدۂ اخیرہ کن نمازوں میں فرض ہے؟

جواب: کیا فرض، واجب، سنت، نفل تمام نمازوں میں قعدۂ اخیرہ فرض ہے؟

سوال: قعدۂ اخیرہ کی کتنی مقدار فرض ہے؟

جواب: تشہد کے آخری الفاظ عَبۡدُهٗ وَرَسُوۡلُهٗ تک پڑھنے کی مقدار بیٹھنا فرض ہے۔

نماز کا چھٹا رکن: اپنے کسی اختیاری فعل سے نماز کو ختم کرنا

کسی اختیاری فعل سے نماز کو ختم کرنے کے معنی ہے: ارادہ سے کوئی کام نماز سے نکلنے کے لیے کرنا۔

مسئلہ: کم از کم قعدۂ اخیرہ میں تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد اپنے ارادہ سے کوئی ایسا کام نماز سے نکلنے کے لیے کرنا جو نماز میں ممنوع ہو، مثلاً کلام کرنا وغیرہ؛ لیکن لفظِ سلام سے نماز کو ختم کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: قعدۂ اخیرہ میں تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد ہوا خود بخود بلا ارادہ خارج ہو گئی تو نماز نہیں ہوگی؛ کیوں کہ ہوا کا خارج ہونا ارادہ سے نہیں

ہے؛ بلکہ غیر اختیاری طور پر خارج ہوگئی ہے۔ (بحر)

مسئلہ: تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد ہوا جان بوجھ کر ارادہ سے خارج کرے تو نماز ہوگئی؛ لیکن ایک واجب؛ یعنی سلام چھوٹ گیا اور واجب کے چھوٹنے سے نماز کو لوٹانا واجب ہوتا ہے۔

مسئلہ: تیمم کر کے نماز پڑھنے والے کو قعدۂ اخیرہ میں تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد پانی مل جائے تو نماز ٹوٹ جائے گی؛ کیوں کہ پانی کا ملنا اختیاری فعل نہیں ہے۔

سوالات

سوال: نماز کی کتنی شرطیں ہیں؟ اور ان کا حکم کیا ہے؟

جواب: نماز کی آٹھ شرطیں ہیں، ایک شرط بھی فوت ہوجائے اور چھوٹ جائے تو نماز درست نہیں ہوگی۔

سوال: نماز کے فرضوں کا کیا حکم ہے؟

جواب: نماز کا کوئی ایک فرض بھی چھوٹ جائے (چاہے جان کر یا بھول کر) تو نماز نہیں ہوگی۔

نماز کے واجبات کا بیان

سوال: نماز میں کتنے واجبات ہیں؟

جواب: نماز میں چودہ واجب ہیں:

① فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں اور دوسری تمام نمازوں کی ہر رکعت میں الحمد شریف پڑھنا۔
② فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں اور واجب اور سنت ونفل کی تمام رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی سورت یا بڑی ایک آیت یا چھوٹی تین آیتیں پڑھنا۔
③ تین یا چار رکعت والی نماز ہو تو پہلی دو رکعتوں میں قرأت کرنا طے ہے۔
④ سورۂ فاتحہ کو پہلے اور سورت کو بعد میں پڑھنا۔
⑤ مغرب اور عشا کی پہلی دو رکعتوں میں، فجر، جمعہ، تراویح اور رمضان میں وتر کی نماز اور عیدین میں امام کو آواز سے پڑھنا۔ اور مغرب کی تیسری اور عشا کی آخری دو رکعتوں میں اور ظہر اور عصر کی چاروں رکعتوں میں امام کا آہستہ قرأت کرنا۔
⑥ قومہ؛ یعنی رکوع کے بعد کھڑا ہونا۔
⑦ جلسہ؛ یعنی دونوں سجدوں کے درمیان اتنی دیر بیٹھنا کہ ہر عضو میں سکون پیدا ہو جائے۔
⑧ پہلا قعدہ؛ یعنی تین یا چار رکعت والی نماز میں دو رکعتوں کے بعد تشہد پڑھ سکے اتنی دیر بیٹھنا۔
⑨ دونوں قعدوں میں تشہد؛ یعنی التحیات پڑھنا۔

⑩ لفظِ سلام کے ذریعہ سے نماز کو ختم کرنا۔

⑪ ہر رکن کو اچھی طرح اطمینان سے ادا کرنا۔

⑫ ہر رکن کو ترتیب سے ادا کرنا؛ یعنی قیام، قرأت، رکوع، سجدہ وغیرہ میں ترتیب قائم رکھنا۔

⑬ وتر کی تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور کسی سورت یا آیت کے ملانے کے بعد تکبیر کہہ کر دعائے قنوت پڑھنا۔

⑭ دونوں عیدوں کی نماز میں زائد تکبیر کہنا۔

سوال: نماز کے واجبات کا حکم کیا ہے؟

جواب: اگر کوئی شخص نماز کے واجب کو جان بوجھ کر چھوڑ دے تو نماز ادھوری ہوجاتی ہے اور نماز کا دہرانا واجب ہے اور اگر بھول کر ایک یا کئی واجب چھوٹ جائے یا انھیں آگے پیچھے ادا کرے، ترتیب سے ادا نہ کرے تو سجدۂ سہو کرنے سے نماز صحیح ہوجاتی ہے۔

نماز کی سنتوں کا بیان

سوال: نماز میں کتنی سنتیں ہیں؟

جواب: نماز میں اکیس سنتیں ہیں۔

قیام اور قرأت کی سنتیں

① تکبیرِ تحریمہ کہنے سے پہلے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانا۔

② دونوں ہاتھ کی انگلیاں اپنے حال پر کھلی رکھنا اور ہتھیلی والے حصے کو قبلہ کی طرف رکھنا۔

③ تکبیر کے وقت سر کو نہ جھکانا۔

④ امام کو تکبیرِ تحریمہ اور ایک رکن سے دوسرے رکن میں جانے کی تمام تکبیرات میں ضرورت کے مطابق زور سے کہنا۔

⑤ سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے باندھنا۔

⑥ ثنا؛ یعنی ''سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ الخ'' پڑھنا۔

⑦ اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھنا۔

⑧ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ سے پہلے ''بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' پڑھنا۔

⑨ سورۂ فاتحہ کے ختم پر آمین کہنا۔

⑩ ثنا، اعوذ باللہ، بسم اللہ، اور آمین سب کو آہستہ پڑھنا۔

⑪ سنت کے موافق قرأت کرنا۔

فجر اور ظہر میں طوالِ مفصل میں سے پڑھنا اور عصر اور عشا میں اوساطِ مفصل اور مغرب میں قصارِ مفصل میں سے پڑھنا۔

طوالِ مفصل: قرآن مجید کے چھبیسویں پارہ کی سورۂ حجرات سے تیسویں پارہ کی سورۂ بروج تک کو طوالِ مفصل کہتے ہیں۔

اوساطِ مفصل: سورۂ طارق سے سورۂ بینہ تک کو اوساطِ مفصل کہتے ہیں۔

قصارِ مفصل: تیسویں پارہ میں سورۂ زلزال سے سورۂ ناس تک کو قصارِ مفصل کہتے ہیں۔

⑫ فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھنا۔

رکوع اور سجدہ کی سنتیں

① رکوع اور سجدہ میں تین تین بار تسبیح پڑھنا۔

② رکوع میں سر اور پیٹھ ایک سیدھ میں برابر رکھنا اور دونوں ہاتھوں کی کھلی انگلی سے گھٹنوں کو پکڑ لینا۔

③ قومہ میں امام کو سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہ کہنا اور مقتدی کو رَبَّنَا لَكَ الحَمْدُ کہنا اور منفرد؛ یعنی بغیر جماعت کے تنہا نماز پڑھنے والے کا دونوں کہنا۔

④ سجدے میں جاتے وقت پہلے دونوں گھٹنے، پھر دونوں ہاتھ، پھر ناک اور پیشانی زمین پر رکھنا۔

جلسہ؛ یعنی دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے اور قعدہ کی سنتیں

① جلسہ اور قعدہ میں بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھنا اور سیدھے پاؤں کو اس طرح کھڑا رکھنا کہ اس کی انگلیوں کے سرے قبلہ کی طرف رہیں اور دونوں ہاتھ رانوں پر رکھنا۔

② تشہد میں اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ پر کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرنا اور

اِلاَّ اللّٰہ پر رکھ دینا۔

③ اخیری قعدہ میں تشہد کے بعد درود پڑھنا۔

④ اخیری قعدہ میں درود کے بعد دعا پڑھنا۔

⑤ پہلے دائیں طرف، پھر بائیں طرف سلام پھیرنا۔

سوال: نماز کی سنتوں سے کیا مراد ہے؟

جواب: جو چیزیں نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہوئی ہیں؛ لیکن اس کا کرنا فرض اور واجب کے برابر نہیں ہے انھیں سنت کہتے ہیں۔

سوال: نماز میں سنتوں کا کیا حکم ہے؟

جواب: نماز میں کوئی سنت بھول سے چھوٹ جائے تو نماز ٹوٹتی نہیں ہے، سجدۂ سہو نہیں کرنا ہوتا ،اور گناہ بھی نہیں ہوتا ہے، اور جان بوجھ کر چھوڑنے سے بھی نماز ہو جاتی ہے اور سجدۂ سہو بھی لازم نہیں ہوتا؛ لیکن چھوڑنے والا ملامت کا مستحق ہوتا ہے۔

نماز کے مستحبات کا بیان

نماز میں آٹھ چیزیں مستحب ہیں:

① تکبیرِ تحریمہ کہتے وقت دونوں ہتھیلیاں کپڑے سے باہر رکھنا۔

② رکوع اور سجدہ میں منفرد کو تین مرتبہ سے زیادہ تسبیح کہنا۔

③ قیام کی حالت میں سجدہ کی جگہ پر نظر رکھنا۔

④ رکوع میں قدموں کی پیٹھ پر نظر رکھنا۔

⑤ جلسہ اور قعدہ میں اپنی گود پر نظر رکھنا۔

⑥ سلام کے وقت اپنے کندھوں پر نظر رکھنا۔

⑦ کھانسی کو اپنی طاقت بھر روکنا۔

⑧ جُمائی میں منہ بند رکھنا اور کھل جائے تو قیام کی حالت میں سیدھے ہاتھ سے اور باقی حالتوں میں بائیں ہاتھ کے پیچھے والے حصے سے منہ کو چھپا لینا۔

نماز کو توڑنے والی چیزوں کا بیان

سوال: نماز کو توڑنے والی چیزیں کیا کیا ہیں؟

جواب: نماز کو توڑنے والی چیزیں یہ ہیں:

① وضو ٹوٹ جانا۔

② نماز میں بات کرنا؛ چاہے جان بوجھ کر ہو یا بھول کر یا غلطی سے ہو، تھوڑی ہو یا زیادہ۔

③ منہ کے باہر سے کوئی بھی چیز کھا لینا؛ چاہے تھوڑی ہی ہو۔

④ آواز سے ہنسنا۔

⑤ درد کی وجہ سے آہ، آہ، اُف یا ہائے کہنا۔

⑥ بلا عذر جان بوجھ کر قبلہ کی طرف سے سینہ پھیر لینا۔

⑦ پورے سجدے میں زمین سے دونوں پیر اُٹھائے رکھنا۔

⑧ ناپاک جگہ پر سجدہ کرنا۔

⑨ قرآن شریف دیکھ کر پڑھنا۔

⑩ قرآن پاک پڑھنے میں کوئی بڑی غلطی کرنا۔

⑪ اپنے امام کے علاوہ کسی کو لقمہ دینا۔

⑫ ایک رکن کے برابر ستر کھل جانا۔

⑬ عملِ کثیر؛ یعنی کوئی ایسا کام کرنا جس سے دیکھنے والے یہ سمجھیں کہ یہ شخص نماز میں نہیں ہے۔

⑭ نماز میں امام سے آگے بڑھ جانا۔

⑮ سلام کرنا؛ یعنی کسی شخص کو سلام کے ارادے سے سلام یا ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ'' یا اس جیسا کوئی لفظ کہہ دینا۔

⑯ سلام کا زبان سے جواب دینا۔

⑰ کسی اچھی خبر سن کر ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' یا کسی بری خبر پر ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ'' پڑھنا یا کسی عجیب خبر پر ''سُبْحَانَ اللّٰهِ'' کہنا یا چھینکنے والے کے جواب میں ''يَرْحَمُكَ اللّٰهُ'' کہنا یا نماز کے باہر سے کسی دعا کرنے والے کی دعا پر آمین کہنا۔

⑱ نماز کی اندر کی دعا میں ایسی چیز مانگنا جو انسانوں سے مانگی جاتی ہے جیسے یوں کہے: یا اللہ! مجھے سو روپے دے دے وغیرہ۔

۱۹ لگاتار دو صفوں کی مقدار کے برابر نماز میں چلنا۔

۲۰ اللہ اکبر میں لفظ اللہ کے الف کو کھینچ کر؛ یعنی مد سے پڑھنا۔

نماز کے مکروہات کا بیان

۱ کپڑے کو لٹکانا، مثلاً کرتا آستین میں ہاتھ ڈالے بغیر کندھوں پر ڈال لینا یا چادر سر پر ڈال کر اس کے کنارے لٹکا دینا۔

۲ کپڑوں کو مٹی وغیرہ سے بچانے کے لیے سمیٹنا۔

۳ نماز میں اپنے بدن یا کپڑے سے کھیلنا۔

۴ ایسے معمولی کپڑوں میں نماز پڑھنا جنھیں پہن کر مجمع میں جانا پسند نہیں کیا جاتا۔

۵ سستی اور بے پروائی کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنا۔

۶ پاخانہ یا پیشاب کی سخت حاجت ہونے کی حالت میں نماز پڑھنا۔

۷ سر کے اوپر والے حصہ پر بالوں کا جوڑا باندھنا۔

۸ کنکریوں کو ہٹانا؛ لیکن اگر سجدہ کرنا مشکل ہو تو ایک مرتبہ ہٹانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۹ انگلیاں چٹخانا یا ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنا۔

۱۰ کمر پر ہاتھ رکھنا۔

⑪ قبلہ کی طرف سے منہ پھیر کر اِدھر اُدھر دیکھنا۔
⑫ کتّے کی طرح بیٹھنا؛ یعنی رانیں کھڑی کر کے بیٹھنا اور رانوں کو پیٹ سے اور گھٹنوں کو سینے سے ملا لینا اور ہاتھوں کو زمین پر رکھنا۔
⑬ سجدہ میں دونوں کلائیوں کو زمین پر بچھا لینا مرد کے لیے مکروہ ہے۔
⑭ ہاتھ یا سر کے اشارے سے سلام کا جواب دینا۔
⑮ کسی ایسے آدمی کی طرف نماز پڑھنا جو نمازی کی طرف منہ کر کے بیٹھا ہو۔
⑯ بلا عذر چارزانو بیٹھنا (چوکڑی مار کر، آلٹی پالٹی مار کر)۔
⑰ جان بوجھ کر جُمائی لینا یا روکنے کی طاقت کے باوجود نہ روکنا۔
⑱ آنکھوں کو بند کر لینا؛ لیکن اگر نماز میں دل لگنے کے لیے بند کرے تو مکروہ نہیں ہے۔
⑲ امام کا محراب کے اندر کھڑا ہونا؛ لیکن قدم محراب سے باہر ہو تو مکروہ نہیں ہے۔
⑳ اکیلے امام کا ایک ہاتھ اونچی جگہ پر کھڑا ہونا، اگر امام کے ساتھ مقتدی بھی ہو تو مکروہ نہیں ہے۔
㉑ صف میں اکیلے کھڑے ہونا جبکہ آگے کی صف میں جگہ خالی ہو۔
㉒ کسی جاندار کی تصویر والے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا۔
㉓ ایسی جگہ نماز پڑھنا جہاں نمازی کے سر یا دائیں بائیں یا سجدہ کی

جگہ جاندار کی تصویر ہو۔

۲۴ قرآن کی آیات یا تسبیحات وغیرہ انگلیوں پر گننا۔

۲۵ چادر یا کوئی کپڑا اس طرح لپیٹ کر نماز پڑھنا کہ جلدی سے ہاتھ نہ نکل سکیں۔

۲۶ بلا عذر عمامہ کے پیچ پر سجدہ کرنا۔

۲۷ نماز میں انگڑائی لینا؛ یعنی سستی کرنا۔

۲۸ سنت کے خلاف نماز میں کوئی کام کرنا۔

ھدایت: اساتذہ نماز کے فرائض، واجبات، سنن و مستحبات کی رعایت کے ساتھ نماز کی عملی مشق کرائیں۔

وتر کی نماز کا بیان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: ہر مسلمان پر وتر کی نماز واجب ہے۔ ایک حدیث میں فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے تمھارے اوپر ایک نماز واجب کی ہے جو لال اونٹوں سے بھی زیادہ بہتر ہے، یہ وتر کی نماز ہے جس کا وقت اللہ تعالیٰ نے عشا کی نماز کے بعد سے لے کر صبح صادق کے درمیان رکھا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: وتر کی نماز واجب ہے، سو جو شخص وتر کی نماز نہ پڑھے وہ ہماری جماعت (مسلمانوں) میں شامل نہیں ہے۔

سوالات وجوابات

سوال: وتر کی نماز واجب ہے یا سنت؟

جواب: وتر کی نماز واجب ہے، اس کے پڑھنے کی تاکید فرض نمازوں کے برابر ہے، چھوٹ جائے تو قضا پڑھنا واجب ہے اور بلا عذر جان بوجھ کر چھوڑنا بڑا گناہ ہے۔

سوال: وتر کی نماز کی کتنی رکعتیں ہیں؟

جواب: وتر کی تین رکعتیں ہیں۔

سوال: وتر کی نماز کی ترتیب بتاؤ؟

جواب: پہلی دو رکعت میں سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی سورت یا قرآنِ پاک کی آیت ملائیں اور دو رکعت پر قعدہ کریں اور تشہد پڑھ کر کھڑے ہو جائیں، پھر تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورت سے فارغ ہو کر اللہ اکبر کہتے ہوئے ہاتھ کانوں تک اُٹھائیں، پھر ہاتھ باندھ کر دعائے قنوت پڑھیں، پھر رکوع میں جائیں، پھر باقی نماز معمول کے مطابق پوری کریں۔

سوال: دعائے قنوت زور سے پڑھنی چاہیے یا آہستہ؟

جواب: امام ہو یا منفرد سب کو دعائے قنوت آہستہ پڑھنی چاہیے۔

سوال: دعائے قنوت یاد نہ ہو تو کیا کرے؟

جواب: کوئی دعا مثلاً: ﴿رَبَّنَا آتِنَا فِيْ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِيْ الآخِرَةِ

حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ پڑھ لینی چاہیے۔

سوال: اگر مقتدی نے پوری دعائے قنوت نہیں پڑھی تھی اور امام نے رکوع کر دیا تو مقتدی کیا کرے؟

جواب: رکوع میں چلا جائے، دعائے قنوت چھوڑ دے۔

سوال: اگر کوئی شخص عشا کی نماز سے پہلے وتر کی نماز پڑھے تو درست ہے یا نہیں؟

جواب: وتر کی نماز کا وقت عشا کی نماز کے بعد شروع ہوتا ہے؛ اس لیے عشا سے پہلے وتر کی نماز درست نہیں ہے۔

سوال: وتر کی نماز کا وقت کب تک باقی رہتا ہے؟

جواب: صبح صادق تک باقی رہتا ہے۔

جس شخص کو تہجد میں بیدار ہونے کی قوی امید ہو اس کے لیے تہجد کے بعد وتر پڑھنا افضل ہے۔

تیسرا باب

سیرتِ پاک

(آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدنی زندگی)

غزوۂ اُحد؛ ماہِ شوال ۳ سنہ ھ

بدر کی لڑائی میں قریش کے نامور بہادر اور بڑے بڑے سردار مارے گئے، قریش کو اس کا بہت دکھ اور غصہ تھا، مرد تو مرد عورتیں بھی لڑائی کے لیے بے چین تھیں، بدلے کی آگ نے ان کو ایک دن بھی چین سے بیٹھنے نہ دیا۔

بدر کے فوراً بعد ہی سے لڑائی کی تیاری شروع ہوگئی تھی؛ چنانچہ ابوسفیان کا تجارتی قافلہ جو نفع کما کر لایا تھا وہ لڑائی کے فنڈ میں جمع کر دیا گیا تھا، اس کے بعد دن بدن یہ فنڈ بڑھتا رہا اور لڑائی کی پوری تیاری کی گئی۔

جب سارا سامان مکمل ہوگیا تو تین ہزار بہادر نوجوانوں کی فوج لے کر ابوسفیان مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوا، اس لشکر میں دو سو گھوڑے، تین ہزار اونٹ اور سات سو زِرہ پہنے ہوئے سپاہی تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ خبر سنی تو نمازِ جمعہ کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا کہ مقابلہ کس طرح ہو اور کہاں ہو؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کی رائے تھی کہ عورتوں کو مدینہ منورہ سے باہر کسی محفوظ جگہ میں بھیج دیا جائے اور مرد مدینہ میں رہیں اور یہیں مقابلہ کریں؛ لیکن اکثر صحابہ، جن میں خاص طور پر وہ نوجوان پیش پیش تھے جن کو افسوس تھا کہ وہ غزوۂ بدر میں شریک نہ ہوسکے، ان کا اصرار تھا کہ شہر سے باہر کھلے میدان میں مقابلہ کریں۔

آپ ﷺ نے جب یہ حالت دیکھی تو آپ ﷺ مکان میں تشریف لے گئے اور ہتھیار پہنے، مکان میں تشریف لے جانے کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کو احساس ہوا کہ ہمارا اصرار آپ ﷺ کی مرضی کے خلاف ہے تو وہ شرمندہ ہوئے اور جب آپ ﷺ باہر تشریف لائے تو ادب سے عرض کیا کہ: ہم آپ کی مرضی کے خلاف کوئی اصرار کرنا نہیں چاہتے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ: جب نبی ہتھیار باندھ لیتا ہے تو جب تک لڑائی سے فراغت نہ ہو جائے ہتھیار کھولا نہیں کرتا۔

جمعہ کی نماز کے بعد آپ ﷺ ایک ہزار مسلمانوں کو لے کر اُحد پہاڑ کی طرف روانہ ہوئے، اسی وقت منافقین نے دھوکا دیا، اپنے تین سو آدمیوں کو لے کر نکل گئے، اب صرف سات سو مسلمان رہ گئے، مسلمانوں نے احد پہاڑ کے پاس اپنی فوجیں اتاری، وہاں ایک طرف ایک چھوٹی سی پہاڑی تھی، ڈر تھا کہ دشمن اس طرف سے آکر پیچھے سے حملہ نہ کر بیٹھیں؛ اس لیے آپ ﷺ نے پچاس تیر چلانے والے صحابہ کو اس پہاڑی پر بٹھا دیا اور ان کو حکم دیا کہ: ہماری جیت ہو یا ہار تم اپنی جگہ سے نہ ہلنا۔

لڑائی کی شروعات

سب سے پہلے قریش کی طرف سے شریف گھرانے کی عورتیں دُف پر جنگی ترانے گاتی ہوئی آگے بڑھیں جس میں ابوسفیان کی بیوی ''ہندہ'' آگے آگے تھیں، اس کا باپ عتبہ بدر میں مارا گیا تھا۔

دستور کے موافق اول ایک ایک دو دو میں مقابلہ ہوا، کفار کی طرف سے ان کا جھنڈا اٹھانے والا طلحہ اپنی صف سے نکل آیا اور آواز دی کہ: جس کو مرنا ہو وہ ہمارے مقابلہ پر آئے۔

مسلمانوں کی طرف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نکلے اور بڑھ کر تلوار کا ایسا وار کیا کہ وہ دم ہی نہ لینے پایا، پھر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور لپک کر ایک وار ایسا کیا کہ اس کا خاتمہ ہی ہو گیا۔ اب دونوں فوجیں مل گئیں اور عام جنگ شروع ہوگئی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم دشمنوں کی فوج میں گھس گئے اور ان کی صفیں الٹ دیں۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت

ایک حبشی غلام جس کا نام وحشی تھا، ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے وعدہ کیا تھا کہ تو حمزہ کو شہید کر دے گا تو آزاد کر دیا جائے گا، بس وہ آزادی کے شوق میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی تاک میں ایک چٹان کی آڑ میں بیٹھ گیا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ وہاں سے گزر رہے تھے کہ اس نے ایک چھوٹا سا نیزہ اس طرح پھینکا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ناف میں گھس کر کمر سے پار ہو گیا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کرنا چاہا؛ لیکن لڑکھڑا کر گرے اور روح نکل گئی۔

لڑائی کی درمیانی حالت

کفار کے جھنڈا اٹھانے والے لڑ لڑ کر قتل ہو رہے تھے، ایک گرتا تو

دوسرا آگے بڑھ کر جھنڈا اُٹھا لیتا، اس طرح نو دس بہادر قتل ہو گئے، دیر تک جھنڈا پڑا رہا، کوئی اٹھانے والا نہیں تھا، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے زبردست حملوں سے کفار کے پاؤں اکھڑ گئے، فوج میں بھگدڑ مچ گئی، اب مسلمان ان کے مال و اسباب جمع کرنے میں مشغول ہو گئے تو وہ حضرات جن کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہاڑی پر حفاظت کے لیے رکھا تھا۔ اس خیال سے کہ اب فتح ہو گئی ہے، ہٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ پہاڑی سے اتر آئے، ان کے سردار حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے بہت روکا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم یاد دلایا؛ مگر وہ نہ رُکے۔

کایا پلٹ

خالد بن ولید ۔ جو ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے ۔ اسی تاک میں لگے تھے، جیسے ہی پہاڑی خالی ہوئی فوراً ایک دستہ کے ساتھ پہاڑی کی پیچھے کی طرف سے آ کر بے خبری میں مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔

مسلمان بالکل بے خبر مالِ غنیمت جمع کرنے میں مشغول تھے، اچانک حملہ ہوا تو بدحواس ہو گئے اور دونوں فوجیں آپس میں اس طرح مل گئیں کہ خود مسلمان دوسرے مسلمانوں کے ہاتھوں مارے جانے لگے، اسلامی لشکر کا جھنڈا اٹھانے والے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے، وہ شکل و صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت مشابہ تھے، ان کا شہید ہونا تھا کہ کافروں نے شور مچا دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) شہید ہو گئے، اس خبر نے مسلمانوں کے ہوش اڑا دیے۔

کافروں کا سارازور حضور ﷺ کی جانب تھا، چاہتے تھے کہ کسی طرح حضور ﷺ تک پہنچ جائیں؛ لیکن چند صحابہ رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے جس کی وجہ سے کفار کو موقع نہیں ملا۔

جو لوگ حضور ﷺ کی شہادت کی خبر سن کر اِدھر اُدھر پھر رہے تھے اتفاق سے انھیں میں سے کسی کی نظر اچانک آپ ﷺ پر پڑ گئی اور وہ ایک دم سے چلا اٹھے: مسلمانو! یہاں آؤ! اللہ کے فضل و کرم سے ہمارے نبی ﷺ یہاں موجود ہیں۔

یہ سن کر مسلمانوں کی جان میں جان آئی اور پروانہ وار ٹوٹ پڑے اور آپ ﷺ کو بیچ میں لے لیا۔

ایک مرتبہ کافروں نے مل کر حملہ کیا اور تیروں کی بارش شروع کر دی، جاں نثار صحابہ سارے تیر اپنے اوپر لیتے رہے؛ یہاں تک کہ سات صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے، ایک بدبخت کافر۔ جس کو لوگ بہادر سمجھتے تھے۔ مجمع کو چیر کر حضور ﷺ تک پہنچ گیا اور آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک پر ایسی تلوار ماری کہ خَود کی دو کڑیاں رخسار مبارک میں گھس گئیں اور ایک دانت مبارک شہید ہو گیا جس کی وجہ سے چہرۂ مبارک سے خون نکلنے لگا، آپ ﷺ خون صاف کرتے جاتے تھے اور ان کی ہدایت کی دعا فرماتے تھے، سبحان اللہ کیا شانِ کریمی تھی!

اس لڑائی میں بائیس (۲۲) یا تیئیس (۲۳) کافر مارے گئے اور ستّر (۷۰) مسلمان شہید ہوئے، ان میں زیادہ تر انصار تھے، شہیدوں میں

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت بڑی اہم تھی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس کا بڑا اثر تھا، زیادہ تکلیف کی بات یہ کہ ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ نکال کر چبایا تھا۔

دشمن جیت کے گیت گاتے ہوئے روانہ ہوئے؛ لیکن خطرہ تھا کہ دشمن دوبارہ پلٹ کر حملہ نہ کردیں؛ لہذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ستر صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک فوج دشمن کے پیچھے روانہ کی؛ تاکہ دشمن پلٹے تو فوراً روک تھام ہوسکے، اس فوج میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے اور ادھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہیدوں کو دفن کرنے کے انتظامات شروع فرمائے۔

اسی سال شعبان میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آئیں اور اسی سال شراب حرام ہوئی۔

سوالات

① غزوۂ احد کا واقعہ کب پیش آیا؟
② پہاڑی پر تیراندازوں کو کیوں رکھا تھا؟
③ وہ کتنے تھے؟ اور ان کے امیر کون تھے؟
④ اس غزوہ میں کتنے مسلمان شہید ہوئے؟
⑤ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو کس نے شہید کیا تھا؟
⑥ اس غزوہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا تکلیف پہنچی؟
⑦ یہ افواہ کیوں مشہور ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہوگئے؟

یہودیوں کی شرارت

تم پڑھ چکے ہو کہ مدینہ منورہ کے آس پاس یہودیوں کی آبادی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں اور مسلمانوں کا معاہدہ کرا دیا تھا کہ مدینہ میں مل جل کر امن اور چین سے رہیں گے اور اپنے ملک کی حفاظت کرتے رہیں گے؛ مگر یہودی اس پر عمل کرنے کے لیے دل سے ایک دن بھی تیار نہیں تھے۔

غزوۂ بنو قینُقاع

سب سے پہلے بنو قینقاع نے خلاف ورزی کی؛ چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھوڑے سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ بدر کی جنگ میں مشغول تھے تب بازار میں ایک مسلمان عورت کی بے عزتی کی اور جب ایک مسلمان نے عورت کی مدد کی تو اس کو شہید کر ڈالا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدر سے واپس ہوئے تو بنو قینقاع کے لوگوں کو بلایا کہ: آپس میں صلح صفائی کرا دیں؛ مگر یہود نہیں آئے؛ بلکہ معاہدہ کا کاغذ واپس بھیج دیا اور لڑائی کا اعلان کر دیا، اور ساتھ یہ کہلا بھیجا کہ ہم قریش نہیں ہیں جن کو بدر میں تم نے ہرا دیا۔

بنو قینقاع نے جب معاہدہ کو رد کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ بنو قینقاع تشریف لے گئے اور ان کا گھیراؤ کر لیا، یہودیوں کی بڑائی ختم ہو گئی اور مقابلہ کی ہمت کسی کو بھی نہیں ہوئی، پندرہ روز تک گھیراؤ رہا، آخر کار یہودیوں

نے ہار مان لی اور آپ ﷺ کو اختیار دیا کہ جو فیصلہ کریں ہمیں منظور ہوگا۔

آپ ﷺ نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ یہاں سے سارا سامان لے کر کہیں چلے جائیں؛ چنانچہ یہ لوگ اپنا پورا سامان لے کر شام چلے گئے، یہ سات سو مرد تھے۔

غزوۂ بنونظیر

مدینہ میں یہود کا دوسرا قبیلہ بنونظیر تھا، وہ قریش کے لیے جاسوسی کا کام کرنے لگے، ظلم پر ظلم یہ کہ قریش کے اکسانے سے غزوۂ اُحد کے بعد حضور ﷺ کو شہید کرنے کی سازش بھی کی، ٹھیک وقت پر سازش کا پتہ چل گیا، جب ہر طرف سے غداری ثابت ہوگئی تو آپ ﷺ نے چاہا کہ نئے سرے سے دو بارہ معاہدہ ہوجائے؛ مگر بنونظیر کو اپنے مضبوط قلعوں پر فخر تھا، انھوں نے دوبارہ معاہدہ کرنے سے انکار کردیا۔

آپ ﷺ نے ان کے قلعہ کا پندرہ روز تک گھیراؤ کیا، آخر بنونظیر اس فیصلہ پر راضی ہوگئے کہ جس قدر مال اور سامان اونٹوں پر لے جاسکیں لے جائیں اور مدینہ سے باہر نکل جائیں، انھوں نے چھ سو اونٹوں پر سامان لیا اور اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے گرایا اور مدینہ سے نکل کر خیبر جا کر آباد ہوگئے۔ خیبر کے یہودیوں نے ان کو اتنی عزت دی کہ بنونظیر کے سرداروں کو اپنا سردار مان لیا۔

سوالات

① مدینہ میں یہود کے بڑے بڑے کتنے قبائل تھے؟

② سب سے پہلے غداری کس قبیلے نے کی؟

③ بنونظیر کا واقعہ کب پیش آیا؟

④ بنوقینقاع کا واقعہ کب پیش آیا؟

غزوۂ خندق ۵ ھ
یعنی تمام عرب کے مشرکوں کی جنگ

مدینہ طیبہ کے یہود بنونظیر مدینہ سے تو نکل گئے؛ لیکن اپنی شرارتوں سے رُکے نہیں، خیبر پہنچ کر اپنی کوششوں اور سازشوں سے سارے عرب میں فساد کی آگ لگا دی، مکہ جا کر قریش کو تیار کیا، دوسری طرف بنوغطفان کو اپنی آدھی پیداوار کا لالچ دے کر مسلمانوں سے لڑنے پر تیار کیا، اور دوسرے قبیلوں کو بھی جا جا کر ابھارا، اس طرح مدینہ کے قریب پہنچتے پہنچتے تمام حملہ آور فوج کی تعداد کم سے کم دس ہزار اور زیادہ سے زیادہ چوبیس ہزار ہوگئی تھی، اس لشکر میں ساڑھے چار ہزار اونٹ اور تین سو گھوڑے تھے۔

کافر چاہتے تھے کہ پوری طاقت سے حملہ کر کے اسلام کے نور کو بجھا دیں؛ مگر وہ کیسے بجھاتے ، اللہ تو اس کو پورا کرنے والے تھے، وہ لاکھ تدبیریں کرتے اور ایک عرب کیا ساری دنیا کی طاقت جمع کرتے تب بھی یہ

نور بجھنے والا نہیں تھا اور ان شاء اللہ! قیامت تک بجھنے والا نہیں ہے۔

حضور ﷺ نے جب یہ خبریں سنیں تو صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورہ کے مطابق یہ طے کیا کہ مدینہ میں رہ کر مقابلہ کیا جائے اور مدینہ کی حفاظت کے لیے ایک خندق کھودی جائے۔

مدینہ کی تین طرف مکانوں اور کھجوروں کے باغات اور پہاڑوں کا سلسلہ تھا، صرف ایک طرف کھلا ہوا تھا، آپ ﷺ تین ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ شہر سے نکل کر اسی طرف خندق کی تیاری شروع کر دی۔

آپ ﷺ نے خندق کی حدیں خود قائم کیں اور دس دس گز دس دس آدمی کی جماعت پر تقسیم فرما دیا۔

یہ خندق پانچ گز یعنی پندرہ فٹ چوڑی، اور زمین سے تری نکل آئی اس قدر گہری اور ساڑھے تین میل (تین میل انگریزی: ۴ کلو میٹر، ۸۲۸ سینٹی میٹر، ۲۳ ملی میٹر، تقریباً پانچ کیلومیٹر) لمبی تیار کی گئی، اور صرف چھ دن میں تین ہزار مبارک ہاتھوں نے اس کو تیار کیا۔

اللہ کے رسول ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم مزدوروں کی طرح کام کر رہے تھے، کئی کئی دن کی بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر بندھے تھے، ایک روز پریشانیوں کا ذکر کرتے ہوئے کچھ ساتھیوں نے پیٹ کھول کر دکھائے اُن پر پتھر بندھے ہوئے تھے، حضور ﷺ نے اپنے پیٹ مبارک سے کپڑا ہٹایا تو ایک کے بجائے دو پتھر تھے۔

ایک مرتبہ سخت چٹان آ گئی، جب صحابہ رضی اللہ عنہم اس کے نہ ٹوٹنے سے تنگ آ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس پریشانی کا ذکر کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھ سے کدال مارا تو چٹان کنکریوں کا ڈھیر بن گئی۔

دشمن پہنچ گئے، دشمنوں نے دیکھا کہ مدینہ میں ہمارا داخلہ نہیں ہوسکتا، خندق کے ذریعہ حد بندی ہوچکی ہے تو خندق کے سامنے اپنا پڑاؤ ڈالا، دشمنوں کی فوج زیادہ دیکھ کر منافقوں کے ہوش اڑ گئے، وہ جھوٹے بہانے بنا کر گھر واپس چلے گئے۔

بنو قریظہ کی غداری

مدینہ میں یہودیوں کا تیسرا قبیلہ بنو قریظہ تھا، یہ لوگ اب تک الگ تھے؛ لیکن جب دیکھا کہ سارا عرب چڑھ آیا ہے اور مسلمانوں کو سب طرف سے گھیر لیا ہے تو ان کے دلوں کی کھوٹ بھی سامنے آ گئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو سمجھانے کے لیے دو صحابی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا؛ لیکن انھوں ٹھیک سے بات بھی نہیں کی اور صاف کہہ دیا کہ: ہم نہیں جانتے کہ معاہدہ کیا ہوتا ہے؟۔

مقابلہ

کفار مدینہ طیبہ کو گھیرے ہوئے تھے، شہر پر حملہ کرنے کے لیے کوئی راستہ نہیں ملتا تھا، ایک طرف مسلمان تھے، دوسری طرف دشمنوں کی فوجیں

تھیں، دشمنوں کی فوجوں نے خندق کودنے کی کوشش کی؛ مگر ناکام رہے، تب دشمنوں نے پتھروں اور تیروں کی بارش شروع کی؛ تاکہ مسلمانوں کو ہٹادیں، ایک دن تو ایسا بھی گذرا کہ کفار کی طرف سے پتھروں اور تیروں کی بارش بہت ہوئی؛ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کو فرض نماز ادا کرنے کا بھی موقع نہیں ملا اور لگا تار چار نمازیں قضا ہو گئیں۔

اتفاق سے ایک طرف خندق کی چوڑائی کم تھی، بس اس طرف سے ایک بڑا بہادر گھوڑا کودا کر اس پار آنے لگا تو ادھر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ لپکے اور ایک ہی وار میں اس کو ختم کر دیا۔

دشمنوں میں پھوٹ

گھیراؤ جتنا لمبا ہوتا جاتا تھا کفار ہمت ہارتے جاتے تھے، چوبیس ہزار آدمیوں کو کھانا پہنچانا اور ان کی ضرورتوں کا خیال رکھنا آسان کام نہیں تھا، دوسری طرف دشمنوں میں پھوٹ پڑتی جاتی تھی، اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ اس عرصہ میں کچھ لوگ مسلمان ہو گئے تھے؛ لیکن کافروں پر اپنا اسلام ظاہر نہیں کیا تھا، انھوں نے ان میں گھس کر، محبت جتا کر ان کے دلوں میں پھوٹ ڈال دی، پھر اللہ کی طرف سے ایسی آندھی آئی کہ ان کے خیمے سب اُکھڑ گئے، جو اسلام کی جڑیں اکھاڑنے آئے تھے خود ان کے پاؤں اُکھڑ گئے اور کفار لاچار ہو کر بھاگ نکلے اور میدان اللہ کے فضل سے مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

بنوقریظہ کی بدعہدی کی سزا

بنوقریظہ نے مسلمانوں سے ایسے نازک وقت میں جو غداری کی تھی ان کی سزا ان کو ملنی چاہیے تھی؛ چنانچہ حضور ﷺ نے غزوۂ خندق سے واپس آکر ان کا گھیراؤ کیا، بنوقریظہ قلعہ میں نظر بند ہو گئے اور چاروں طرف سے ان کو مسلمانوں نے گھیر لیا، آخر انھوں نے درخواست کی کہ ہمارا فیصلہ کر دیا جائے اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنا فیصل بنایا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فیصلہ فرمایا کہ: جو لڑنے کے قابل ہوں وہ قتل کر دیے جائیں اور باقی غلام باندی بنا کر مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے جائیں۔

دونوں جنگ میں مسلمانوں کا جانی نقصان بہت کم ہوا، صرف دس مسلمان شہید ہوئے؛ لیکن انصار کا سب سے مضبوط بازو ٹوٹ گیا؛ یعنی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ۔ جو قبیلۂ اوس کے سردار تھے ۔ زخمی ہوئے اور فیصلہ کرنے کے بعد ایک زخم کے ٹانکے ٹوٹ گئے اور خون کا فوارہ بہنے لگا، بہت کوشش کی گئی؛ مگر خون نہ رُکا؛ یہاں تک کہ جامِ شہادت نوش فرمالیا ۔

سوالات

① خندق کھودنے کا مشورہ کس نے دیا تھا؟

② اس جنگ میں حملہ کرنے والے دشمنوں کی تعداد کتنی تھی؟

③ مسلمانوں کی تعداد کیا تھی؟

④ بنوقریظہ کے پاس آپ ﷺ نے کس کو بھیجا تھا؟

صلحِ حدیبیہ اور بیعتِ رضوان (ذی قعدہ ۶ ھ)

مسلمانوں کی بڑی تمنا تھی کہ مکہ معظّمہ جا کر خانۂ کعبہ کا طواف کریں اور اس کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈی کریں؛ چنانچہ ہجرت کے چھٹے سال ذی قعدہ کے مہینے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے تقریباً ڈیڑھ ہزار ساتھیوں کے ساتھ عمرہ کے ارادے سے مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے۔

یہ ارادہ جتنا مبارک تھا اتنا ہی خطرناک بھی تھا؛ کیوں کہ مسلمان اپنے شہر سے دور دشمنوں کے علاقے میں جا رہے تھے جو اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا چکے تھے؛ مگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوئے، سب نے حاجیوں کا لباس پہنا، قربانی کے جانور ساتھ لیے اور عرب کے دستور کے مطابق ان پر نشان لگا دیے۔

قریش کی طرف سے مقابلہ کی تیاری

قریش کو جیسے ہی خبر پہنچی انھوں نے طے کر لیا کہ مسلمانوں کو مکہ نہیں آنے دیں گے اور مقابلہ کے لیے خود بھی تیار ہو گئے اور آس پاس کے لڑاکو قبیلوں کے جوانوں کو بھی بلا لیا۔

حدیبیہ میں قیام

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ قافلہ جب مکہ کے قریب پہنچا تو آپ

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اونٹنی - جس کا نام "قصواء" تھا - بیٹھ گئی، لوگوں نے بہت اٹھانا چاہا؛ مگر اُٹھی نہیں - آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اس کو اس اللہ نے روک لیا جس نے اصحابِ فیل کو روک دیا تھا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ: قریش جو بھی شرط پیش کریں گے - جس میں اللہ کے حکموں کی عظمت ہوتی ہو - میں اس کو مان لوں گا - اس ارادے کو ظاہر کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اونٹنی کو اُٹھایا تو فوراً اُٹھ گئی اور مکہ کی طرف روانہ ہو گئی، جب اُس مقام پر پہنچے جس کو "حدیبیہ" کہا جاتا تھا تو وہیں ایک چشمہ کے قریب رُک گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ذریعہ مکہ والوں کے نام پیغام بھیجا کہ ہم تم سے لڑنے نہیں آئے، ہمارا مقصد صرف بیت اللہ شریف کی زیارت ہے؛ مگر کفار کسی طرح نہ مانے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو روک لیا، یہاں مسلمانوں کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے، بس پھر کیا تھا! مسلمانوں میں ایک جوش آ گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لینا ضروری سمجھا، پھر ایک ببول کے درخت کے نیچے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ایک خاص عہد لیا کہ:

ہم جان دے دیں گے؛ مگر مقابلے سے نہیں ہٹیں گے۔

اس بیعت کو بیعتِ رضوان کہتے ہیں؛ یعنی اللہ کی خوشی کی بیعت، قرآنِ پاک میں اس درخت اور اللہ کی خوشنودی کا ذکر ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ.

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ (ان) ایمان والوں سے خوش ہو گئے جب کہ وہ تم سے (ایک) درخت کے نیچے (جہاد میں جم کر رہنے پر) بیعت کرنے لگے۔ (از تیسیر القرآن)

صلح کی بات چیت

قریش مسلمانوں کی بہادری کا بار بار تجربہ کر چکے تھے، جب ان کو اس بیعت کی خبر پہنچی تو کچھ ہوش آیا، وہ گھبرا گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا اور کچھ آدمی بات چیت کے لیے بھیجے۔

آپسی بات چیت کے بعد ایک عہد نامہ تیار ہوا، اس کی مدت دس سال رکھی گئی، اس کی ایک خاص شرط یہ تھی کہ مسلمان اس سال واپس چلے جائیں، آئندہ سال عمرہ کریں، اس معاہدہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مدینہ واپس ہوئے۔

غزوۂ خیبر

خیبر مدینہ منورہ سے تقریباً دو سو میل تھا، یہودیوں کی تمام آبادی سمٹ کر خیبر میں جمع ہو گئی تھی، یہاں ان کے قلعے تھے، بڑی بڑی حویلیاں تھیں؛ مگر دل اور دماغ میں فساد کی آگ بھڑک رہی تھی؛ اس لیے نہ خود چین سے بیٹھے اور نہ کسی کو بیٹھنے دیا، یہاں بھی مسلمانوں کے خلاف بڑی بڑی کارروائیاں کیں۔

حضور ﷺ نے ان تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو جنھوں نے حدیبیہ کے موقع پر بیعت کی تھی تیاری کا حکم دیا اور خیبر پہنچ گئے، یہودیوں نے کچھ مقابلہ کیا، پھر قلعہ میں بند ہو گئے، ایک ایک کر کے یہودیوں کے تمام قلعے مسلمانوں کے ہاتھ میں آ گئے، صرف ایک قلعہ ''قموص'' باقی رہ گیا جو سب سے زیادہ محفوظ قلعہ تھا، دو ہفتہ گھیرا ؤ رہا؛ مگر کامیابی نہیں ہوئی۔

آخر حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں جھنڈا دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اللہ کا نام لیتے ہوئے جھنڈا ہاتھ میں لیا اور قلعے کی طرف روانہ ہوئے، قلعے میں عرب کا ایک مشہور پہلوان بھی تھا جس کا نام ''مَرْحَبْ'' تھا، جو ایک ہزار سوار کے برابر مانا جاتا تھا اور ان قلعوں میں یہودیوں کی جو فوج تھی ان کی تعداد بیس ہزار تھی۔

سب سے پہلے وہ مشہور پہلوان۔جس کا رعب سارے عرب میں تھا۔ سامنے آیا؛ مگر شیرِ خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک ہی وار میں اس کو ختم کر دیا، تھوڑی ہی دیر میں یہودیوں نے ہتھیار ڈال دیے۔

اِس لڑائی میں ترانوے (۹۳) یہودی مارے گئے اور پندرہ (۱۵) مسلمان شہید ہوئے۔

اس کے بعد آپ ﷺ ''فَدَک'' وغیرہ کے یہود کی طرف تشریف لے گئے، وہاں کے یہودیوں نے چند شرائط پر حضور ﷺ سے صلح کر لی۔

خیبر میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے نکاح میں آئیں جو ایک

یہودی سردار کی بیٹی تھیں۔

عمرۃ القضا

گذشتہ سال صلحِ حدیبیہ کے وقت طے ہوگیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے ساتھی اگلے سال آئیں گے اور مکہ میں تین روز کا قیام کریں گے اور عمرہ ادا کریں گے، اس شرط کے مطابق ذی قعدہ سنہ ۷ ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ کا اعلان فرما دیا۔

اس خبر پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئی، قاعدہ کے مطابق لبیک کہتے ہوئے مکہ معظّمہ میں داخل ہوئے، بیت اللہ کا طواف کیا اور عمرہ کے تمام ارکان ادا کیے اور شرط کے مطابق مکہ میں تین روز ٹھہر کر مدینہ طیبہ واپس ہوئے۔

سوالات

① خیبر مدینہ سے کتنا دور ہے؟
② خیبر کے یہود کے پاس کتنی فوج تھی؟
③ سب سے بڑے بہادر کا نام کیا تھا؟ اس کو کس نے قتل کیا؟
④ سب سے بڑے قلعے کا نام کیا تھا؟
⑤ اس قلعے کو کس نے فتح کیا؟

فتحِ مکہ (رمضان ۸ سنہ ھ)
اللہ کے گھر پر اللہ کے دین کا جھنڈا

صلحِ حدیبیہ کے موقع پر جو شرطیں مسلمانوں اور قریش کے درمیان ہوئی تھیں اس کو مسلمانوں نے پورے طور پر نبھایا؛ لیکن مکہ کے کافروں نے حدیبیہ کے موقع پر جو عہد ہوا تھا اس کو دو برس بھی نہیں نبھایا۔

صلح کے باوجود مسلمانوں کے ایک دوست قبیلہ بنو خزاعہ کے بعض لوگوں کو خاص حرم شریف میں صرف دشمنی کی وجہ سے بڑی بے دردی سے قتل کر ڈالا، اس قبیلے کے چند آدمیوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں آ کر فریاد کی، حضور ﷺ کو یہ واقعہ سن کر بہت صدمہ ہوا؛ مگر پہلے قریش کے پاس پیغام بھیجا اور تین شرطیں رکھیں کہ ان میں سے کوئی ایک منظور کر لیں:

① خزاعہ کے جو لوگ مارے گئے ہیں ان کے خون کا بدلہ دیں۔

② بنو بکر کی طرف داری سے الگ ہو جائیں (یہ قبیلۂ بنو خزاعہ کے افراد کے اصل قاتل تھے)۔

③ اس کا اعلان کر دیں کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔

قریش کے سرداروں نے یہ تیسری بات مان لی کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔

حضور ﷺ مکہ والوں کی اس غداری سے مجبور ہو کر ۱۰ / رمضان

المبارک ۸ھ ان مظلوموں کے خون کا بدلہ لینے کے لیے تقریباً دس ہزار مسلمانوں کی فوج لے کر مکہ معظّمہ روانہ ہوئے۔

مکہ معظّمہ کے قریب پہنچ کر ایک جگہ قیام فرمایا، قریش کو جب اس کا پتہ چلا تو ابوسفیان کو حالت معلوم کرنے کے لیے روانہ کیا، ابوسفیان نے یہاں پہنچ کر مسلمانوں کی فوج کا جوش و خروش دیکھا تو ہوش اڑ گئے اور سمجھ گئے کہ اب قریش کی خیر نہیں ہے، اب بغیر امن حاصل کیے چارہ نہیں ہے، آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ذریعہ اپنے لیے امان حاصل کی۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ ابوسفیان کو اسلامی فوج کا جوش و خروش دکھلانے کے خاطر پہاڑ کی چوٹی پر لے گئے، ابوسفیان اسلامی فوج کا یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گئے، رعب سے آواز نہ نکلی کہنے لگے:

عباس! تمھارے بھتیجے کی بڑی شان ہے!

مکہ معظّمہ میں مسلمانوں کا شاندار داخلہ

مکہ والوں میں مسلمانوں کی فوج کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں تھی، حضور ﷺ نے مختلف راستوں سے فوج کو مکہ میں داخل ہونے کا حکم دیا اور خود سرکارِ دوعالم ﷺ اللہ کی حمد و ثنا کرتے ہوئے نہایت عاجزی کے ساتھ حرم شریف میں داخل ہوئے اور تمام مسلمانوں کو ہدایت فرمادی کہ: کوئی قتل و غارت نہ کرے۔

عام معافی

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان کروادیا کہ: جو شخص ہتھیار ڈال دے، جو شخص حرم شریف میں داخل ہوجائے، جو شخص گھر کے دروازے بند کرلے، جو شخص ابوسفیان یا حکیم بن حزام کے گھر میں پناہ لے لے اس کو امان ہے، اس کو قتل نہ کیا جائے۔ آج مکہ والوں کی ساری طاقت ختم ہوگئی، آج سچ کی فتح ہوئی، باطل مٹ گیا۔

مکہ والے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں طرح طرح کی گستاخیاں کرچکے تھے اور مسلمانوں پر طرح طرح کے مظالم کرچکے تھے، کون سا جرم تھا جو انھوں نے نہیں کیا تھا؟ کون سی تکلیف تھی جو انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو نہیں پہنچائی تھی؟

آج مجرم کی طرح سامنے ہیں؛ مگر کس کے سامنے؟ اس کے دربار میں جو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا تھا؛ چنانچہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: مجھ سے کیا امید رکھتے ہو؟

انھوں نے عرض کیا: آپ شریف ہیں اور کریم النفس بھائی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں آج تم سے وہی کہتا ہوں جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو کہا تھا کہ جاؤ! آج تم سب کی غلطی معاف ہے، تم پر نہ کوئی سزا ہوگی اور نہ کوئی ملامت اور شرمندگی، تم سب آزاد ہو، مکہ والے آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ کریمانہ برتاؤ دیکھ کر حیران رہ گئے، اور ایسا اثر پڑا کہ بڑے بڑے لوگ اسی وقت مسلمان ہو گئے۔

اللہ کی شان! وہ خانۂ کعبہ جس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک اللہ کی یاد کے لیے بنایا تھا، نااہلوں نے اسے بت خانہ بنا دیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرم کو اس سے صاف کیا، خانۂ کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بُت رکھے ہوئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ مبارک میں ایک لکڑی تھی، آپ ایک ایک بت کی طرف اس کی نوک سے اشارہ کرتے جاتے اور وہ بُت اوندھے منہ زمین پر گر کر ٹوٹتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے جاتے تھے:

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾

ترجمہ: حق (یعنی اسلام) آ گیا اور باطل (یعنی شرک) مٹ گیا، یقینی بات ہے کہ باطل تو مٹنے ہی والا ہے۔ (از تیسیر القرآن)

کعبہ کی دیواروں پر جو تصویریں تھیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دھلوایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ میں تشریف لے گئے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کعبہ کے اوپر پہنچ کر اذان پڑھی۔

جیت کا خطبہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرم شریف میں ایک خطبہ دیا جو سیرت کی بڑی کتابوں میں موجود ہے؛ البتہ اس کے چند فقروں کا ترجمہ یہ ہے، پہلا فقرہ تھا:

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اس نے اپنا وعدہ سچا کیا، اپنے بندے کی مدد فرمائی اور تمام جماعتوں کو تنہا ہرایا۔

اور فرمایا: جو شخص بھی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ مکہ میں خون ریزی کرے، مکہ میں کسی ہرے بھرے درخت کا کاٹنا بھی جائز نہیں ہے، میں نے زمانۂ جاہلیت کی تمام رسموں کو پاؤں کے نیچے مسل دیا ہے؛ البتہ کعبہ کی دربانی اور زم زم پلانے کی خدمت بدستور باقی رہے گی۔

اس کے بعد فرمایا: اے قریش جاہلیت کا غرور، نسب کا گھمنڈ سب اللہ تعالیٰ نے مٹا دیا، تمام آدمی آدم کی نسل ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے لوگو! میں نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمارے قبیلے اور خاندان بنائے کہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچان سکو؛ لیکن اللہ کے نزدیک شرافت میں بڑھا ہوا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو۔ سود حرام اور جتنے سودی مطالبے آج تک تھے سب ساقط۔

اس خطبے سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفا پہاڑ پر جا کر بیٹھے اور لوگوں سے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی بیعت لینے لگے اور سب کے لیے خود استغفار کرتے رہے۔

مکہ فتح ہونے کے بعد قریش آہستہ آہستہ خوشی خوشی ایمان لانے لگے؛ یہاں تک کہ کچھ ہی دنوں میں اکثر لوگوں نے اسلام قبول کرلیا۔

آپ ﷺ پندرہ روز مکہ میں رُکے، پھر ''حنین'' تشریف لے گئے اور حضرت عتاب بن اُسید رضی اللہ عنہ کو مکہ کا گورنر بنایا۔

غزوۂ حُنَین وطائف

طائف ایک پہاڑ ہے، یہاں پر قبیلۂ ثقیف آباد تھا، طائف اور مکہ کے بیچ ایک میدان کا نام ''حنین'' تھا، یہاں قبیلہ ''ہوازِن'' آباد تھا، ثقیف اور ہوازن عرب کے مشہور قبیلے تھے، تیر چلانے میں ان کو ایسی مہارت تھی کہ پورے عرب میں ان کا جواب نہیں تھا۔

مکہ معظّمہ فتح ہوا اور اس پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا تو ان کا غرور جوش مارنے لگا کہ ہمارے ہوتے ہوئے مکہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہوجائے؟ اس لیے انھوں نے مسلمانوں پر حملہ کی تیاری شروع کر دی۔

ہوازن کے قبیلہ کے سرداروں نے ایک بڑی فوج حنین کے میدان میں اتاری، آپ ﷺ معلوم ہوا تو شوال ۸ سنہ ھ میں بارہ ہزار مسلمانوں کی فوج کے ساتھ میدان میں پہنچ گئے، اس فوج میں نومسلم بہت تھے جن کے دلوں میں ابھی ابھی ایمان کا نور داخل ہوا تھا۔

ہوازن کے لوگ چوں کہ پہلے پہنچ گئے تھے اس لیے انھوں نے میدان میں سب سے اچھی جگہ مورچہ بنالیا تھا اور راستے میں تیر چلانے والوں کو بٹھا دیا تھا کہ مسلمان آئیں تو راستے ہی میں ان کو روک دیں۔

مسلمانوں کا لشکر بے فکری میں آگے بڑھ رہا تھا، ان کو خیال ہی نہ ہوا کہ دشمن گھات میں ہے؛ یہاں تک کہ ٹھیک اس جگہ پہنچ گئے جس کے آس پاس دشمن کے تیر چلانے والے تاک میں بیٹھے ہوئے تھے، انھوں نے تیروں کی بارش شروع کر دی، اچانک حملے سے ایک دفعہ مسلمانوں کے پیرا کھڑ گئے اور جوشیلے نوجوان جو آگے آگے تھے گھبرا کر پیچھے ہٹے، اُن کے ہٹنے سے اسلامی فوج تتّر بتّر ہو گئی، صرف ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کچھ صحابی میدان میں رہ گئے، اس وقت لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہادری کا اندازہ ہوا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی آواز بہت بلند تھی، انھوں نے جب یہ حالت دیکھی تو للکارا:

انصار! کہاں جاتے ہو؟

تم نے جان دینے کی بیعت کی ہے!

مہاجرین! کیوں سمٹ گئے؟

بیعتِ رضوان والوں کہاں ہو؟

یہ سننا تھا کہ تمام اسلامی سپاہی پلٹ پڑے اور میدان میں اس جوش سے بڑھے اور ایسا سخت حملہ کیا کہ کفار کے قدم اکھڑ گئے اور تھوڑی دیر میں میدان مسلمانوں کے ہاتھ میں آ گیا اور ہوازن والے بھاگ کر طائف میں جمع ہو گئے، جہاں پر قبیلۂ ثقیف رہتا تھا۔

طائف کا گھیراؤ

حنین سے ہار کر لوگ طائف میں جمع ہو گئے اور جنگ کی تیاری کر رہے تھے، ان کا قلعہ بہت مضبوط تھا اور اس میں لڑائی کا سامان بھی بھرا پڑا تھا، مسلمانوں نے کئی بار قلعہ پر حملہ کیا؛ لیکن قلعہ کسی طرح فتح نہیں ہوا، لوگوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ: دعا فرمائیں۔ حضور ﷺ نے دعا فرمائی کہ:

اے اللہ! ثقیف کو ہدایت دے دے۔ چنانچہ کچھ ہی وقت میں ثقیف والے خود بخود حاضر ہو کر اسلام میں داخل ہوئے۔

غنیمت کے مال کی تقسیم

یہاں مسلمانوں کو بہت سارا مال اور جانور ملے، کامیابی کے بعد کئی روز تک آپ ﷺ نے انتظار کیا کہ ہوازن والے آکر بات کریں تو جو کچھ چھوڑ گئے ہیں وہ سب ان کو واپس کر دیا جائے؛ لیکن جب ان لوگوں کی طرف سے کوئی خبر نہ ملی تو آپ ﷺ نے دس بارہ روز کے بعد مالِ غنیمت کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان تقسیم کر دیا۔

حضور ﷺ نے غنیمت کے مال میں سے قریش کے نومسلموں کو بہت کچھ عطا فرمایا، اس طرح ان کے دلوں میں محبت اور خیر خواہی کے چمن لگا دیے گئے۔ انصار کو یہ خیال ہوا کہ یہ وطن کے لوگ ہیں، آپ ﷺ نے جب یہ سنا تو فرمایا: اے انصار! کیا تم یہ نہیں چاہتے ہو کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے

جائیں اور تم اللہ کے رسول کو لے جاؤ؟

انصار یہ سن کر خوشی خوشی چیخ اٹھے، کہنے لگے: ہم تو یہی چاہتے ہیں، بس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم کو مل گئے، اب ہم کو کچھ نہیں چاہیے۔

سوالات

① جنگِ حنین پیش آنے کا سبب کیا تھا؟

② جنگِ حنین کے شروع میں مسلمانوں کے قدم کیوں اکھڑ گئے؟

③ طائف کا قلعہ فتح ہونے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس طرح دعا فرمائی؟

اسلام کا پہلا حج (ذی الحجہ ۹ سنہ ھ)

۹ سنہ ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تین سو (۳۰۰) مسلمانوں کی جماعت مکہ معظّمہ حج کے لیے روانہ فرمائی، مکہ معظّمہ پہنچ کر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اعلان کیا کہ: اب کوئی کافر بیت اللہ شریف میں قدم نہ رکھے اور کوئی شخص ننگے بدن بیت اللہ کا طواف نہ کرے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہلا اور آخری حج

مکہ فتح ہونے کے بعد اسلام دنیا میں پھیل رہا تھا، لوگ ہر طرف سے وفد کی صورت میں آتے تھے اور اسلام کی دولت سے مالا مال ہوتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں **اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ** نازل فرمائی جس سے پتہ چل گیا کہ اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں چند ہی روز تشریف رکھیں گے؛ چوں کہ نبوت اور رسالت کا جو مقصد تھا وہ پورا ہو گیا اور جس دین کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آئے تھے وہ مکمل ہو چکا، اللہ کے سارے احکام پہچا دیے گئے، ان پر عمل کرادیا گیا؛ لیکن ایک فرض باقی رہ گیا؛ یعنی بیت اللہ کا حج، اس پر عمل کرانا باقی ہے؛ چنانچہ ذی قعدہ ۱۰ سنہ ھ میں حج کا اعلان فرمادیا۔

ذی قعدہ کی ۲۶ / تاریخ سنیچر کے روز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کے ساتھ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: دائیں، بائیں، آگے، پیچھے جہاں تک نظر پہنچتی تھی بس آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب لبیک کہتے تو ساتھ ساتھ تمام مسلمان بھی لبیک کہنے لگتے تو راستے کی تمام پہاڑیاں گونج اُٹھتی تھیں۔

یہ نورانی قافلہ جس کی تعداد تقریباً سوا لاکھ تھی، ذی الحجہ کی ۴ / تاریخ اتوار کے دن مقدس سرزمین مکہ معظّمہ پہنچ گیا، مکہ معظّمہ پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طواف کیا، مقامِ ابراہیم پر دو رکعت نماز ادا کی، پھر صفا مروہ پر تشریف لے گئے اور اپنا عمرہ مکمل کیا۔

پھر آٹھویں ذی الحجہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مسلمانوں کے ساتھ منیٰ تشریف لے گئے، دوسرے دن نویں ذی الحجہ کو صبح فجر کی نماز پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرفات تشریف لے گئے۔

عرفات کے میدان میں آپ ﷺ کا آخری خطبہ

نویں ذی الحجہ کو عرفات کے میدان میں تقریباً سوا لاکھ صحابہ کے مجمع میں رسالت و نبوت کے تاج دار حضرت محمد ﷺ نے اپنی اونٹنی پر سے ایک خطبہ دیا، جو سیرت کی کتابوں میں موجود ہے، چند جملوں کا ترجمہ یہ ہے:

فرمایا: اے لوگو! میری بات کان لگا کر سنو، نہیں معلوم کہ آئندہ سال میں تم سے ملوں یا نہ مل سکوں، تم اس وقت میری بات غور سے سنو، دیکھو! تمھارا ایک معبود ہے اور تم ایک باپ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہو، سب مسلمان بھائی بھائی ہیں، کسی کو کسی پر بڑائی نہیں، ہاں! مگر جن کے اعمال نیک ہوں۔

اور سنو! عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا، تم دونوں کا ایک دوسرے پر حق ہے۔

اور دیکھو! غلاموں پر ظلم نہ کرنا۔

اور یاد رکھو! تمھارا خون اور تمھارا مال ایک دوسرے پر حرام ہے، میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کو قتل کرنے لگو۔

سن لو! تم کو خدا کے حضور میں حاضر ہونا ہے جہاں تم سے تمھارے اعمال کے متعلق پوچھ ہوگی۔

دیکھو! میں تم میں دو باتیں چھوڑ کر جاتا ہوں جس کے ہوتے ہوئے تم کبھی گمراہ نہ ہوگے بشرطیکہ مضبوطی سے پکڑے رہو، وہ ہیں اللہ کی کتاب اور

میری سنت۔

اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمھارے بعد کوئی امت نہیں، کیا تم سنتے نہیں؟ دیکھو! اگر تم پر ایک حبشی غلام بھی سردار ہو اور تم کو اللہ کی کتاب کے مطابق حکم دے تو اس کی اطاعت کرنا۔

لوگو! سنو، اپنے رب کی عبادت کرنا، پانچوں وقت کی نماز اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا اور میرے حکموں پر عمل کرنا، یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اے لوگو! کیا میں نے تم کو اپنے رب کا پیغام پورا پورا پہنچا دیا؟

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: بے شک! آپ نے پورا پورا پیغام پہنچا دیا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ میرا پیغام دوسروں کو پہنچا دیں۔

اس موقع پر دین کے مکمل ہونے کی خوش خبری اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا .

ترجمہ: آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین (ہر طرح سے) مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت میں نے پوری کر دی اور میں نے تمھارے لیے اسلام کو دین کے طور پر (ہمیشہ کے لیے) پسند کیا۔ (از تیسیر القرآن)

خطبہ سے فارغ ہوئے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ ادا فرمائی، پھر حج کے تمام ارکان ادا فرما کر ۱۴/ ذی الحجہ کو صبح کی نماز کعبہ میں پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مدینہ طیبہ روانہ ہوئے۔

بیماری کی شروعات

مکہ معظّمہ سے واپسی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملکِ شام کی طرف ایک لشکر روانہ فرمایا اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر فرمایا، یہ لشکر مدینہ طیبہ سے کچھ ہی دور گیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت ناساز ہوگئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۲۸/ صفر منگل کی رات کو مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع تشریف لے گئے، وہاں مُردوں کے لیے دعائے مغفرت فرمائی۔

جب وہاں سے واپس ہوئے تو سر مبارک میں درد تھا، پھر بخار ہو گیا ، بخار اس قدر بڑھ گیا کہ بخار کی گرمی کی وجہ سے کمبل بھی گرم ہو رہا تھا، یہ دن ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیماری میں بھی باری کا خوب خیال رکھتے تھے؛ لیکن جب طبیعت زیادہ ناساز ہوگئی تو سب کی خوشی سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کمرے میں تشریف لے آئے۔

جب تک طاقت رہی برابر نماز کے لیے مسجد تشریف لے جاتے رہے؛ لیکن جب کمزوری بڑھ گئی، نماز کے لیے جانا مشکل ہو گیا تو کچھ نمازیں گھر

میں ادا فرمائی اور مسجدِ نبوی میں حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے امامت کی۔

وفات اور آخری خطبہ

وفات کے چار روز پہلے طبیعت کچھ سنبھل گئی تھی، پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کاندھے پر سہارا دے کر مسجد تشریف لائے، جماعت کھڑی تھی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے، انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے پیچھے ہٹنا چاہا؛ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ سے منع فرمایا۔

نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختصر خطبہ دیا، فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ چاہے وہ دنیا لے یا آخرت کا گھر پسند کر لے، سو اس بندے نے اللہ کے پاس جانا ہی قبول کیا، یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رو پڑے؛ اس لیے کہ وہ سمجھ گئے کہ یہ بندے خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

پھر فرمایا! سنو: انصار مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں، میں تم کو وصیت کرتا ہوں تم ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور دیکھو! جو چیزیں میں نے حلال کی وہ اللہ ہی کے حکم سے حلال کی اور جو چیزیں حرام کی وہ اللہ ہی کے حکم سے حرام کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر تشریف لے آئے۔

دنیا سے رخصتی کا دن

پیر کا دن تھا، ظاہر میں طبیعت کچھ ہلکی تھی، حجرۂ مبارک مسجد سے ملا ہوا تھا،

صبح ہو گئی تھی، آپ ﷺ نے پردہ ہٹا کر جماعت کا منظر دیکھا، مسلمانوں کو نماز میں دیکھ کر خوشی سے مسکرا دیئے، لوگ سمجھے کہ آپ ﷺ تشریف لانا چاہتے ہیں تو اس قدر خوشی ہوئی کہ بے قابو ہو گئے، قریب تھا کہ نمازیں توڑ دیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پیچھے ہٹنا بھی چاہا؛ مگر آپ ﷺ نے اشارہ سے منع فرمایا اور فوراً چہرہ مبارک اندر کرلیا۔

پھر بیماری بڑھتی گئی، بار بار بے ہوشی طاری ہو جاتی تھی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کی یہ تکلیف نہ دیکھی گئی، کہنے لگیں: میرے ابا جان! آپ کو کتنی تکلیف ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ: آج کے بعد تمھارے ابا کو کبھی بے چینی نہیں ہوگی۔

آپ ﷺ بے چینی میں زبان مبارک سے یہ ارشاد فرما رہے تھے کہ: اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے کہ انھوں نے اپنے پیغمبر کی قبروں کو سجدہ کی جگہ بنالیا (مطلب یہ کہ تم ایسا نہ کرنا)۔

کبھی ارشاد فرماتے: دیکھو! نماز کبھی نہ چھوڑنا اور غلاموں سے نیک برتاؤ کرنا۔

دوپہر کے وقت تکلیف بڑھ گئی، آپ ﷺ نے مسواک فرمائی، پھر روح مبارک نے اپنے خالق و مالک کی طرف رخ کیا، محبوبِ حقیقی کو یاد کیا اور اَللّٰھُمَّ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی کہتے ہوئے آخرت کی طرف روانہ ہوگئی۔

یہ ایک ایسی مصیبت تھی کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ساتھ دنیا کو پہلی مرتبہ دیکھنی پڑ رہی تھی، دنیا نے نہ کبھی ایسے رحمۃ للعالمین اور خاتم النبیین دیکھے تھے، نہ ان کی جدائی سے عالم کو اُداس ہونا پڑا تھا۔ مسجدِ نبوی میں کہرام مچا تھا، مدینہ طیبہ کی گلی کوچوں سے رونے کی آوازیں آ رہی تھیں، ہر شخص بے قابو تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمرہ میں تشریف لائے اور چہرۂ انور سے چادر اٹھا کر چہرہ مبارک کی زیارت کی، پھر مسجد میں آ کر لوگوں کو قرآنِ پاک کی چند آیات سنا کر صبر کی ہدایت کی جس سے لوگوں کو کچھ سکون ہوا۔

غسل اور کفن دفن

حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دیا اور تین سفید کپڑوں میں کفنایا گیا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے الگ الگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمرہ میں جا کر نمازِ جنازہ ادا کی اور یہ سلسلہ منگل کی شام تک چلتا رہا، منگل کی رات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی تھی دو عالم کے بادشاہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پردہ میں کر دیا گیا، گویا نورانی جسم کو خزانہ میں امانت رکھ دیا گیا۔

سنہ ۱۱ھ پیر کا دن، ربیع الاول کی بارہ تاریخ، ظہر اور عصر کے درمیان کا وقت عمر شریف کے تریسٹھ سال پورے ہو رہے تھے۔

سوالات

① ۹ سنہ ھ میں کتنے مسلمانوں نے کس کے ساتھ حج کیا؟
② حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس حج میں کس بات کا اعلان کیا؟
③ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی میں کتنے حج فرمائیں؟
④ آخری حج میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کتنے صحابہ تھے؟
⑤ آخری حج میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ سے کب روانہ ہوئے؟
⑥ مکہ کس تاریخ کو پہنچے؟ کس تاریخ کو مدینہ واپس ہوئے؟
⑦ بیماری کی ابتدا کس تاریخ سے ہوئی؟
⑧ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کس نے غسل دیا؟
⑨ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نمازِ جنازہ کس نے پڑھائی؟
⑩ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہاں دفن کیا گیا؟
⑪ کس دن انتقال ہوا؟ اس دن کونسی تاریخ تھی؟
⑫ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری بیماری میں مسجدِ نبوی میں کس نے نماز پڑھائی؟

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

چوتھا باب

اخلاق وآداب

غیبت اور بہتان

آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا: بتاؤ! غیبت کسے کہتے ہیں؟

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ہی فرمائیے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: غیبت یہ ہے کہ پیٹھ پیچھے اپنے بھائی کی کوئی ایسی بات بیان کرو جو اس کو پسند نہ ہو۔

ایک صحابی نے دریافت کیا: یارسول اللہ! اگر وہ بات اس میں موجود ہو، مثلاً اس کو جھوٹ بولنے کی عادت ہے اور پیٹھ پیچھے اس کو جھوٹا کہا جارہا ہے تو یہ بھی غیبت ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: یہی تو غیبت ہے اور اگر اس میں وہ بات نہیں ہے جو تم نے بیان کی تو یہ بہتان ہوگیا۔

یاد رکھو! پیٹھ پیچھے کسی کی کوئی ایسی بات بیان کرنا کہ اگر وہ سن لے تو ناراض ہو، غیبت کہلاتا ہے، مثلاً کسی کی غیر حاضری میں اس کو چور کہا اور حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ غیبت جب کہلائے گی جب وہ واقعی چور ہو، اگر یہ بات اس میں نہیں ہے تو اس صورت میں دو گناہ ہوگئے، ایک غیبت کا اور ایک بہتان کا۔

یہ بھی یاد رکھو! جس طرح پیٹھ پیچھے زبان سے کوئی ایسی بات کہنا جو اس کو برا لگے ''غیبت'' ہے ایسے ہی اس کی نقل اتارنا یا اشارہ سے کوئی بُرائی ظاہر

کرنا بھی غیبت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کچھ باتیں کر رہی تھیں، باتوں باتوں میں ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ذکر آ گیا جو نیچے قد والی یعنی ٹھگنی تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو ٹھگنی تو نہیں کہا؛ البتہ اشارہ کر کے اس عیب کو ظاہر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً تنبیہ کی اور فرمایا:

تم نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر اسے سمندر میں ڈال دیں تو سمندر بھی گندا ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں غیبت کی مثال ایسی دی ہے ''گویا تم اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھا رہے ہو''، جس کا خیال بھی برا لگتا ہے، اسی طرح غیبت کے خیال سے بھی گِھن کرنا چاہیے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: آگ جو اثر سوکھی گھاس میں کرتی ہے اس سے زیادہ غیبت کرنے والے کی نیکیوں میں غیبت اثر کرتی ہے۔

عقلمندوں نے کہا ہے: ایسے شخص سے دوستی مت کرو جسے غیبت کی عادت ہو۔ ظاہر ہے جو دوسروں کی بُرائی ہمارے سامنے کر رہا ہے وہ ہماری بُرائی بھی دوسروں کے سامنے بیان کرے گا۔

مسئلہ: غیبت حرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔ جس طرح مسلمان کی غیبت منع ہے ایسے ہی غیر مسلم کی غیبت کرنا بھی منع ہے۔

چغل خوری کی برائی

چغلی: جھوٹی سچی باتیں بنا کر ایک دوسرے کے خلاف بھڑکانے کو چغلی کہتے ہیں اور ایسا کرنے والے کو چغل خور کہتے ہیں۔ چغل خور اِدھر کی باتیں اُدھر کرتا ہے؛ تاکہ دونوں میں فساد اور جھگڑا پیدا کر دے۔

یہ ایسی بری عادت ہے کہ اس سے خاندان تباہ ہو جاتے ہیں، آپس کے تعلقات ختم ہو جاتے ہیں؛ اسی لیے حضور ﷺ نے فرمایا:

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ نَمَّامٌ.

دوسری روایت میں ہے: لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَتَّاتٌ.

ترجمہ: چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔

حضور ﷺ نے ایک دفعہ اپنے ساتھیوں سے فرمایا: دیکھو! میں ایسی چیز بتاتا ہوں جس کا درجہ نفل نماز، روزہ، صدقہ اور خیرات سے بھی بڑھا ہوا ہے، وہ کیا چیز ہے؟ وہ ہے "اِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَیْن" یعنی آپس کی خرابیوں کو دور کرنا اور دلوں کا میل دور کر کے میل ملاپ کی کوشش کرنا۔

پھر ارشاد فرمایا: یاد رکھو! "اِفْسَادُ ذَاتِ الْبَیْن" یعنی آپس کے تعلقات میں بگاڑ پیدا کرنا؛ گویا اُسترہ ہے جو بالوں کو نہیں ایمان کو مونڈ ڈالتا ہے۔

پیارے بچو!

بڑوں کی عزت، ساتھیوں کا ادب، اپنوں اور پرایوں کے ساتھ اچھا

سلوک، اللہ کی مخلوق کی خدمت، ہر ایک کے کام آنا، ہر ایک کا بھلا چاہنا، اور ہر ایک سے بھلائی کرنا، اسلام اور ایمان کی شان ہے۔

بدگمانی کی برائی

اللہ پاک نے قرآنِ شریف میں ارشاد فرمایا:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ. (الحجرات:۱۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! بہت گمان کرنے سے بچو؛ کیوں کہ بعض گمان گناہ ہوا کرتے ہیں۔ (از تیسیر القرآن)

چوں کہ بدگمانی بہت سی بُرائیوں کی جڑ ہے؛ اس لیے اس سے سختی سے روکا گیا ہے، اصل بات یہ ہے کہ آدمی جیسا خود ہوتا ہے ایسا ہی دوسروں کو سمجھتا ہے، اچھا آدمی دوسروں کو بھی اچھا سمجھتا ہے اور جس میں خود کھوٹ ہوتا ہے وہ دوسروں کو بھی کھوٹا سمجھتا ہے، جیسے ایک آدمی خود غرض ہے جس کے سامنے ہر وقت اور ہر موقع اپنی دنیوی غرض رہتی ہے اور ہر مواقع میں وہ اپنا نفع ہی تلاش کرتا ہے وہ قوم کے سچے خادموں کے بارے میں بھی یہ ہی خیال رکھتا ہے کہ ان کی ساری کوشش کسی لالچ یا غرض کی خاطر ہے۔

دیکھو! کتنا بڑا ظلم ہے کہ ایک آدمی اللہ کے لیے کام کرے اور اللہ کی مخلوق کی ہمدردی میں قربانیاں پیش کرے اور ہم یہ سمجھیں کہ یہ جو کچھ کر رہا ہے

اپنی غرض کے لیے کر رہا ہے۔

مکہ کے کافر اسی وجہ سے ایک عرصہ تک ایمان سے محروم رہے کہ وہ سمجھتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تبلیغ کسی اپنی غرض کے لیے ہے، ہمارے لیے نہیں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدگمانی سے بچنے کی تاکید فرمائی اور اچھا گمان رکھنے کی تعلیم دی؛ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بدگمانی سے بچو؛ اس لیے کہ بدگمانی بہت بُرا جھوٹ ہے۔

دیکھو! بدگمانی کو جھوٹ سے بھی برا بتایا ہے۔

ایک مثال:

ہم نے رمضان المبارک میں دن میں کسی مسلمان کو کسی ہوٹل سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا تو یہ گمان بھی کر سکتے ہیں کہ یہ شخص روزے دار نہیں ہے؛ بلکہ ہوٹل سے کھانا کھا کر نکلا ہے، پھر ہم کسی کو یہ بات بتائیں کہ فلاں شخص روزے نہیں رکھتا، میں نے اس کو رمضان میں ایک دن ہوٹل سے کھا کر نکلتے دیکھا، یہ بدگمانی ہے، اسی کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت برا جھوٹ کہا ہے۔ یہاں ہم یہ گمان کر سکتے ہیں کہ یہ شخص اپنے کسی کام سے آیا ہوگا یا شام کے لیے افطاری کے کھانے کا آرڈر دینے آیا ہوگا تو یہ اچھا گمان ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ عبادت ہے۔

ہدایت: اساتذہ دیگر مثالوں سے حسنِ ظن کی حقیقت سمجھائیں۔

جاسوسی کرنے کی برائی

بدگمانی کرنے والا خود بُرا ہے؛ اس لیے اس کا اثر یہ ہوگا کہ وہ دوسروں میں بھی بُرائی اور عیب دیکھنا چاہے گا اور جب کوئی عیب نظر نہیں آئے گا تو وہ عیب کی تلاش میں رہے گا۔

یاد رکھو! دوسروں کے عیب اور دوسروں کی بُرائی کی تلاش کرنے کا نام تجسس (جاسوسی کرنا) ہے، اللہ پاک نے اس سے منع فرمایا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے: تم لوگوں کے عیب کی تلاش میں مت رہو؛ کیوں کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی کمزوریوں کے پیچھے رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کی کھوج میں رہیں گے اور جس کی کمزوریوں کی کھوج میں اللہ تعالیٰ ہے ظاہر ہے کہ وہ اس کو رسوا کردے گا؛ چاہے کتنی ہی چھپانے کی کوشش کرے۔

پیارے بچو! خوب یاد رکھو!

اللہ تعالیٰ کی ذات ہر عیب سے پاک ہے، اور گناہوں سے پاک صرف انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں، انبیاء علیہم السلام کے علاوہ خواہ کتنا ہی بڑا عالم ہو کوئی نہ کوئی کمزوری اس میں ہوتی ہے، پس یہ کھوٹے دل والا بدگمان آدمی اس کمزوری کو پکڑ لیتا ہے اور اسی کو اچھالنا شروع کردیتا ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نیک لوگوں کو بھی بعض لوگ بُرا ماننے لگتے ہیں اور اُس عالم کی ہدایت پر چلنے

سے عوام کو جو فائدہ ہو سکتا تھا اس میں فرق آجاتا ہے۔

یاد رکھو! کسی عالم یا نیک آدمی کی غیبت بہت بُری چیز ہے، اس کے پاس علم ہے، اللہ پاک اس کو توبہ کی توفیق دے دیں گے اور اس کا گناہ معاف ہو جائے گا؛ لیکن اس کی غیبت کرنے والے اور اس کے عیب کو اُچھالنے والے ذلیل ہوں گے۔

یاد رکھو! بُرا آدمی ہمیشہ لوگوں کی بُرائیاں ہی تلاش کرے گا، وہ کسی کی اچھائی کی قدر نہیں کرسکتا، خنزیر ہمیشہ پاخانہ اور گندگی کی تلاش میں رہتا ہے، وہ باغوں میں پھولوں اور اس کی خوشبو کو تلاش نہیں کرتا۔

بھلے آدمیوں کی بھلائیوں اور خوبیوں کی قدر کرو، غلطیوں کو جانے دو، اس سے مسلمانوں میں جوڑ ہوگا۔

صلۂ رحم کی فضیلت

یہ دو لفظ ہیں: (۱) صلہ۔ (۲) رَحم۔

صلہ کے معنی جوڑنا اور رحم قرابت اور رشتہ کو کہتے ہیں۔

رشتہ داروں سے رشتہ جوڑے رکھنا اور ان سے اچھا سلوک کرنا صلۂ رحم ہے اور رشتہ داروں سے رشتہ توڑے؛ یعنی ان کے ساتھ بُرا سلوک کرے اس کو قطع رحم کہتے ہیں۔

اسلام میں رشتے داروں سے رشتہ جوڑے رکھنے کی بہت تاکید کی گئی

ہے؛ کیوں کہ اس سے محبت بڑھتی ہے، دولت میں ترقی اور عمر میں برکت ہوتی ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

رحم کو میں نے اپنے نام رحمٰن سے بنایا ہے، پس جو شخص رحم کو یعنی رشتہ کو جوڑے گا میں اس کو جوڑوں گا اور جو رشتہ کو توڑے گا میں اس کو توڑوں گا۔

رشتے داروں سے قطع تعلق کی بہت سخت ممانعت فرمائی گئی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ.

رشتے داروں سے قطع تعلق کرنے والا جنت میں نہ جاسکے گا۔

ایک حدیث میں ہے کہ لوگوں میں کوئی ایسا شخص ہو جو رشتے داروں سے بُرا سلوک کرتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل نہیں ہوگی۔

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: اس شخص کو اچھا سلوک کرنے والا نہیں کہا جائے گا جو بدلہ لے؛ بلکہ اچھا سلوک کرنے والا وہ ہے جو توڑنے والے سے جوڑے اور بُرے سلوک کے بدلے میں اچھا سلوک کرے۔

اگر رشتے دار کافر اور مشرک بھی ہوں تب بھی مسلمان کا کام یہی ہے کہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بہت ہی عمدہ جوڑا دیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وہ اپنے بھائی کے پاس بھیج دیا جو ابھی تک

مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

حسنِ سلوک کی صورتیں

① رشتے داروں کی خوشی اور غمی میں شریک رہو، کام کاج میں ہاتھ بٹاؤ۔

② مال سے امداد کرو، اگر وہ قرض مانگیں تو حیلہ بہانہ ہرگز نہ کرو، جہاں تک ممکن ہو قرض دے کر اس کی امداد کرو۔

③ اچھا سلوک کر کے احسان نہ جتاؤ۔

④ رشتہ داروں کی عزت اپنی عزت اور ان کی ذلت اپنی ذلت سمجھو۔

⑤ بڑوں کی تعظیم، چھوٹوں پر مہربانی اور برابر والوں سے دوستی اور محبت کا برتاؤ رکھو۔

حسنِ سلوک کی برکتیں

رشتے داروں سے حسنِ سلوک کی برکتیں یہ ہیں:

① اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں۔

② یہ شخص جنت کا مستحق ہوتا ہے۔

③ آپس میں محبت بڑھتی ہے۔

④ عمر اور رزق میں برکت ہوتی ہے۔

⑤ مصیبتیں اور آفتیں ٹلتی ہیں۔

⑥ لوگوں میں عزت بڑھتی ہے۔

اس کے برخلاف رشتے داروں سے بدسلوکی کا وبال یہ ہے کہ اللہ ناراض ہوتے ہیں، ایسا شخص جنت سے محروم ہوتا ہے، اس کی کمائی اور عمر میں برکت نہیں ہوتی اور وہ لوگوں کی نظروں سے گر جاتا ہے۔

ملاقات کے آداب

کسی کے گھر ملاقات کے لیے جانے کے آداب

حضرت سعد رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں، ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کے یہاں ملاقات کے لیے تشریف لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دروازہ کے باہر ایک کنارہ پر کھڑے ہوکر فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ .

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اندر سے بالکل آہستہ سے فرمایا:

وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ .

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ایک لڑکے تھے، قیس ان کا نام تھا، انھوں نے اپنے والد سے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہیں، بُلا لیجیے!

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: چپ رہو، کچھ اور سلام فرمانے دو۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلام بہت بڑی دولت ہے، یہ دولت جتنی بھی زیادہ ہو برکت ہی برکت ہے۔

حضور ﷺ نے دوبارہ وہیں کھڑے ہو کر فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ.

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے پھر آہستہ سے جواب دیا۔

حضور ﷺ نے تیسری مرتبہ اُسی جگہ کھڑے ہو کر فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ.

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس مرتبہ بھی آہستہ سے جواب دیا۔

جب تین دفعہ سلام کر لیا اور اندر سے جواب نہیں ملا تو آپ ﷺ واپس ہونے لگے۔

تب حضرت سعد رضی اللہ عنہ دوڑے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ پر جان قربان میں آپ ﷺ کے سلام سنتا رہا؛ مگر دل چاہتا تھا کہ آں حضرت ﷺ کی زبانِ مبارک سے یہ دعا ہمارے لیے بار بار ہو، حضور اِس سے بڑھ کر خوش نصیبی کیا ہو سکتی ہے کہ حضرت والا بار بار فرمائیں کہ تم پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت ہو۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: حضور! انسان کا شوق کچھ گستاخ ہوا کرتا ہے، یہ گستاخی اسی شوق میں ہوئی ہے، گستاخی معاف فرمایئے اور غریب خانے کو رونق بخشیے۔

آپ ﷺ اندر تشریف لائے، گرمی کا موسم تھا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اجازت ہو تو پانی رکھ دوں، حضرت غسل فرمالیں۔

آپ ﷺ نے غسل فرمایا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایک زعفرانی رنگ کی چادر پیش کی، آپ ﷺ نے اس کو پہن لی۔

غسل کھانے سے باہر تشریف لائے اور دعا فرمائی: اے اللہ! اس گھر پر رحمتیں اور برکتیں نازل فرما۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کھانا پیش کیا، آپ ﷺ نے کھانا کھایا، تھوڑی دیر بعد جب آپ ﷺ واپس ہونے لگے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی گھوڑی سواری کے لیے پیش کی اور گھوڑی کی پیٹھ پر ایک لال چادر ڈال دی، آپ ﷺ سوار ہو کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے قیس سے فرمایا کہ: ساتھ جاؤ۔

حضرت قیس رضی اللہ عنہ سواری کے ساتھ ساتھ چلے، چند قدم چلے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تم بھی سوار ہو جاؤ۔

حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے معذرت کی، آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا سوار نہیں ہوتے ہو تو واپس ہو جاؤ، قیس رضی اللہ عنہ نے سلام عرض کیا اور واپس ہو گئے۔

دیکھو! اِس حدیث سے بہت سی باتیں معلوم ہوئیں، انھیں سمجھو اور یاد رکھو اور اُن پر عمل کرو۔

حدیثِ پاک میں مہمان کے لیے ہدایات

① معلوم ہوا کہ ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ''

دعا ہے، جب بھی ایک مسلمان کی دوسرے سے ملاقات ہو یا کسی کے گھر جانا ہو تو اسلامی طریقہ یہ ہے کہ یہ دعا دو۔

② دعا عبادت ہوتی ہے تو سلام کرنا اور اس کا جواب دینا عبادت ہے۔

③ سلام کا جواب دینا واجب ہے۔

④ اجازت حاصل کرنے کا طریقہ اسلام نے یہ بتایا ہے کہ دروازے پر کھڑے ہو کر کہو: ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَکَاتُهٗ'' کیا میں حاضر ہوسکتا ہوں؟

⑤ اگر تین دفعہ اجازت لینے کے بعد بھی اندر سے اجازت نہ ملے تو واپس ہو جاؤ اور بُرا ہرگز نہ مانو۔

⑥ اجازت لیتے وقت آڑ میں کھڑے ہو، ایسی جگہ نہ کھڑے ہو کہ اندر سے سامنا ہو، اندر جھانکنا بہت بُری بات ہے، حدیث شریف میں اس سے سختی سے روکا ہے۔

⑦ جس کے یہاں تم گئے ہو اگر اُس سے محبت اور شوق کے جذبہ سے کوئی بات تمھاری شان کے خلاف ہو جائے تو اُس کو بُرا نہ مانو؛ بلکہ ان کے جذبہ کی قدر کرو۔

چند باتیں اور ہیں جن کی تعلیم ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دی ہے:

⑧ اگر اندر سے پوچھا جائے ''کون'' تو یہ مت کہو ''میں'' وہ کیا جانے ''میں'' کون ہے؟ بلکہ اپنا نام بتاؤ۔

⑨ چاہے کیسا ہی دوست ہو روزانہ اس کے پاس مت جاؤ؛ بلکہ کچھ دن چھوڑ کر جاؤ، اس سے محبت بڑھے گی۔

ملاقات کے آداب میں چند باتیں علما نے اور بتائی ہیں:

⑩ کسی کے یہاں ایسے وقت جاؤ جو ملنے کا وقت ہو سونے یا آرام کرنے یا کھانے یا ناشتہ کے وقت مت جاؤ۔

⑪ رات کے وقت کسی کے یہاں پہنچنے سے احتیاط کرو۔

⑫ دوست احباب اور اس کے بال بچوں کے لیے اپنے حیثیت کا تحفہ لے جاؤ۔

⑬ جب واپس ہونا چاہو تو اجازت مانگو، پھر سلام کر کے نکل جاؤ۔

حدیث پاک میں میزبان کے لیے ہدایات

① جب کوئی آدمی تمھارے گھر آئے تو اس کی عزت کرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: مؤمن کی شان یہ ہے کہ مہمان کی عزت کرے۔

② جب مہمان جانے لگے تو پہنچانے کے لیے تھوڑی دور تک ساتھ جاؤ۔

③ جب ساتھ جاؤ تو خود مت لوٹو؛ بلکہ مہمان کو چاہیے کہ وہ رخصت کرے کہ "اب آپ آرام فرمایئے۔

④ اگر تمھارے پاس سواری ہو تو مہمان کی واپسی کے لیے سواری

پیش کرو۔

۵ جب کوئی تمھارے یہاں آئے تو تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔

۶ اُس کے آنے پر خوشی کا اظہار کرو۔

۷ کچھ عرصہ کے بعد ملاقات ہوئی ہے تو معانقہ بھی کرو؛ ورنہ مصافحہ کرلو۔

عیادت اور بیمار کی خبر لینے جانا

جان پہچان، یا پڑوسی یا کوئی عزیز رشتہ دار یا دوست و احباب یا ہمارے استاذ میں سے کوئی بیمار پڑ جائے تو ان کی خبر لینے کے لیے جانا، اس کے ساتھ ہمدردی کرنا، اُس کی مدد کرنا، اس کے لیے دعا کرنا سنت ہے اور یہ اسلامی طریقہ کا اہم حصہ ہے۔

جو شخص کسی بیمار کی خبر لینے کے لیے جاتا ہے تو فرشتے اس کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر صبح کو جاتا ہے تو شام تک ستّر ہزار فرشتے اس کے لیے دعا کرتے ہیں اور شام کو جاتا ہے تو صبح تک اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں۔ (ابوداؤد شریف)

ایک حدیث میں ہے کہ فرشتے دعا کرتے ہیں کہ تم خوش رہو، تمھارا چلنا مبارک ہو اور تمھیں جنت میں منزل نصیب ہو۔ (ترمذی شریف)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی اچھی طرح وضو کر کے ثواب کی نیت

سے بیمار کی خبر لینے کے لیے جائے تو وہ دوزخ سے سات سو سال دور ہو جاتا ہے۔

بیمار پُرسی کے آداب

① وضو کر کے جانا مستحب ہے؛ اس لیے وضو کر کے جائیں۔

② بیمار کے سامنے ایسی باتیں کریں کہ اس کو اطمینان ہو اور بیماری کی گھبراہٹ اس کے دماغ سے کم ہو، مثلاً یہ کہیں کہ: کوئی خطرہ کی بات نہیں ہے، ان شاء اللہ! جلد تندرست ہو جاؤ گے۔ یا کہیں کہ: بیماری سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور درجات بلند ہوتے ہیں وغیرہ۔

③ اِس بات کا خیال رکھیں کہ بیمار کے پاس زیادہ شور نہ ہو اور ہم بھی زیادہ زور سے نہ بولیں۔

④ بیمار کے پاس زیادہ دیر نہ بیٹھیں؛ بلکہ بیمار کا کوئی کام نہ ہو تو جلد اُٹھنے کی کوشش کریں۔

⑤ مزاج پُرسی کے وقت بیمار کی پیشانی پر یا سینہ پر یا اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر دعا دو اور پوچھو کہ: طبیعت کیسی ہے؟۔ اس سے زیادہ ہم دردی معلوم ہوتی ہے۔ یہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے اور اس سے مزاج پرسی کامل ہوتی ہے۔

⑥ بیمار سے کہو کہ: وہ تمھارے لیے دعا کرے، بیمار کی دعا قبول ہوتی

ہے اور تم بھی اس کے لیے دعا کرو۔

آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص بیمار کی عیادت کے وقت سات مرتبہ یہ دعا دل سے پڑھے گا اللہ تعالیٰ بیمار کو اچھا کر دیں گے:

اَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ
رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ
اَنْ يَشْفِيَكَ

ترجمہ: دعا کرتا ہوں اللہ سے جو عظمت والے ہیں، عرشِ عظیم کے مالک ہیں، یہ کہ وہ آپ کو شفا دیں۔

HAMDAM PRESS, MALEGAON @ 9860448783 / 9890069488

إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللهِ الْإِسْلَامُ ۚ

تعلیم الدین

حصہ اول

اسلامی عقائد | مسائل | سیرتِ پاک | آداب و اخلاق

مکتب کے بچّے، اسکول اور کالج میں پڑھنے والے
اور عام مسلمانوں کے لیے فائدہ کی کتاب

از

مولانا اسماعیل صاحب کاپودروی
مفتی محمود صاحب بارڈولی

ناشر
نورانی مکاتب

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام

تعلیم الدین

چوتھا حصہ

دینِ اسلام کی بنیادی اور ضروری باتیں سکھانے والی آسان کتاب

مکتب کے بچے، اسکول اور کالیج میں پڑھنے والے اور عام مسلمانوں کے لیے فائدہ کی کتاب

اسلامی عقائد — مسائل — سیرتِ پاک — آداب واخلاق



از

مولانا اسماعیل صاحب کاپودروی

مفتی محمود صاحب بارڈولی

ناشر

نورانی مکاتب

www.nooranimakatib.com

تفصیلات

نام کتاب	:	تعلیم الدین (چوتھا حصہ)
از	:	مولانا اسماعیل صاحب کاپودروی و مفتی محمود صاحب بارڈولی
ناشر	:	نورانی مکاتب
صفحات	:	160
طبعِ اول	:	صفر ۱۴۴۲ھ مطابق ستمبر ۲۰۲۰ء
طباعت	:	فلاحی پرنٹرس مالیگاؤں 7083846160

ملنے کے پتے

مولانا یوسف صاحب بھانا، محمود نگر، ڈابھیل 9558174772

مدرسۃ گلشنِ خدیجۃ الکبریٰ، اون، سورت 9714814566 9898371086

دارالمکاتب کاپودرا 9712005458 9824289750

مولانا صدیق احمد ابن مفتی محمود صاحب حافظ جی، مدرسۃ فاطمۃ الزہراء، دیسائی نگر، مریم مسجد، بارڈولی، سورت، گجرات۔ 8140238304

فہرستِ مضامین

تیسرا باب: خلفائے راشدین کی سیرت

پہلے خلیفہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

تیسرے خلیفہ: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

چوتھے خلیفہ: امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

پہلا باب

اسلامی عقیدے

کفر وشرک کا بیان

سوال: کفر کسے کہتے ہیں؟

جواب: جن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے ان میں سے کسی بات کو بھی نہ ماننا کفر ہے، مثلاً: (۱) کوئی شخص اللہ کو نہ مانے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی صفات کا انکار کرے۔

(۳) دو تین خدا مانے۔ (۴) فرشتوں کا انکار کرے۔

(۵) اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں سے کسی کتاب کا انکار کرے۔

(۶) کسی سچے نبی کو نہ مانے۔ (۷) تقدیر کا انکار کرے۔

(۸) قیامت کے دن کا انکار کرے۔

(۹) اللہ تعالیٰ کے کسی مضبوط حکم کا انکار کرے۔

(۱۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دی ہوئی خبر کو جھوٹا سمجھے۔

اس طرح کی باتوں سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔

سوال: شرک کس کو کہتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں کسی کو شریک کرنے کو شرک کہتے ہیں۔

سوال: اللہ تعالیٰ کی ذات میں شریک کرنے کے کیا معنیٰ ہے؟

جواب: ذات میں شریک کرنے کے معنیٰ یہ ہے کہ دو تین اللہ ماننے لگے، جیسے عیسائی تین خدا ماننے کی وجہ سے مشرک ہیں، وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے

علاوہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو بھی خدا مانتے ہیں۔

اور بت پرست بہت سے خدا مان کر مشرک ہوتے ہیں۔

سوال: صفات میں شریک کرنے کے کیا معنیٰ ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی صفات کی طرح کسی دوسرے کے لیے کوئی صفت ثابت کرنا شرک ہے؛ کیوں کہ کسی مخلوق میں خواہ وہ فرشتہ ہو یا نبی، ولی ہو یا شہید، پیر ہو یا امام، اللہ تعالیٰ کی صفتوں کی طرح کوئی صفت نہیں ہوسکتی!

صفات میں شرک کی چند مثالیں

(۱) اللہ پاک کی قدرت میں کسی کو شریک کرنا؛ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرح قدرت کی صفت کسی کے لیے ثابت کرنا، مثلاً یہ سمجھنا کہ فلاں پیغمبر یا ولی یا شہید وغیرہ بیٹا یا بیٹی دے سکتے ہیں یا مرادیں پوری کر سکتے ہیں یا روزی دے سکتے ہیں یا کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے کی طاقت رکھتے ہیں، یہ تمام باتیں شرک ہیں، اس کو شرک فی القدرۃ؛ یعنی اللہ کی قدرت میں مخلوق کو شریک کرنا کہتے ہیں۔

(۲) علم میں شرکت؛ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرح کسی کے لیے علم کی صفت ماننا؛ مثلاً یوں سمجھنا کہ اللہ پاک کی طرح فلاں پیغمبر یا ولی یا پیر وغیرہ غیب کا علم رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرح ہر چیز کا انھیں علم ہے، یا ہمارے تمام حالات کی ان کو خبر ہے یا دور اور نزدیک کی ہر چیز کی خبر رکھتے ہیں، یہ سب شرک فی العلم ہے؛ یعنی اللہ تعالیٰ کی علم کی صفت دوسروں کے لیے ماننا۔

(۳) اللہ پاک کی صفتِ سَمع (سننے کی صفت) یا بَصر (دیکھنے کی صفت)

میں کسی کو شریک کرنا، مثلاً یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ پاک کی طرح کوئی نبی یا ولی یا پیر ہماری تمام باتوں کو دور اور نزدیک سے سن لیتے ہیں یا ہمیں اور ہمارے کاموں کو ہر جگہ سے دیکھ لیتے ہیں، یہ سب شرک ہے۔

بدعت کا بیان

سوال: بدعت کس کو کہتے ہیں؟

جواب: وہ نئی بات یا نئے کام جن کا ثبوت شریعت سے ثابت نہ ہو؛ یعنی قرآن اور حدیث میں اس کا ثبوت نہ ملے اور حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور تبعِ تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے زمانے میں اس کا وجود نہ ہو، اس کو نیکی اور دین کا کام سمجھ کر کیا جائے یا چھوڑا جائے۔

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدعت کو مردود فرمایا ہے اور جو شخص بدعت نکالے اس کو دین برباد کرنے والا بتایا ہے اور فرمایا: ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

ایمان کی حفاظت کا بیان

سوال: کیا ایسی باتیں بھی ہیں جن سے ایمان چلا جاتا ہے؟

جواب: جی ہاں! ایسی باتیں اور ایسے بہت سارے کام ہیں جن سے مسلمان کا ایمان ختم ہوجاتا ہے، ان کا خلاصہ یہ ہے کہ: کوئی کام یا کوئی بات ایسی کرے جس سے اللہ یا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا اسلام کے کسی بھی چھوٹے یا

بڑے حکم اور عمل کی بے عزتی (توہین) ہو جائے یا کسی فرض کا انکار کردے یا کسی حلال کو حرام اور کسی حرام کو حلال سمجھے تو آدمی کا ایمان ختم ہو جاتا ہے۔

سوال: ایسی باتیں یا ایسے کام جن سے ایمان ختم ہوتا ہے ان کی چند مثالیں دیجیے؟

جواب: ① کفر کو پسند کرنا۔ ② کفر کی باتوں کو اچھا جاننا۔

③ کسی دوسرے سے کفر کی کوئی بات کرانا۔

④ کسی وجہ سے اپنے ایمان پر شرم آنا کہ اگر مسلمان نہ ہوتا تو فلانی بات حاصل ہو جاتی یا فلاں فائدہ حاصل ہو جاتا۔

⑤ کسی نبی یا فرشتے کو حقیر (نیچا) سمجھنا۔

اس طرح کی باتوں سے کافر بن جانے کا ڈر ہے۔

⑥ کسی کے انتقال پر ایسی باتیں کہنا کہ: بس اللہ کو اسی کو مارنا تھا، دنیا بھر میں مارنے کے لیے بس یہی تھا، اللہ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا، ایسا ظلم کوئی نہیں کرتا جیسا اللہ نے کیا، اِن سب باتوں سے ایمان ختم ہو جانے کا ڈر ہے۔

⑦ کسی نے کہا: چلو! نماز پڑھو۔ جواب دیا کہ: کون اٹھک بیٹھک کرے؟ اس طرح کہنے سے بھی ایمان چلے جانے کا ڈر ہے۔

⑧ کسی نے روزہ رکھنے کے لیے کہا۔ جواب میں کہا کہ: کون بھوکا مرے؟ یا یوں کہا کہ: روزہ وہ رکھے جس کے گھر میں کھانا نہ ہو تو اس طرح کہنے سے ایمان برباد ہو سکتا ہے۔

(۹) کسی کو گناہ میں مبتلا دیکھ کر کہا: ارے بھائی! تو اللہ سے نہیں ڈرتا؟ تو اس نے کہا: ہاں! میں اللہ سے نہیں ڈرتا تو ایمان سے نکل جانے کا ڈر ہے۔

(۱۰) کسی کو بُرا کام کرتے دیکھ کر کہا: کیا تو مسلمان نہیں جو ایسا غلط کام کرتا ہے؟ جواب دیا: ہاں! جو سمجھنا ہو سمجھو تو ایمان سے نکل جانے کا ڈر ہے۔

چاہے یہ ساری باتیں ہنسی اور مذاق میں کہی ہوں۔

(۱۱) کسی نے نماز پڑھنا شروع کی اور اتفاق سے کوئی مصیبت پڑ گئی؛ اس لیے کہا کہ: یہ سب نماز کی نحوست ہے۔

(۱۲) کسی نے کہا کہ: اگر اللہ کہے تو بھی یہ کام نہ کروں گا۔

(۱۳) یا یوں کہے کہ: میں ایسا کام کرتا ہوں جس کو اللہ بھی نہیں جانتا۔

(۱۴) اللہ تعالیٰ یا اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی حکم کو بُرا سمجھنا یا اس میں عیب اور کمی نکالنا، یا کسی بات پر شک کرنا اور اس کا مذاق اُڑانا۔

ان سب باتوں سے ایمان برباد ہونے کا ڈر ہے۔

(۱۶) گناہِ کبیرہ کو جائز سمجھنے سے ایمان جاتا رہتا ہے۔

(۱۷) کسی سے غیب کی باتیں پوچھنا اور اس پر یقین کرنا، اس کی وجہ سے ایمان سے نکل سکتا ہے۔

اللہ پاک اپنے فضل سے ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے اور مرتے دم تک ایمان پر قائم رکھے (آمین)۔

پیارے بچو! یاد رکھو: یہ چند مثالیں پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم

اپنی زبان کی حفاظت کریں اور ایسی کوئی بات یا کام نہ کریں جن سے ایمان چلا جاتا ہے اور انسان کافر ہو جاتا ہے؛ اس لیے ہمیشہ سوچ سمجھ کر بولو۔

سوال: اگر کوئی شخص کفر کا کلمہ کہہ دے یا کفر کا کام کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایمان ختم ہو جاتا ہے اور اعمال برباد ہو جاتے ہیں، اگر شادی والا ہے تو نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔

اللہ نہ کرے! اگر اسی حالت میں انتقال کر جائے تو جنازے کی نماز نہیں پڑھی جائے گی اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کیا جائے گا۔

سوال: اس کا علاج کیا ہے؟

جواب: جلدی توبہ کرے اور کلمۂ طیبہ دل سے پڑھے اور زبان سے بھی دوہرا لے، اپنا نکاح دوبارہ کرے۔

سوال: اگر کسی جگہ کفر کا کلمہ کہنے پر مجبور کیا جائے تو کیا اس سے بھی ایمان ختم ہو جاتا ہے؟

جواب: جب اپنی مرضی سے کفر کا کلمہ نہیں کہا؛ بلکہ کفریہ کلمہ کہنے پر مجبور کیا گیا اور مجبور کرنے والے نے جان سے مارنے یا بدن کے کسی حصے کو ہلاک کرنے کی دھمکی دی اور دھمکی دینے والا اس کی طاقت بھی رکھتا ہو تو ایسے وقت میں اپنی جان یا عضو کی حفاظت کی خاطر صرف زبان سے کفریہ کلمہ کہے اور دل سے یہ کلمہ کہنا پسند نہ کرے؛ بلکہ دل سے ایمان پر رہے تو اس سے ایمان ختم

نہیں ہوگا۔

سوال: جادو سیکھنا کیسا ہے؟

جواب: جادو سیکھنا بڑا گناہ ہے اور اگر اس میں اللہ کے سوا کی عبادت کرنی پڑے یا کفریہ کلمہ بولنا پڑے یا شیطان کو خوش کرنے والا کلمہ بولے یا کفر والا کام کرے تو ایمان سے محروم ہو جائے گا۔

سوال: اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے نام پر جانور ذبح کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے نام پر ذبح کرنا جائز نہیں؛ بلکہ شرک ہے اور اس کا گوشت کھانا حرام اور ناجائز ہے۔

گناہوں کا بیان

سوال: گناہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کا نام گناہ ہے۔

سوال: گناہ کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: دو قسمیں ہیں: ① کبیرہ؛ یعنی بڑا گناہ۔ ② صغیرہ؛ یعنی چھوٹا گناہ۔ چھوٹے گناہ کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اس کا کرنا جائز ہے؛ بلکہ دونوں قسم کے گناہ سے بچنا ضروری ہے۔

سوال: گناہِ کبیرہ کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: گناہِ کبیرہ بہت سارے ہیں جن کی اصل اور بنیاد تین بڑے گناہ ہیں: ① کفر و شرک: یہ سب سے بڑا گناہ ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی نافرمانی۔ (۳) مخلوق کا حق برباد کرنا۔

سوال: کبیرہ گناہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کوئی ایسا گناہ کرے جس میں کفر و شرک پایا جاتا ہو تو گناہ کرنے والا مسلمان نہیں رہتا۔

اور اگر کفر و شرک کے علاوہ کوئی گناہ کا کام کرے تو وہ مسلمان تو ہے؛ لیکن ادھورا مسلمان ہے، اُسے فاسق کہتے ہیں؛ لیکن اگر گناہِ کبیرہ کو حلال سمجھے یا اس کے حرام ہونے کا انکار کرے تو ایمان ختم ہو جاتا ہے۔

سوال: گناہ ہو جائے تو عذاب سے بچنے کی کیا صورت ہے؟

جواب: پچھتاوے کے ساتھ سچے دل سے توبہ کر لینے سے اللہ تعالیٰ گناہ معاف فرما دیتے ہیں اور یاد رکھو! گناہِ کبیرہ سچی پکی توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے۔

سوال: توبہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: توبہ؛ یعنی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا اور توبہ کے لیے یہ چیزیں ضروری ہیں: (۱) اپنے گناہ پر شرمندہ ہو۔ (۲) اللہ تعالیٰ کے سامنے رو کر گڑگڑا کر توبہ کرے کہ: اے اللہ! میرے گناہ معاف کر دیجیے۔

(۳) دل میں پکا ارادہ کرے کہ اب دوبارہ کبھی نہیں کروں گا۔

(۴) اللہ تعالیٰ اور بندوں کا کوئی حق باقی ہو تو اس کو ادا کرے، جیسے بالغ ہونے کے بعد کی فرض نماز، روزہ اور زکوۃ باقی ہو تو اس کی قضا کرے۔

صرف زبان سے ''توبہ توبہ'' کہہ لینا یا ''چہرے پر ہاتھ مار لینا'' صحیح توبہ نہیں ہے۔

سوال: کیا توبہ کرلینے سے ہر قسم کے گناہ معاف ہوسکتے ہیں؟

جواب: جو گناہ ایسے ہیں کہ جس میں کسی بندے کی حق تلفی نہیں ہے، صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے، جس کو ''حقوق اللہ'' کہتے ہیں، مثلاً جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی تو ایسے گناہ توبہ کرنے سے معاف ہوجاتے ہیں؛ یہاں تک کہ کفرو شرک بھی سچی توبہ سے معاف ہوجاتا ہے۔

لیکن جو گناہ ایسے ہیں کہ ان میں کسی بندے کا تعلق ہے، مثلاً کسی یتیم کا مال کھالیا یا بھائی یا بہن کو میراث میں سے حصہ نہیں دیا یا کسی کی غیبت کی، ایسے گناہوں کو ''حقوق العباد'' کہتے ہیں، ان کی معافی کے لیے ضروری ہے کہ پہلے اس شخص کا حق ادا کرے یا اس سے معاف کروائے اُس کے بعد اللہ کے حضور میں توبہ کرے تب جاکر معافی کی امید ہوسکتی ہے۔

سوال: اگر گنہگار آدمی بغیر توبہ کے مرجائے تو جنت میں جائے گا یا نہیں؟ اور اس کی بخشش ہوگی یا نہیں؟

جواب: جی ہاں! کافر اور مشرک کے علاوہ باقی تمام گنہگار اپنے گناہوں کی سزا پاکر جنت میں جائیں گے اور یہ بھی ممکن ہے کہ کفر وشرک کے علاوہ باقی گناہوں کو اللہ پاک بغیر سزا دیے کسی کی شفاعت سے یا بغیر شفاعت کے اپنے رحم وکرم سے جس کو چاہے بخش دیں۔

دوسرا باب

عبادات، فقہی مسائل

سنت اور نفل نمازوں کا بیان

سوال: دن اور رات میں فرض نماز سے پہلے یا بعد میں کتنی رکعتیں سنتِ موَکَّدہ ہیں؟

جواب: دن اور رات میں بارہ رکعت سنتِ موَکَّدہ ہیں:

① فجر کی فرض نماز سے پہلے دو رکعت سنتِ موَکدہ ہے۔

② ظہر کی فرض نماز سے پہلے چار رکعت ایک سلام کے ساتھ اور دو رکعت ظہر کی فرض نماز کے بعد؛ لیکن جمعہ کے دن جمعہ سے پہلے چار رکعت اور جمعہ کے بعد بھی چار رکعت، پھر دو رکعت سنتِ موَکدہ ہے۔

③ مغرب کی فرض نماز کے بعد دو رکعت سنتِ موَکدہ ہے، ان دو رکعت اور فجر سے پہلے کی دو رکعت میں سے پہلی رکعت میں سورۃ الکافرون اور دوسری رکعت میں سورۃ الاخلاص پڑھنا سنت ہے۔

④ دو رکعت عشا کی فرض نماز کے بعد۔

سوال: بارہ رکعت کے علاوہ اور کوئی نماز سنتِ موَکدہ ہے؟

جواب: جی ہاں! رمضان شریف میں تراویح کی بیس رکعت بھی سنتِ موَکدہ ہے۔

سوال: فرض نماز سے پہلے یا بعد میں کتنی رکعتیں سنتِ غیر موَکدہ ہیں؟

جواب: چار رکعت عصر کی فرض نماز سے پہلے اور چار رکعت عشا کی

فرض نماز سے پہلے سنتِ غیر مؤکدہ ہیں۔

اس طرح فرض نمازوں سے پہلے یا بعد میں بیس رکعتیں سنت ہیں: بارہ رکعتیں سنتِ مؤکدہ اور آٹھ رکعتیں سنتِ غیر مؤکدہ۔

سوال: فرض نماز سے پہلے اور بعد میں کتنی رکعتیں نفل ہیں؟

جواب: (۱) ظہر کی دو رکعت سنتِ مؤکدہ کے بعد دو رکعت۔

(۲) مغرب کی دو رکعت سنتِ مؤکدہ کے بعد دو رکعت۔

(۳) عشا کی دو رکعت سنتِ مؤکدہ کے بعد دو رکعت اور وتر کی تین رکعت کے بعد دو رکعت نفل ہیں؛ لہٰذا کل آٹھ (۸) رکعت نفل ہوئیں۔

نمازوں کے نام اور رکعتوں کی تعداد

نمبر	نماز	سنتِ مؤکدہ	سنتِ غیر مؤکدہ	فرض	سنتِ مؤکدہ	نفل	وتر	نفل	کل تعداد
۱	فجر	۲	ـ	۲	ـ	ـ	ـ	ـ	۴
۲	ظہر	۴	ـ	۴	۲	۲	ـ	ـ	۱۲
۳	عصر	ـ	۴	۴	ـ	ـ	ـ	ـ	۸
۴	مغرب	ـ	ـ	۳	۲	۲	ـ	ـ	۷
۵	عشا	ـ	۴	۴	۲	۲	۳	۲	۱۷
۶	جمعہ	۴	ـ	۲	۴+۲	۲	ـ	ـ	۱۴

تراویح کی نماز کا بیان

تراویح کی نماز مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے سنتِ مؤکدہ ہے، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بھی تراویح پڑھی اور مسلمانوں کو بھی اس کا حکم دیا۔

حدیث: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رمضان کی راتوں میں جو شخص سچے دل سے اللہ کی خوشنودی کے لیے نماز پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے گناہ معاف فرمادیں گے۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے رمضان میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو تراویح کی نماز پڑھانا شروع کی؛ لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم کا بہت زیادہ شوق دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ڈر ہوا کہ کہیں یہ نماز امت پر فرض نہ کردی جائے؛ ورنہ میری امت تکلیف میں پڑ جائے گی؛ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جماعت کے ساتھ تراویح کی نماز کو بند کردیا۔

پھر جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے خلیفہ بنے اور فرض ہونے کا کوئی امکان نہ رہا تو انھوں نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کر کے تراویح کی جماعت قائم فرمائی اور ایک بزرگ صحابی حضرت اُبَیّ بن کعب رضی اللہ عنہ کو امام طے فرما کر بیس رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا۔

تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس پر اتفاق کیا، اُس وقت سے تراویح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلفائے راشدین میں سے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت سی حدیثوں میں خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔

تراویح کی نماز دو دو رکعت کر کے پڑھی جاتی ہے اور ہر چار رکعت پر تھوڑی دیر بیٹھ کر آرام کرتے ہیں اور یہ آرام کرنا مستحب ہے۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال رمضان میں پورا قرآن پڑھتے تھے؛ اس لیے پورے مہینے میں ایک بار قرآنِ مجید مکمل کرنا سنت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ تراویح میں پورا قرآن پڑھنے کی فکر فرماتے تھے۔

تراویح کی نماز کا وقت عشا کی نماز کے بعد سے صبح صادق تک ہے، اگر کسی کی فرض نماز چھوٹ جائے تو وہ پہلے فرض نماز ادا کرے اس کے بعد تراویح کی جماعت میں شامل ہو۔

رمضان کے مہینے میں وتر کی نماز بھی جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔ اگر کسی کی تراویح کی کچھ رکعتیں رہ جائیں اور امام وتر کی نماز پڑھنے لگے تو یہ شخص امام کے ساتھ وتر کی جماعت میں شامل ہو جائے اور اپنی چھوٹی ہوئی تراویح بعد میں پڑھ لیں۔

احادیثِ مبارکہ سے ثابت دوسری نفل نمازیں

بعض نفل نمازوں کا ثواب بہت زیادہ ہوتا ہے؛ اس لیے دوسری نفل کے مقابلے میں ان کا پڑھنا بہتر ہے کہ تھوڑی سی محنت میں بہت ثواب ملتا ہے،

وہ یہ ہیں: تحیۃ الوضو، تحیۃ المسجد، اشراق، چاشت، اوّابین، تہجد، صلوۃ التسبیح۔

تحیۃ الوضو

جب کبھی وضو کرے تو وضو کے بعد دو رکعت نفل پڑھے، اس کو تحیۃ الوضو کہتے ہیں، حدیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے؛ لیکن جس وقت نفل نماز مکروہ ہے اس وقت نہ پڑھے۔

اشراق کی نماز

اشراق کی نماز کا طریقہ یہ ہے کہ جب فجر کی نماز پڑھ چکے تو اپنی جگہ سے نہ اٹھے، اسی جگہ بیٹھے بیٹھے درود شریف یا کلمہ یا اور کوئی ذکر یا وظیفہ پڑھتے رہے، دنیا کی کوئی بات چیت نہ کرے، نہ دنیا کا کوئی کام کرے، جب سورج نکل آوے اور اونچا ہو جاوے تو دو رکعت یا چار رکعت پڑھے تو ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔

اور اگر فجر کی نماز کے بعد دنیا کے کسی کام میں مشغول ہو جائے، پھر اشراق کی نماز پڑھے تو بھی درست ہے؛ لیکن ثواب کم ہو جائے گا۔

چاشت کی نماز

پھر جب سورج خوب زیادہ اونچا ہو جائے؛ یعنی نو، دس بجے کے بعد اور دھوپ تیز ہو جاوے تب کم سے کم دو یا زیادہ رکعت پڑھے، اس کو چاشت

کی نماز کہتے ہیں، اس کا بھی بہت ثواب ہے۔

اوّابین کی نماز

مغرب کی فرض اور سنتوں کے بعد چھ رکعت پڑھے، اس کو اوّابین کی نماز کہتے ہیں۔

تہجد کی نماز

آدھی رات کے بعد اٹھ کر نماز پڑھنے کا بہت ثواب آیا ہے، اس کو تہجد کی نماز کہتے ہیں۔ تہجد کی کم سے کم چار رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں، اگر موقع نہ ہو تو کم سے کم دو رکعت ہی پڑھ لے، اگر رات کو اٹھنے کی ہمت نہ ہو تو عشا کی نماز کے بعد سونے سے پہلے پڑھ لے۔

صلوۃ التسبیح

صلوۃ التسبیح کا حدیث شریف میں بڑا ثواب آیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو یہ نماز سکھائی تھی اور فرمایا تھا کہ: اس کے پڑھنے سے تمھارے اگلے پچھلے، نئے پرانے، چھوٹے بڑے سب گناہ معاف ہو جائیں گے اور فرمایا تھا کہ: اگر ہو سکے تو روزانہ یہ نماز پڑھ لیا کرو، اور ہر روز نہ ہو سکے تو ہفتے میں ایک مرتبہ پڑھ لو، اگر ہفتے میں ایک مرتبہ نہ ہو سکے تو مہینے میں ایک مرتبہ پڑھ لو، اور اگر مہینے میں ایک مرتبہ نہ پڑھ سکو تو سال میں ایک

مرتبہ پڑھ لو، اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو زندگی میں ایک مرتبہ پڑھ لو۔

اس نماز کے پڑھنے کی ایک ترتیب یہ ہے:

چار رکعت نماز کی نیت کرے، ثنا، سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھنے کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے پندرہ (۱۵) مرتبہ یہ پڑھے:

سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ.

پھر رکوع میں جاوے اور سبحان ربي العظيم پڑھنے کے بعد دس (۱۰) مرتبہ پڑھے، پھر رکوع سے اٹھے اور ربنا لك الحمد پڑھنے کے بعد دس (۱۰) مرتبہ پڑھے، پھر سجدہ میں جاوے اور سبحان ربي الاعلیٰ پڑھنے کے بعد دس (۱۰) مرتبہ پڑھے، پھر سجدے سے اٹھ کر جلسہ میں دس (۱۰) مرتبہ پڑھے، پھر دوسرے سجدے میں جاوے اور دس (۱۰) مرتبہ پڑھے، پھر سجدے سے اٹھ کر بیٹھ جاوے اور دس (۱۰) مرتبہ پڑھ کر دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو۔

اسی طرح دوسری رکعت پڑھے اور جب دوسری رکعت میں التحیات کے لیے بیٹھے تو پہلے دس مرتبہ پڑھے پھر التحیات پڑھے، اسی طرح چاروں رکعت پڑھے۔

ایک رکعت میں پچھتر (۷۵) مرتبہ۔

اور چار رکعت میں کل تین سو (۳۰۰) مرتبہ یہ تسبیح پڑھی جاتی ہے۔

صلوۃ التسبیح کا پہلا طریقہ

سورۂ فاتحہ اور سورت کے بعد تسبیح	۱۵ رمرتبہ
رکوع میں تسبیح کے بعد	۱۰ رمرتبہ
رکوع سے اٹھ کر	۱۰ رمرتبہ
پہلے سجدے میں	۱۰ رمرتبہ
دونوں سجدوں کے درمیان	۱۰ رمرتبہ
دوسرے سجدے میں	۱۰ رمرتبہ
دوسرے سجدے کے بعد بیٹھ کر	۱۰ رمرتبہ

دوسرا طریقہ

سورۂ فاتحہ اور سورت سے پہلے	۱۵ رمرتبہ
سورۂ فاتحہ اور سورت کے بعد	۱۰ رمرتبہ
رکوع میں تسبیح کے بعد	۱۰ رمرتبہ
رکوع سے اٹھ کر	۱۰ رمرتبہ
پہلے سجدے میں	۱۰ رمرتبہ
دونوں سجدوں کے درمیان	۱۰ رمرتبہ
دوسرے سجدے میں	۱۰ رمرتبہ

سوالات

① تراویح کی نماز کا وقت کب سے کب تک ہے؟
② تراویح کی جماعت کس نے قائم فرمائی؟
③ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تراویح کا امام کس کو مقرر کیا؟
④ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے کس بات پر اتفاق کیا؟
⑤ پورے رمضان میں ایک بار قرآنِ پاک پورا کرنا کیسا ہے؟
⑥ تراویح کی نماز کا حکم کیا ہے؟

قضا نماز پڑھنے کا بیان

سوال: ادا اور قضا کسے کہتے ہیں؟

جواب: کسی فرض یا واجب کو اس کے مقررہ وقت پر پڑھ لیا جائے تو اسے ''ادا'' کہتے ہیں اور اگر مقررہ وقت گزرنے کے بعد کسی فرض یا واجب کو پڑھا جائے تو اسے ''قضا'' کہتے ہیں۔

مثلاً فجر کی نماز صبح صادق سے لے کر سورج نکلنے کے درمیان پڑھ لی تو ادا کہلائے گی اور اگر سورج نکلنے کے بعد (مکروہ وقت کے بعد) پڑھی جائے تو قضا سمجھی جائے گی۔

سوال: کسی فرض یا واجب کو وقت پر ادا نہ کرنا اور قضا کر دینا کیسا ہے؟

جواب: عذر کے بغیر جان بوجھ کر قضا کر دینا بہت بڑا گناہ ہے، ہاں!

اگر بھول سے قضا ہو جائے، مثلاً نماز پڑھنا بھول گیا یا نماز کے وقت آنکھ نہ کھلی، سوتا رہ گیا تو گناہ نہیں ہے۔

سوال: فرض یا واجب قضا ہو جائے تو کس وقت پڑھنی چاہیے؟

جواب: جس وقت یاد آجائے یا جس وقت آنکھ کھلے فوراً پڑھ لے، دیر کرنا گناہ ہے؛ لیکن اگر مکروہ وقت میں یاد آئے یا جاگے تو مکروہ وقت نکل جانے کے بعد پڑھے۔

سوال: قضا نماز کی نیت کس طرح کرنی چاہیے؟

جواب: قضا نماز کی نیت اس طرح کریں کہ: ''میں فلاں دن کی فجر کی قضا نماز پڑھتا ہوں''، صرف یہ نیت کر لینا کہ ''میں فجر کی قضا پڑھتا ہوں'' کافی نہیں ہے۔

اگر کسی کی بہت سی نمازیں قضا ہو گئی ہوں اور دن یاد نہ ہو، مثلاً کسی کی تیس دن کی فجر قضا ہے؛ لیکن اسے مہینہ اور دن یاد نہیں ہے تو ایسی صورت میں نیت کرے کہ: ''میرے ذمے جتنی فجر کی نمازیں باقی ہیں ان میں سے پہلی فجر کی نماز پڑھتا ہوں یا ان میں سے آخری فجر کی نماز پڑھتا ہوں''، اسی طرح جو نماز قضا کرے اس کی نیت اسی طریقے سے کرنی چاہیے۔

سوال: قضا مسجد میں پڑھنا بہتر ہے یا گھر میں؟

جواب: اگر اکیلے آدمی کی نماز قضا ہو تو گھر میں پڑھنا بہتر ہے اور مسجد

میں بھی پڑھ سکتا ہے؛ لیکن کسی سے کہے نہیں کہ: میں نے یہ نماز قضا پڑھی ہے؛ کیوں کہ اپنی قضا نماز کا دوسرے سے کہنا گناہ کا کام اور مکروہ عمل ہے؛ کیوں کہ نماز کا قضا کرنا گناہ ہے اور گناہ کا ظاہر کرنا بھی گناہ ہے؛ اس لیے قضا نماز کسی کو نہیں بتلانا چاہیے۔

سوال: وہ سنتیں جن کی قضا سنت ہے کونسی ہیں؟

جواب: فجر کی سنتیں اگر فرض کے ساتھ قضا ہو جائے تو اس دن کے زوال؛ یعنی سورج ڈھلنے سے پہلے ان کی بھی قضا فرض کے ساتھ پڑھ لے اور اگر فجر کی فرض نماز کی قضا زوال کے بعد کرے تو صرف فرض کی قضا کرے، سنت کی نہیں اور اگر صرف فجر کی سنت قضا ہوئی ہے تو سورج نکلنے کے بعد پڑھنا چاہے تو پڑھ لے؛ لیکن یہ سنت نہیں، نفل ہوگی۔

سوال: ظہر کی فرض سے پہلے چار رکعت سنتیں قضا ہوگئیں تو ان کا کیا حکم ہے؟

جواب: فرض نماز کے بعد پڑھ لے، پہلے دو رکعت پڑھے، اس کے بعد چار رکعت پڑھے، یہ اچھا طریقہ ہے۔

سجدۂ سہو کا بیان

سوال: سجدۂ سہو کسے کہتے ہیں؟

جواب: سہو کے معنیٰ بھول جانے کے ہیں، بھولے سے کبھی کبھی نماز

میں کمی یا زیادتی ہوکر نقصان ہوجاتا ہے؛ لیکن بعض نقصان ایسے ہیں کہ ان کو دور کرنے کے لیے آخری رکعت کے قعدے میں ایک سلام پھیر کر دو سجدے کیے جاتے ہیں ان کو ''سجدۂ سہو'' کہتے ہیں۔

سوال: سجدۂ سہو کس طرح کیا جاتا ہے؟

جواب: سجدۂ سہو کا طریقہ یہ ہے کہ: آخری قعدہ میں تشہد پڑھنے کے بعد دائیں طرف ایک سلام پھیر کر دو سجدے کرے، پھر قعدہ میں بیٹھ کر دوبارہ تشہد اور درود شریف اور دعا پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیرے۔

سوال: سجدۂ سہو صرف فرض نمازوں میں واجب ہے یا تمام نمازوں میں؟

جواب: تمام نمازوں میں سجدۂ سہو کا حکم ایک جیسا ہے۔

سوال: اگر ایک طرف بھی سلام نہ پھیرا اور سجدۂ سہو کر لیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: نماز صحیح ہوجائے گی؛ لیکن جان بوجھ کر ایسا کرنا اچھا نہیں ہے۔

سوال: اگر دونوں سلاموں کے بعد سجدۂ سہو کیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: جان بوجھ کر ایسا نہیں کرنا چاہیے؛ لیکن اگر کسی نے ایسا کر لیا تو زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ دونوں طرف سلام پھیرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی؛ بلکہ نماز صحیح ہوجاتی ہے۔ اس لیے نماز کو لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔ (فتاویٰ دینیہ: ۱/۳۴۴ گجراتی، شامی)

سوال: کب کب سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے؟

جواب: اِن چیزوں سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے:

① کسی واجب کے بھول کر چھوٹ جانے سے۔

② یا کسی واجب یا فرض میں دیر ہو جانے سے۔

③ یا کسی فرض کو آگے کر دینے سے یا کسی فرض کے مکرر (ڈبل) کر دینے سے، مثلاً دو رکوع کر لیے، یا تین سجدے کر لیے تو سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے۔

④ پہلے قعدے یا آخری قعدے میں تشہد چھوٹ جانے سے۔

⑤ پہلے قعدے میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنے سے یا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ پڑھنے یا اتنی دیر خاموش بیٹھے رہنے سے۔

⑥ جس نماز میں قرأت زور سے پڑھی جاتی ہے اس نماز میں امام کے آہستہ پڑھنے سے اور جس نماز میں قرأت آہستہ پڑھی جاتی ہے اس نماز میں امام کے زور سے پڑھنے سے سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے؛ لیکن شرط یہ ہے کہ یہ تمام غلطیاں بھولے سے ہوئی ہوں اور اگر جان بوجھ کر یہ غلطیاں کی ہیں تو نماز دوبارہ پڑھنی پڑے گی۔

سوال: اگر ایک نماز میں کئی باتیں ایسی ہو جائیں جن میں سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے تو کتنے سجدے کرے؟

جواب: صرف ایک مرتبہ دو سجدے کر لینا کافی ہے۔

سوال: امام کے پیچھے مقتدی سے سہو ہو جائے تو کیا کرے؟
جواب: مقتدی کے ذمّے اپنے سہو سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا۔

مسائل

① مسبوق؛ یعنی ایسا مقتدی جو امام کے ساتھ شروع نماز سے نہیں تھا؛ بلکہ اس کی رکعت چھوٹی ہوئی تھی، وہ امام کے فارغ ہونے کے بعد اپنی باقی نماز پوری کرنے میں سہو کرے تو اس پر قعدۂ اخیرہ میں سجدۂ سہو واجب ہے۔

② فرض نماز کی پہلی یا دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ بھولے سے چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو ضروری ہوگا۔

③ فرض کی پہلی دو رکعت میں سورۂ فاتحہ تو پڑھ لی؛ لیکن اس کے ساتھ سورت یا قرآنِ پاک کی بڑی ایک آیت یا چھوٹی تین آیات ملانا بھول جائے تو سجدۂ سہو ضروری ہوگا۔

④ واجب، سنت اور نفل کی کسی بھی رکعت میں سورۂ فاتحہ یا سورت چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو ضروری ہوگا۔

⑤ پہلے قعدے میں بھولے سے اُٹھنے لگے تو جب تک بیٹھنے کے قریب ہو بیٹھ جائے اور سجدۂ سہو نہ کرے اور اگر کھڑے ہونے کے قریب ہو جائے تو قعدہ چھوڑ دے اور کھڑا ہو جائے، آخر میں سجدۂ سہو کر لے تو نماز ہو جائے گی۔

سجدۂ تلاوت کا بیان

سوال: سجدۂ تلاوت کسے کہتے ہیں؟

جواب: تلاوت کے معنیٰ پڑھنے کے ہیں، قرآن شریف میں چند آیات ایسی ہیں جن کے پڑھنے یا کسی کو پڑھتا ہوا سننے سے سجدہ کرنا واجب ہوجاتا ہے، اسی کا نام ''سجدۂ تلاوت'' ہے۔

سوال: پورے قرآن میں تلاوت کے سجدے کتنے ہیں؟

جواب: پورے قرآن میں چودہ (۱۴) سجدے ہیں۔

سوال: ٹیپ ریکاڈر یا موبائل سے اگر سجدہ کی آیتیں سنی جائیں تب کیا حکم ہے؟

جواب: اس سے تلاوت کا سجدہ واجب نہیں ہوتا۔

سوال: تلاوت کا سجدہ ادا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: نماز کی تمام شرطوں کی رعایت کے ساتھ کھڑا ہوکر تکبیر کہتا ہوا سجدہ میں جائے اور تین یا پانچ مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پڑھ کر تکبیر کہتا ہوا کھڑا ہوجائے یا بیٹھ جائے۔

اسی طرح اگر بیٹھے بیٹھے ہی سجدہ میں چلا گیا اور سجدہ سے اٹھ کر بیٹھ گیا جب بھی سجدہ ادا ہوجائے گا۔

سوال: سجدۂ تلاوت کی کیا شرطیں ہیں؟

جواب: جو شرطیں نماز کی ہیں وہی شرطیں سجدۂ تلاوت کی ہیں؛ یعنی بدن اور کپڑا اور جگہ کا پاک ہونا، ستر کا چھپانا، قبلہ کی طرف منہ کرنا اور سجدۂ تلاوت کی نیت کرنا۔

سوال: سجدۂ تلاوت کن چیزوں سے فاسد ہوتا ہے؟

جواب: جن چیزوں سے نماز فاسد ہوتی ہے انھیں سے سجدۂ تلاوت بھی فاسد ہوجاتا ہے۔

سوال: نماز سے باہر سجدہ کی آیت پڑھے تو کس وقت سجدہ کرے؟

جواب: بہتر تو یہ ہے کہ جس وقت سجدہ کی آیت پڑھی اسی وقت سجدہ کرلے؛ لیکن اگر اس وقت نہ کیا تو بھی کوئی گناہ نہیں ہے؛ البتہ زیادہ دیر کرنا مکروہ ہے۔

مسائل

(۱) اگر سجدہ کی کوئی خاص آیت ایک مجلس میں دو یا زیادہ مرتبہ پڑھے یا سنے تو ایک ہی سجدہ واجب ہوگا، مثلاً حفظ کرنے والا بچہ ایک جگہ بیٹھ کر حفظ کے لیے آیتِ سجدہ بار بار پڑھے تو ایک ہی سجدہ واجب ہوگا۔

(۲) اگر ایک مجلس میں سجدے کی دو الگ الگ آیتیں یا زیادہ پڑھی تو جتنی سجدے کی آیتیں پڑھی ہے اُتنے سجدے واجب ہوں گے۔

اسی طرح ایک ہی آیت الگ الگ مجلسوں میں پڑھی تو بھی جتنی مجلسوں

میں پڑھی اُتنے سجدے واجب ہوں گے۔

③ قرآن کی تلاوت کرنے والا ایسی جگہ تلاوت کر رہا ہے جہاں اور لوگ بھی موجود ہیں تو آیتِ سجدہ کو آہستہ پڑھے یہ بہتر ہے؛ اس لیے کہ سننے والے پر بھی سجدہ ضروری ہو جاتا ہے۔

بیمار کی نماز کا بیان

سوال: بیمار کے لیے کس حال میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے؟

جواب: جبکہ بیمار میں کھڑے ہونے کی بالکل طاقت نہ ہو یا کھڑے ہونے سے سخت تکلیف یا بیماری بڑھ جانے کا خطرہ ہو یا سر میں چکّر آ کر گر جانے کا ڈر ہو تو ان سب صورتوں میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے۔

پھر اگر بیٹھ کر رکوع سجدے کر سکتا ہے تو رکوع سجدے کے ساتھ نماز پڑھے اور اگر رکوع سجدے نہیں کر سکتا تو رکوع اور سجدے کے اشارے سے نماز پڑھ لے۔

رکوع سجدے کے اشارے سر جھکا کر کرے اور رکوع کے اشارے سے سجدے کے اشارے میں سر زیادہ جھکائیں۔

سوال: بیمار میں بیٹھ کر بھی نماز پڑھنے کی طاقت نہیں ہے تو کیا کرے؟

جواب: ایسی صورت میں لیٹے لیٹے نماز پڑھ لے۔

سوال: لیٹے لیٹے نماز پڑھنے کی صورت کیا ہوگی؟

جواب: لیٹ کر نماز پڑھنے کی صورت یہ ہے کہ بیمار چت لیٹے اور پاؤں قبلہ کی طرف کرے؛ لیکن بغیر عذر کے پھیلانا نہیں چاہیے؛ بلکہ گھٹنے کھڑے رکھے اور سر کے نیچے تکیہ وغیرہ رکھ کر سر ذرا اونچا کرلے اور رکوع سجدے کے لیے سر کے اشارے سے نماز پڑھے، یہ صورت افضل ہے۔

مسائل

(۱) لیٹ کر نماز پڑھنے کی یہ صورت بھی درست ہے کہ شمال (اُتّر) کی طرف سر کر کے داہنی کروٹ پر لیٹے یا جنوب (دَکھّن) کی طرف سر کر کے داہنی کروٹ پر لیٹے اور سر سے رکوع سجدے کا اشارہ کرے، دونوں صورتوں میں دائیں کروٹ پر لیٹنا افضل ہے۔

(۲) اگر کوئی بیمار سر سے اشارہ کرنے کی بھی طاقت نہ رکھے تو نماز ابھی نہ پڑھے، پھر اگر ایک دن رات سے زیادہ اس کی یہی حالت رہی تو چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا بھی اس کے ذمّے نہیں ہے اور اگر ایک دن رات یا اس سے کم میں سر سے اشارہ کرنے کی طاقت آ گئی تو چھوٹی ہوئی نمازیں جو پانچ یا اس سے کم ہوں گی اس کی قضا بیمار کے ذمّے ضروری ہے۔

مسافر کی نماز کا بیان

سفر کی حالت میں آدمی کو بہت سی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان پریشانیوں کا لحاظ کر کے مسافر کو نماز میں آسانی دی ہے۔

شریعت کی نظر میں مسافر اس شخص کو مانا جاتا ہے جو تقریباً ساڑھے ستہتر (۷۷.۵) کلومیٹر کا ارادہ کر کے نکلے۔

جو آدمی اتنی دور جانے کا ارادہ کر کے سفر پر نکلے اس کے لیے یہ حکم ہے کہ ظہر، عصر، عشا کی نماز میں فرض رکعتیں چار کے بجائے دو پڑھے، اسے ''قصر'' کہتے ہیں۔

فجر، مغرب اور وتر کی نمازیں اپنے حال پر رہتی ہیں۔

مسائل

① جب اپنی بستی کی آبادی (جیسے میونسی پال، کارپوریشن یا پنچایت کی حد) سے باہر نکل جائے تو اس کے بعد قصر شروع ہو جاتی ہے۔

② جب تک کسی جگہ پہنچ کر پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت نہ کرلے مسافر ہے، اگر کسی جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرلی تو پوری نماز پڑھے۔

③ کسی جگہ دو چار دن ٹھہرنے کا ارادہ تھا؛ لیکن کام پورا نہیں ہوا، پھر دو چار دن کی نیت کی، اس طرح دو دو، چار چار کر کے پندرہ دن سے بھی زیادہ گزر جائیں؛ لیکن پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ ہو تو قصر ہی پڑھے۔

④ اگر مسافر شخص مقیم امام کے پیچھے نماز پڑھے تو پوری نماز پڑھے۔

⑤ اگر مسافر امامت کرے تو یہ مسافر امام اپنی دو رکعت پوری کر کے

سلام پھیر دے اور مقتدیوں سے کہہ دے کہ: ''جو مقیم ہے اپنی نماز پوری کر لے، میں مسافر ہوں''، مقتدی بغیر سلام پھیرے کھڑے ہو جائیں اور نماز پوری کر لیں؛ لیکن ان دونوں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور سورت نہ پڑھیں اور سہو ہو جائے تو سجدۂ سہو بھی نہ کریں۔ (بدائع، شامی)

(٦) مسافر چار رکعت والی نماز پوری پڑھ لے تو اگر دوسری رکعت پر قعدہ کیا ہے تو آخر میں سجدۂ سہو کر لینے سے نماز ہو جائے گی اور اس صورت میں دو رکعت فرض اور دو رکعت نفل ہو جائیں گی۔

لیکن مسافر امام بن کر اس طرح کرے تو اگر دو رکعت پر قعدہ کیا ہو تو مسافر امام اور دوسرے مسافرین کی نماز کراہت کے ساتھ صحیح ہو جائے گی؛ لیکن ان کے ساتھ دوسرے تمام مقیم نمازیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی؛ اس لیے کہ اس صورت میں تیسری اور چوتھی رکعت مسافر امام کے حق میں نفل ہے اور مقیم مقتدیوں کے حق میں فرض ہے اور نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والوں کی نماز ادا نہیں ہوتی؛ لیکن جان بوجھ کر ایسا کرنے والا مسافر امام گنہگار رہوگا۔ (شامی، فتاویٰ دار العلوم)

(٧) مسافر چار رکعت والی نماز پوری پڑھ لے اور دوسری رکعت پر قعدہ بھی نہیں کیا تھا تو فرض نماز ادا نہ ہوگی، چاروں نفل ہو جائیں گی، فرض دوبارہ پڑھے۔

جمعہ کی نماز کا بیان

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ:

جمعہ کا دن سب سے بہتر دن ہے اور اس دن ایک گھڑی (یعنی تھوڑا سا وقت) ایسی آتی ہے کہ اس میں بندہ جو بھی جائز دعا مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ضرور قبول کرتے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

جمعہ کا دن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے عید کا دن بنایا ہے، یہ دن تمام دنوں کا سردار ہے۔

جمعہ کی نماز فرض ہے؛ بلکہ ظہر کی نماز سے زیادہ اس کی تاکید ہے، جہاں جمعہ ہوسکتا ہے وہاں جمعہ کے دن ظہر کی نماز نہیں ہے، جمعہ کی نماز اس کے قائم مقام ہے، پھر بھی بیماروں اور مسافروں، نابیناؤں اور معذوروں اور عورتوں پر فرض نہیں ہے۔ ہاں! اگر یہ لوگ جمعہ کی نماز پڑھ لیں تو ان کی نماز ہو جاتی ہے اور انھیں ظہر کی نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

جمعہ کی نماز کا وقت وہی ہے جو ظہر کا وقت ہے؛ البتہ جمعہ کی نماز شروع وقت میں پڑھنا افضل ہے۔

جمعہ کی نماز شہر، قصبہ یا بڑے گاؤں ہی میں پڑھی جاتی ہے، چھوٹے گاؤں میں جمعہ صحیح نہیں ہے، چھوٹے گاؤں والوں پر ظہر کی نماز ہی فرض ہے۔

جمعہ کی اذان سنتے ہی سارے کام چھوڑ کر مسجد کی طرف چل دینا چاہیے، اس کا خاص طور سے قرآنِ کریم میں حکم دیا ہے، اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتے ہیں:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٩﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دے دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف فوراً چل پڑو اور خرید نا بیچنا چھوڑ دیا کرو، یہ تمھارے لیے اچھی بات ہے اگر تم سمجھو۔ (از تیسیر القرآن)

اس لیے جمعہ کی اذان کے بعد کاروبار میں لگے رہنا منع ہے۔

جمعہ کی نماز سے پہلے امام صاحب منبر پر بیٹھ جاتے ہیں اور مؤذن صاحب سامنے کھڑے ہو کر اذان دیتے ہیں، اذان پوری ہونے پر امام صاحب نمازیوں کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوتے ہیں اور خطبہ دیتے ہیں، پہلا خطبہ دے کر تھوڑی دیر بیٹھ جاتے ہیں، پھر دوسرا خطبہ دیتے ہیں۔

تمام نمازیوں پر خاموشی کے ساتھ خطبہ سننا واجب ہے، اس وقت بات چیت، سلام، دعا، یہاں تک کہ قرآن، تسبیح، اور نماز پڑھنا بھی منع ہے۔ اگر خطبہ کی آواز نہ بھی آ رہی ہو تو خاموش بیٹھے رہیں۔

خطبہ کے بعد دو رکعت فرض جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔

سوالات وجوابات

سوال: کیا جمعہ کی نماز ہر مسلمان پر فرض ہے؟

جواب: آزاد، بالغ، سمجھ دار، تندرست، مقیم مردوں پر فرض ہے۔

نابالغ بچے، غلام، مجنون اور بیمار اور اندھے اور اپاہج، اسی طرح معذور اور عورت پر جمعہ کی نماز فرض نہیں ہے؛ لیکن اگر یہ لوگ جمعہ کی نماز میں حاضر ہو کر پڑھ لیں تو ان کی نماز ہو جائے گی اور ظہر کی نماز ان کے ذمّے اس دن کی باقی نہیں رہے گی۔

سوال: جمعہ کی نماز کے صحیح ہونے کی کیا شرطیں ہیں؟

جواب: جمعہ کی نماز کے صحیح ہونے کی پانچ شرطیں ہیں:

① شہر یا قصبہ یا بڑا گاؤں (جس میں قصبہ کی شان ہو) کا ہونا۔ چھوٹے گاؤں میں جمعہ کی نماز درست نہیں ہے؛ بلکہ ان پر ظہر ہی فرض ہے۔

② ظہر کا وقت ہونا۔

③ نماز سے پہلے خطبہ پڑھنا۔

④ جماعت کا ہونا؛ یعنی امام کے علاوہ کم از کم تین آدمیوں کا ہونا۔

⑤ عام اجازت ہونا؛ یعنی جس جگہ جمعہ کی نماز پڑھائی جارہی ہے اس جگہ ہر شخص کو آنے کی اجازت ہو۔

جہاں ان میں سے ایک بھی شرط نہ پائی جائے گی وہاں جمعہ کی نماز

درست نہیں ہوگی۔

سوال: خطبہ اردو زبان میں پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: عربی زبان کے علاوہ ہر زبان میں خطبہ مکروہ ہے۔

سوال: جمعہ کی فرض نماز کی کتنی رکعتیں ہیں؟

جواب: دو رکعت ہیں؛ چاہے شروع نماز سے شریک ہو، چاہے ایک رکعت کے بعد شریک ہو یا قعدۂ اخیرہ میں شریک ہو، دو رکعت ہی پوری کرے۔

لیکن اگر جمعہ کی پوری نماز با جماعت چھوٹ جائے اور دوسری کسی جگہ جمعہ ملنے کی کوئی امید نہ ہو تو اب اس پر ظہر کی نماز ادا کرنا فرض ہوگا اور جمعہ اکیلے صحیح نہیں ہوگی؛ بلکہ جمعہ کے لیے امام کے علاوہ دوسرے دو یا تین آدمی ہونا ضروری ہے۔

عید کی نماز کا بیان

مسلمانوں کے لیے سال میں دو عید ہیں:

(۱) رمضان شریف کے ختم پر؛ یعنی پہلی شوال المکرم کو ''عید الفطر'' کہتے ہیں۔

(۲) ذوالحجہ کی دس تاریخ کو، جسے ''عید الاضحیٰ'' کہا جاتا ہے۔

عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نمازیں بھی واجب ہیں اور جن لوگوں پر جمعہ کی نماز فرض ہے ان سب پر دونوں عید کی نماز واجب ہے۔

دونوں عید کی نماز عید گاہ میں پڑھی جاتی ہے، اس کے لیے نہ اذان دی جاتی ہے اور نہ اقامت۔

عید کی نماز کا وقت سورج نکلنے کے بعد مکروہ وقت ختم ہوتے ہی شروع ہو جاتا ہے اور زوال سے پہلے ختم ہو جاتا ہے۔

عید کی نماز پڑھنے کا طریقہ

جمعہ کی نماز کی طرح عید کی نماز کی بھی دو رکعت ہیں۔

جمعہ کی نماز کی طرح عید کی نماز کے لیے بھی جماعت شرط ہے، بغیر جماعت کے عید کی نماز نہیں ہوتی۔

جماعت کی صف سیدھی کر کے نیت باندھنے لگیں تو دل میں یہ ارادہ کر لیں کہ میں: دو رکعت عید الفطر کی یا عید الاضحیٰ کی چھ زائد تکبیروں کے ساتھ اس امام کے پیچھے پڑھ رہا ہوں۔

پھر تکبیرِ تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ لیں، پھر ثنا پڑھیں، ثنا پڑھنے کے بعد امام زور سے تین بار تکبیر کہتے ہیں، پہلی مرتبہ امام تکبیر کہے تو مقتدی آہستہ سے تکبیر کہتے ہوئے ہاتھ کانوں تک اٹھا کر چھوڑ دیں، پھر دوسری بار بھی امام تکبیر کہے تو مقتدی حضرات آہستہ سے تکبیر کہتے ہوئے ہاتھ کانوں تک اُٹھا کر چھوڑ دیں، پھر تیسری مرتبہ ہاتھ کانوں تک اُٹھاتے ہوئے ''اَللّٰهُ اَكْبَرُ'' کہیں اور اس دفعہ ہاتھ چھوڑنے کے بجائے باندھ لیں۔

امام سورۂ فاتحہ اور دوسری سورت جیسے سورۂ اعلیٰ زور سے پڑھے گا اور مقتدی خاموشی سے سنیں گے، قرأت کے بعد رکوع اور سجدہ ہوگا۔

دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورت جیسے سورۂ غاشیہ کے بعد تین تکبیر ہاتھ اُٹھا کر کہی جاتی ہیں اور ہاتھ چھوڑ دیے جاتے ہیں، پھر چوتھی تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں جاتے ہیں اور رکعت پوری کرتے ہیں۔

نماز کے بعد خطبہ دیا جاتا ہے جس کو خاموشی سے سننا چاہیے۔

عید الفطر کے دن عید گاہ جانے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کردینا ضروری ہے؛ تاکہ غریب مسلمان بھی عید کے دن خوشی منا سکیں اور عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد قربانی کی جاتی ہے، قربانی کا گوشت ہم اپنے رشتے داروں، پڑوسیوں، دوستوں اور غریبوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

ذوالحجہ کی ۹ر تاریخ کو "عرفہ" کا دن کہتے ہیں، اس دن روزہ رکھنے کی فضیلت ہے۔

۱۰ر تاریخ کو عید ہوتی ہے اور ۹ر سے لیکر ۱۳ر تاریخ تک پانچ دنوں کو "ایامِ تشریق" کہتے ہیں۔

ذی الحجہ کی ۹ر تاریخ کی فجر کی نماز سے لے کر ۱۳ر تاریخ کی عصر تک ۲۳ر نمازوں کے فوراً بعد مردوں کے لیے زور سے تکبیرِ تشریق ایک مرتبہ پڑھنا واجب ہے اور اسی طرح عورتوں کے لیے آہستہ آواز سے تکبیرِ تشریق پڑھنا واجب ہے۔

تکبیرِ تشریق یہ ہے:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ.

عید الاضحیٰ؛ یعنی بقرہ عید میں زور سے تکبیر کہتے ہوئے عید گاہ کی طرف جانا مستحب ہے اور عید الفطر میں آہستہ آہستہ تکبیر کہتے ہوئے جانا مستحب ہے۔

دونوں عید کی سنتیں اور مستحب باتیں

(۱) غسل اور مسواک کرنا۔

(۲) اپنے لباس میں سے اچھا لباس پہننا۔

(۳) خوشبو لگانا۔

(۴) عید الفطر میں جانے سے پہلے کھجور یا کوئی میٹھی چیز کھانا۔

(۵) عید الفطر میں صدقۂ فطر ادا کر کے عید گاہ جانا۔

(۶) عید الاضحیٰ میں نماز سے پہلے کچھ نہ کھانا اور نماز کے بعد اپنی قربانی کا گوشت کھانا۔

(۷) عید گاہ میں عید کی نماز پڑھنا۔

(۸) پیدل جانا۔

(۹) ایک راستے سے جانا اور دوسرے راستے سے آنا۔

(۱۰) عید کی نماز سے پہلے گھر یا عید گاہ میں نفل نماز نہ پڑھنا اور عید کی نماز کے بعد عید گاہ میں نفل نہ پڑھنا، دوسری جگہ پڑھ سکتا ہے۔

جنازہ کی نماز کا بیان

جنازہ کی نماز فرضِ کفایہ ہے؛ یعنی چند لوگ پڑھ لیں تو سب کے ذمّے سے فرض ادا ہوجاتا ہے؛ لیکن اگر کوئی بھی نہ پڑھے تو سب گنہگار ہوتے ہیں۔

ہم میں سے ہر شخص کو مرنا ہے، ہم چاہیں گے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور رحمت کی دعا کریں؛ اس لیے ہمیں بھی دوسروں کے جنازہ میں حاضری کی کوشش کرنی چاہیے۔

جنازہ کی نماز دوسری نمازوں سے بالکل الگ ہے، اس میں نہ رکوع ہے، نہ سجدہ اور نہ قعدہ، اس میں میت کے لیے دعا کی جاتی ہے۔

جنازہ کی نماز کا طریقہ

جنازہ سامنے رکھ کر نمازیوں کی تعداد کے لحاظ سے تین یا پانچ یا سات صفیں بنانی چاہیے۔ امام میت کے سینے کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔

نیت اس طرح کی جاتی ہے: میں اللہ کے واسطے اس جنازے کی نماز، اس میت کی دعا کی غرض سے، اس امام کے پیچھے پڑھتا ہوں۔

سب سے پہلے دونوں ہاتھ اُٹھا کر ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' کہتے ہوئے نیت باندھ لیتے ہیں اور ثنا پڑھتے ہیں، پھر دوسری تکبیر کہہ کر درود شریف پڑھتے ہیں، اس کے بعد تیسری تکبیر کہہ کر دعا کرتے ہیں اور اس کے بعد چوتھی تکبیر کہتے ہیں اور پھر سلام پھیر دیتے ہیں۔

اگر جنازہ بالغ مرد یا عورت کا ہو تو تیسری تکبیر کے بعد یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَ مَیِّتِنَا وَ شَاھِدِنَا وَ غَائِبِنَا وَ صَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَ ذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا، اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِیْمَانِ.

اگر جنازہ نابالغ بچے کا ہو تو تیسری تکبیر کے بعد یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا فَرَطًا وَّ اجْعَلْہُ لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّ اجْعَلْہُ لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا.

اگر جنازہ نابالغ بچی کا ہو تو تیسری تکبیر کے بعد یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا لَنَا فَرَطًا وَّ اجْعَلْھَا لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّ اجْعَلْھَا لَنَا شَافِعَۃً وَّمُشَفَّعَۃً.

روزہ کا بیان

سوال: روزہ کس پر فرض ہے؟

جواب: ہر عقل والے، بالغ، تندرست، جو کسی جگہ مقیم ہو ایسے مسلمان پر روزہ فرض ہے، جب رمضان کا مہینہ آئے تو پورے مہینے کے روزے رکھے، سخت بیماری، شرعی سفر وغیرہ کی وجہ سے روزہ نہ رکھے تو ان روزوں کی قضا فرض ہے۔

سوال: روزے کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: روزے کی تین قسمیں ہیں:

① فرض؛ جیسے رمضان کے ادا یا قضا روزے یا کفارے کے روزے فرض ہیں۔

② واجب؛ جیسے نفل روزہ جس کو توڑ دیا گیا ہو اس کی قضا اور نذر کا روزہ واجب ہے۔

③ نفل؛ جیسے ۹ اور ۱۰ رمحرم کا روزہ یا ذی الحجہ کے ۹ ردن یا صرف نویں ذی الحجہ؛ یعنی عرفہ کے دن کا روزہ وغیرہ ۔ یہ اور رمضان شریف کے روزوں کے علاوہ باقی جس دن بھی روزہ رکھا جائے وہ نفل ہوگا۔

نوٹ: عید الفطر، عید الاضحیٰ، اور گیارہ، بارہ، اور تیرہ ذی الحجہ میں روزہ رکھنا حرام ہے۔

سوال: روزہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: صبح صادق سے سورج ڈوبنے تک نیت کے ساتھ کھانے، پینے اور بیوی سے خواہش پوری کرنے کو چھوڑ دینے کا نام روزہ ہے۔

رمضان میں یہ کام کرو:

① سحری کرنا۔

② افطار جلدی کرنا۔

③ قرآن شریف کی تلاوت کرنا۔

④ غلط باتوں سے بچنا۔

⑤ رمضان کے آخری دس دن میں اعتکاف کرنا۔

سوال: روزہ کن کن چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: روزہ اِن چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے:

(۱) منہ بھر کر خود قے (Vomit) کرنے سے۔

(۲) کان یا ناک میں دوا ڈالنے سے۔

(۳) سورج ڈوبنے کے خیال سے افطار کرنے سے؛ حالاں کہ سورج ڈوبا نہ ہو۔

(۴) سحری کے وقت کے خیال سے کھا، پی لینے سے؛ حالاں کہ سحری کا وقت ختم ہو چکا تھا، صبح صادق ہو چکی تھی، ان سب صورتوں میں صرف قضا کرے، کفارہ نہیں۔

سوال: کفارہ کس پر واجب ہوتا ہے؟

جواب: اگر کوئی روزہ دار رمضان کے مہینے میں جان بوجھ کر کھا پی لے یا بیوی سے جماع کرلے تو اس پر قضا کے ساتھ کفارہ بھی واجب ہوتا ہے۔

سوال: کفارہ کیا چیز ہے؟

جواب: ایک غلام آزاد کرے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ (۶۰) بالغ مسکینوں کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے، یا ہر مسکین کو ایک صدقۂ فطر جتنا (یعنی پونے دو کلو) گیہوں یا اس کی قیمت دے دے۔

سوال: وہ کون ہیں جنھیں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے؟

جواب: حاملہ عورت، دودھ پلانے والی عورت، سخت بیمار اور مسافر، ان کو رمضان میں روزہ نہ رکھنا جائز ہے؛ مگر بعد میں قضا کرنا فرض ہے۔

سوال: جس شخص میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو وہ کیا کرے؟

جواب: بڑھاپے یا سخت بیماری کی وجہ سے روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو اور آئندہ قضا کی امید نہ ہو تو وہ ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو ''صدقۂ فطر'' کے برابر اناج دے یا اس کی قیمت ادا کرے یا صبح شام اس کو پیٹ بھر کر کھانا کھلا دیا کرے، شریعت میں اسے فدیہ کہتے ہیں۔

لیکن اگر بعد میں روزہ رکھنے پر طاقت ہوجائے تو روزوں کی قضا واجب ہے اور جو فدیہ ادا کیا ہے اس کا ثواب اللہ کے یہاں ملے گا۔

سوال: نیت کس وقت کرنی ضروری ہے؟

جواب: رمضان شریف کے ادا روزے، نذرِ مُعَیَّن اور سنت اور نفل میں رات سے نیت کرنا ضروری نہیں ہے، صبح صادق کے بعد سے لے کر آدھے دن سے پہلے تک نیت جائز ہے، آدھے دن کا مطلب صبح صادق سے لے کر سورج ڈھلنے تک ہے، اور رمضان کا قضا روزہ اور کفارہ کا روزہ اور اس نذر کا روزہ جس کا دن متعین نہ ہو اور وہ نفل روزہ جس کو شروع کر کے توڑ دیا ہو تو ان تمام روزوں میں صبح صادق سے پہلے نیت کرنا ضروری ہے اور اگر صبح صادق کے بعد نیت کی تو روزہ صحیح نہیں ہوگا۔

صدقۂ فطر اور قربانی کا بیان

سوال: صدقۂ فطر اور قربانی کس پر واجب ہے؟

جواب: جو آدمی نصاب کا مالک ہو یا ضرورت سے زیادہ نصاب کی قیمت کے برابر مال سامان رکھتا ہو اس پر عید الفطر کے دن ''صدقہ'' دینا اور عید الاضحیٰ میں ''قربانی'' کرنا واجب ہے۔

جس پر صدقۂ فطر واجب ہو وہ اپنی طرف سے اور اپنے نابالغ بچوں میں سے ہر ایک کی طرف سے صدقہ ادا کرے۔

نصاب والا کون ہے؟

جس کے پاس ۶۱۲ رگرام، ۳۶۰ رملی گرام چاندی یا ۸۷ رگرام، ۴۸۰ رملی گرام سونا یا اتنی قیمت کا تجارت کا سامان جس کو تجارت کے ارادے سے خریدا گیا ہو یا اتنے پیسے موجود ہوں اس کو نصاب والا کہا جاتا ہے۔

سوال: صدقۂ فطر کتنا دینا ہے؟

جواب: ایک کلو ۶۳۶ رگرام گیہوں (جو گیہوں گھر میں استعمال کیے جاتے ہوں یا درمیانی قسم کے) یا اتنے گیہوں کی قیمت دینا ہے، احتیاطاً پونے دو کلو گیہوں یا اس کی قیمت دے دیں۔

سوال: صدقۂ فطر کس وقت ادا کرنا سنت ہے؟

جواب: عید کی نماز سے پہلے ادا کرنا سنت ہے، عید کی نماز کے بعد بھی

جائز ہے۔

سوال: قربانی کا وقت کیا ہے؟

جواب: قربانی کا وقت ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کی صبح صادق سے لے کر بارھویں تاریخ کی شام تک ہے؛ لیکن جہاں عید کی نماز ہوتی ہے وہاں عید کی نماز سے پہلے قربانی کرنا درست نہیں ہے؛ بلکہ عید کی نماز پڑھ کر قربانی کرے۔

سوال: کن جانوروں کی قربانی درست ہے؟

جواب: بکرا، بکری، گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اونٹ، اونٹنی، ان سب جانوروں کی قربانی جائز ہے۔

بکرا، بکری ایک سال اور گائے، بھینس، بھینسا دو سال اور اونٹ، اونٹنی پانچ سال سے کم نہ ہو۔

بکرا، بکری ایک آدمی کی طرف سے اور گائے، بھینس، بھینسا، اونٹ، اونٹنی سات آدمیوں کی طرف سے کافی ہے۔

قربانی کا جانور عیب والا نہ ہو، اندھا، کانا، لنگڑا، بہت کمزور اور بیمار نہ ہو اور تیسرے حصے سے زیادہ کان یا دُم کٹا ہوا نہ ہو۔

زکوۃ کا بیان

سوال: زکوۃ کس پر فرض ہے؟

جواب: زکوۃ ہر عقل مند، بالغ، مسلمان، مرد، عورت پر فرض ہے، جس کے پاس نصاب جتنا سونا، چاندی یا زیور یا تجارت کا مال اپنی ضروری حاجت سے زیادہ ہو؛ یعنی خرچے اور استعمال، اور قرض سے زیادہ ہو اور اس پر پورا ایک سال گذر چکا ہو۔

سوال: زکوۃ کا نصاب کتنا ہوتا ہے؟

جواب: زکوۃ کا نصاب کم سے کم ۶۱۲ رگرام، ۳۶۰ رملی گرام چاندی یا ۸۷ رگرام ۴۸۰ رملی گرام سونا یا ۶۱۲ رگرام چاندی کے برابر روپے یا اتنی قیمت کا تجارت کا سامان ہو جس کو تجارت کے ارادے سے خریدا گیا ہو۔

فائدہ: (۱) جس کے پاس تھوڑا سونا اور نقد روپے ہوں۔

(۲) تھوڑی چاندی اور نقد روپے ہوں۔

(۳) تھوڑا سونا، تھوڑی چاندی اور تھوڑے نقد روپے ہوں۔

اور سونا، چاندی کی قیمت اور نقد روپے ملاویں تو وہ چاندی کے نصاب کے برابر ہو جاوے تو اس پر بھی زکوۃ فرض ہے۔

نوٹ: تجارت کا سامان، نقد روپے اور سونا و چاندی کا بھی اسی طرح مسئلہ ہے۔

سوال: زکوٰۃ میں کتنا مال دینا چاہیے؟

جواب: جتنا مال ہو اس کا ''چالیسواں حصہ (ڈھائی فی صد)'' زکوٰۃ میں دینا فرض ہے، مثلاً سو روپے میں ڈھائی روپے۔

سوال: زکوٰۃ کس کو دے سکتے ہیں؟

جواب: وہ لوگ جن کو اِس زمانے میں زکوٰۃ دینا جائز ہے وہ یہ ہیں:

① مسکین کو جو کچھ مال نہ رکھتا ہو۔

② غریب کو جو نصاب کا مالک نہ ہو۔

③ قرض دار کو؛ اگر چہ اس کے پاس نصاب جتنا مال ہو؛ لیکن قرض ادا کرنے کے لیے کافی نہ ہو۔

④ حاجت مند مسافر کو حاجت جتنی زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

سوال: کن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے؟

جواب: اِن لوگوں کو زکوۃ دینا جائز نہیں ہے:

① مال دار؛ یعنی وہ شخص جس پر زکوۃ فرض ہے، یا نصاب کے برابر اور کوئی مال موجود ہو جو اس کی اصلی ضرورت سے زائد رکھے ہوئے ہیں، اس کے لیے زکوٰۃ لینا حلال نہیں ہے۔

② سید؛ یعنی بنو ہاشم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان کو زکوٰۃ دینا درست نہیں ہے۔

③ مسلمان ہی کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔

④ مال دار آدمی کی نابالغ اولاد کو زکوٰۃ دینا درست نہیں ہے۔

⑤ اپنے ماں باپ، دادا، دادی، نانا، نانی چاہے اوراوپر کے ہوں۔

⑥ بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسا، نواسی؛ چاہے اور نیچے کے ہوں۔

⑦ شوہر اپنی بیوی کو اور بیوی اپنے شوہر کو زکوٰۃ نہیں دے سکتی۔

ان کے علاوہ دوسرے رشتے دار؛ جیسے بھائی، بہن، ماموں، خالہ، پھوپھی، چچا وغیرہ کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں؛ لیکن دیتے وقت نیت ضروری ہے، بغیر نیت کے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

فائدہ: غریب رشتے دار کو زکوۃ وصدقہ دینا زیادہ بہتر ہے۔

تیسرا باب

خلفائے راشدین کی سیرت

(پہلے خلیفہ: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ)

مختصر پہچان

نام: عبداللہ۔

کنیت: ابوبکر۔

لقب: صدیق، عتیق، صاحِب۔

ولادت: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت سے ۵۰ / سال پہلے۔

والد کا نام: عثمان۔

والد کی کنیت: ابوقحافہ۔

والدہ کا نام: سلمیٰ۔

وفات: ۱۳ ھ

کل عمر: ۶۳ سال۔

خلافت کی کل مدت: ۲ / سال، ۳ / مہینے اور ۱۱ / دن۔

دفن کی جگہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں اور حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام ونسب

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ابا پہلے کافر تھے؛ اس لیے انھوں نے آپ کا نام ''عبد الکعبہ''؛ یعنی کعبے کا بندہ رکھا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نام کو بدل کر آپ کا نام عبداللہ کر دیا؛ لیکن آپ ابوبکر کے نام سے مشہور ہو گئے۔

پیارے بچو! ماں باپ کو چاہیے کہ برا نام نہ رکھے، اگر کسی کا برا نام رکھا ہو تو اس کو بدلوا دے۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد کا نام: عثمان بن عامر تھا، آپ کے والد نام کے مقابلے میں اپنی کنیت ''ابوقحافہ'' سے زیادہ مشہور تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق قریش کے اعلیٰ خاندان سے تھا، قریش کے دس بڑے عزت والے گھرانوں میں سے ایک بنوتمیم بن مُرّہ سے آپ رضی اللہ عنہ کا نسب ملتا ہے، آپ رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ یہ ہے:

عبد اللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن كعب بن سعد بن تَيْم بن مُرَّہ بن كعب بن لُؤی بن غالب قريشي تيمی .

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نسب ساتویں پشت میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ''مرّہ'' پر جا ملتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لقب اور اس کی وجہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایک لقب ''عتیق'' تھا۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يَا أَبَا بَكْرٍ! اَنْتَ عَتِيْقٌ مِنَ النَّارِ.

اے ابو بکر! تم جہنم کی آگ سے آزاد ہو۔

اسی دن سے آپ کا لقب ''عتیق'' ہو گیا۔

آپ کا دوسرا لقب ''صدیق'' ہے، یہ لقب آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نے عطا فرمایا تھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ اُحد پہاڑ پر چڑھے تو وہ ہلنے لگا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اُحد! تو ٹھہر جا! تجھ پر اس وقت ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہیدوں کے سوا کوئی نہیں۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج کی رات مسجدِ اقصیٰ اور ساتوں آسمانوں کا سفر کرایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح لوگوں سے یہ واقعہ بیان فرمایا۔

مکہ والوں نے جب یہ بات سنی تو بھاگے بھاگے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہا کہ: اپنے ساتھی کی خبر لیجیے، ان کا خیال ہے کہ ان کو ایک ہی رات میں بیت المقدس کا سفر کرایا گیا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا واقعی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا ہے؟

لوگوں نے کہا: ہاں! واقعی آپ نے ایسا ہی فرمایا ہے۔

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فوراً بولے: اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی نے فرمایا ہے تو بالکل سچ ہے۔

لوگوں نے کہا: کیا واقعی آپ اس بات کو سچا مانتے ہیں کہ وہ (یعنی نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) بیت المقدس گئے اور صبح ہونے سے پہلے واپس آ گئے؟

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے اس بات کو سچا ماننے میں کوئی تعجب اور شرم نہیں؛ بلکہ میں تو اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ ایمان رکھتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس صبح شام آسمان سے خبریں آتی ہیں۔

اس طرح بے مثال طریقے سے سچا ماننے کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کا لقب ''صدیق'' پڑ گیا۔

آپ رضی اللہ عنہ کا تیسرا لقب ''صاحب'' ہے۔

جب آپ رضی اللہ عنہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ہجرت کے سفر کے وقت ''ثور'' نام کے غار (Cave) میں تھے اس وقت خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا. (التوبة:۴۰)

ترجمہ: جس وقت وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ (نبی) اپنے ساتھی (ابوبکر رضی اللہ عنہ) سے یہ فرما رہے تھے کہ تم غم مت کرو، یقین رکھو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہیں۔

اس وقت سے آپ رضی اللہ عنہ کا لقب ''صاحب'' ہو گیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والدین کا اسلام

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے والد حضرت عثمان بن عامر ابوقحافہ رضی اللہ عنہ مکہ کی فتح کے وقت مسلمان ہوئے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انھیں اپنے ساتھ لے کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر! آپ انھیں (گھر پر ہی) رہنے دیتے، ہم خود ہی ان کے پاس چلے آتے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! انہی کو لائق تھا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ پھر ابوقحافہ مسلمان ہو گئے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام سلمٰی بنت صخر اور کنیت ام الخیر تھی۔ شروع اسلام ہی میں دارِ ارقم میں اسلام قبول کیا تھا۔

سب نے مل کر خلیفہ بنایا

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد سب سے اہم مسئلہ یہ تھا کہ مسلمانوں کا امیر کس کو بنایا جائے؟ اور کس کو حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانشین بنایا جائے؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہجرت کے ساتھی بھی تھے اور بہترین رفیق بھی۔

جب حج فرض ہوا تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

حج کے امیر مقرر رہوئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ہی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جگہ نماز میں امامت بھی فرمائی، ان سب باتوں کی وجہ سے مسلمانوں نے آپس کے مشورے سے اتفاق کر کے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ طے کر لیا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اوّل خلیفہ ہونے پر دلیل

حضرت جبیر بن مُطعِم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: ایک عورت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنی کسی ضرورت کے لیے حاضر ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر کسی وقت آنے کے لیے فرمایا۔

اس نے عرض کیا: اگر آپ سے میری ملاقات نہ ہو سکے تو پھر کیا کروں؟

وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: اگر مجھ سے تمھاری ملاقات نہ ہو سکے تو تم ابو بکر کے پاس آجانا۔ (بخاری شریف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پسند ہماری پسند

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو ہم نے اپنے حالات پر غور کیا، ہم نے دیکھا کہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو نماز کی امامت سونپی تھی؛ اس لیے ہم نے اپنی دنیا کی امامت (یعنی امیر بننے) کے لیے ان کو پسند کر لیا جن کو حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے ہمارے دین کی امامت کے لیے پسند کیا تھا۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کی روانگی

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسامہ ابن زید رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر شام کی طرف ایک لشکر روانہ کیا تھا؛ لیکن یہ لشکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وفات کی خبر سن کر رک گیا تھا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالتے ہی اس لشکر کو روانہ کیا۔

اسی دوران یہ خبریں آنے لگیں کہ بہت سے قبیلے مرتد ہو گئے ہیں؛ یعنی اسلام سے پھر گئے ہیں، کچھ قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا ہے، یہ وہ لوگ تھے جنھیں اسلام قبول کیے ہوئے زیادہ وقت نہیں ہوا تھا؛ اسی لیے وہ اسلام کی سچائی کو ابھی سمجھ نہیں پائے تھے، ان حالات کو دیکھ کر نبی ہونے کے جھوٹے دعوے دار بھی پیدا ہو گئے۔

جب اس طرح کے حالات پیدا ہو گئے تو بہت سے لوگوں نے سیدنا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ: حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کا لشکر ابھی روانہ نہ کریں؛ تاکہ دشمن مدینہ پر حملہ کریں تو ان کا مقابلہ کیا جا سکے، ان مشورہ دینے والوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے؛ لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی نرم مزاجی کے باوجود اس معاملے میں سختی سے فیصلہ کر کے لشکر روانہ فرمایا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: اللہ کی قسم! اگر مدینہ اس طرح خالی ہو جائے کہ درندے اور کتے مجھے پھاڑ کھائیں تب بھی میں اُس لشکر کو شام جانے سے نہیں روکوں گا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شام جانے کا حکم فرمایا تھا۔

اس لشکر میں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں روک لیا؛ تا کہ وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مدد کریں۔

سب سے اہم اور خطرناک فتنے جھوٹی نبوت کے تھے، ان میں سب سے خطرناک یمامہ کا مسیلمہ کذّاب تھا، اس نے تقریباً چالیس ہزار کا لشکر جمع کر لیا تھا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنے تیرہ ہزار (13000) کے لشکر کے ساتھ اس کی طرف روانہ ہوئے، یمامہ میں مسیلمہ کذّاب چند دن تک اپنے دوستوں کے بیچ میں رہا۔

آخر مسیلمہ کذّاب مارا گیا اور سترہ ہزار (17000) مُرتد لوگ اور اسلام کے دشمن ہلاک ہوئے، اس جنگ میں تقریباً ایک ہزار (1000) مسلمان شہید ہوئے۔

سیدنا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں پیدا ہونے والے فتنوں میں یہ سب سے بڑا فتنہ تھا، اس فتنے کے ختم ہونے کے ساتھ ہی مرتد لوگوں کی کمر ٹوٹ گئی، مسلمان غالب آ گئے اور ہر طرف امن ہو گیا۔

قرآنِ مجید کو جمع کرنا

نبی ہونے کا جھوٹا دعوے دار مسیلمہ کے ساتھ جو جنگ ہوئی اس میں شہید ہونے والے مسلمانوں میں ایک بڑی تعداد حافظوں کی تھی؛ اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر سیدنا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے قرآنِ مجید کو ایک جگہ

جمع کرنے کا ارادہ فرمایا۔

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک زمانے میں قرآنِ مجید الگ الگ چیزوں پر لکھا جاتا تھا، اس زمانے میں کاغذ اتنا زیادہ ملتا نہیں تھا، صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک کو قرآن کا کم وزیادہ حصہ یاد تھا، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت پورے قرآنِ کریم کی حافظ تھی؛ اس لیے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرآنِ مجید کو ایک جگہ جمع کرنے کی فکر کی۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس بڑی دینی اور تاریخی کام کی ذمّے داری حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو سونپی اور حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: آپ نوجوان عقل مند آدمی ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں وحی لکھا کرتے تھے؛ لہٰذا قرآنِ مجید کو ایک جگہ جمع کر دیجیے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حافظوں کے سینوں، کھجور کی شاخوں، پتھر کی سلوں اور چمڑوں اور ہڈیوں پر لکھا ہوا قرآن جمع کیا۔

سیدنا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی زندگی میں یہ قرآن اُن کے پاس رہا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد آپ کی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آ گیا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا دوسرے ملکوں کو جیت لینا

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اندرونی مسائل پر قابو پانے کے بعد ایران اور

رُوم کی طرف متوجہ ہوئے، اُس وقت دنیا کی بڑی حکومتیں یہی تھیں، ایران کے لوگ آگ کے پجاری تھے، جن کو ہمارے یہاں ''پارسی'' کہتے ہیں۔

روم والے عیسائی تھے۔

دونوں ہی مسلمانوں کے دشمن تھے۔

ایران کے بادشاہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط مبارک پھاڑ دیا تھا۔

سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ایران کی طرف روانہ فرمایا، ان کے اور ایران والوں کے درمیان پندرہ جنگیں ہوئیں، ان سب میں مسلمانوں کو کامیابی نصیب ہوئی۔

روم کی طرف چار لشکر روانہ فرمائے، ان کے امیر حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ، حضرت شُرَحْبِیل بن حَسَنَہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ، اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ تھے۔

ان لشکروں میں مجاہدین کی تعداد تقریباً تیس ہزار (30000) تھی، ان لشکروں نے چار الگ الگ راستوں سے دو لاکھ چالیس ہزار (2.40000) کی فوج والے رومی لشکر پر حملہ کیا، بعد میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی ان سے جا ملے۔

رومی ہار کر یَرموک میں جمع ہوئے، وہاں زبردست جنگ ہوئی، یہ لڑائیاں ابھی جاری تھیں کہ سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے اور دنیا سے رخصت ہونے کا وقت آ گیا۔

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیماری کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ انھوں نے سخت ٹھنڈی والے دن غسل کیا تو انھیں بخار ہو گیا جو پندرہ دن تک جاری رہا۔

بیماری کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ ان دنوں مسجد میں نہ جا سکتے تھے؛ اس لیے سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی خبر لینے کے لیے آتے تھے، سب سے زیادہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آتے تھے۔

جب ان کی بیماری زیادہ ہو گئی تو ان سے عرض کیا گیا کہ: ہم آپ کے لیے طبیب بلائیں؟

آپ نے فرمایا کہ: طبیب (یعنی اللہ تعالیٰ) نے مجھے دیکھ لیا ہے اور وہ کہتے ہیں: ''بے شک میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خلیفہ بننے کے بعد سے اب تک بیت المال سے کتنا وظیفہ ملا ہے؟

حساب کر کے بتایا گیا تو آپ نے فرمایا کہ: میری فلاں زمین بیچ کر یہ رقم بیت المال (اسلامی خزانہ) میں جمع کر دی جائے اور جب سے میں خلیفہ بنا ہوں اس دوران میرا جتنا مال بڑھا ہے وہ میرے بعد والے خلیفہ کو پہنچا دینا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تاجر تھے؛اس لیے جب خلیفہ ہونے کے دوسرے روز وہ کپڑے کا تھان لے کر بیچنے کے لیے بازار کی طرف نکلے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ:

اگر آپ تجارت کرتے رہے تو مسلمانوں کے کام کون کرے گا؟

چنانچہ مسلمانوں کے مشورے سے آپ کا وظیفہ مقرر ہوا، وہ بھی اتنا تھا جتنا ایک عام آدمی کا ہوتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ہم نے ان کے مال کو دیکھا تو ایک پرانی چادر اور ایک حبشی غلام تھا اور ان کے علاوہ ایک اونٹنی تھی ،ہم نے یہ دونوں چیزیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیں تو وہ رو پڑے اور روتے روتے فرمایا: ''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر اللہ کی رحمتیں ہوں ،انھوں نے اپنے بعد والوں کو بڑی مشکل میں ڈال دیا ہے۔

جب بیماری زیادہ ہوگئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ بھی وصیت فرمائی کہ: میرے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے۔

یہ وصیت سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: آپ نے عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا دیا؟ حالاں کہ ان کے مزاج میں بہت سختی ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب خلافت کا بوجھ سر پر پڑے گا تو یہ سختی جاتی رہے گی، وہ امت کے بہترین آدمی ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آخری گھڑیاں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیماری پندرہ (۱۵) دن تک رہی، ۲۲/ جمادی الاخریٰ ۱۳ سنہ ھ پیر کے دن انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس دن وفات پائی تھی؟

میں نے جواب دیا کہ: پیر کے دن۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: مجھے امید ہے کہ آج دن یا رات کو میری وفات ہوگی۔

پھر سوال کیا: تم لوگوں نے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کتنی چادروں میں کفن دیا تھا؟

انھوں نے جواب دیا: یمن کی لائننگ والی تین چادروں میں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری چادر میں زعفران یا گیرو کا نشان ہے، اسے دھو دینا اور دوسری دو چادریں ملا کر میرا کفن بنا دینا۔

ان سے عرض کیا گیا کہ: اللہ نے ہمیں بہت کچھ عطا کیا ہے، خوب احسان فرمایا ہے، ہم آپ کو نئی چادروں میں کفن دیں گے۔

انھوں نے فرمایا کہ: زندہ شخص کو نئے لباس کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے؛ تاکہ اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکے، جبکہ میت کا انجام تو گلنا سڑنا ہے اور لباس کا پرانا ہونا ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ: انھیں ان کی بیوی حضرت اسماء بنت عُمیس رضی اللہ عنہا غسل دیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں دفن کیا جائے۔

مغرب کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی اور اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی زبان پر جو آخری بات نکلی وہ قرآنِ پاک کی یہ آیتِ مبارکہ تھی:

تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ.

ترجمہ: اے اللہ! مسلمان ہونے کی حالت میں مجھے موت عطا فرمائیے اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملا دیجیے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور آپ کو قبر میں اُتارنے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ قبر میں اترے اور وصیت کے مطابق آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

وفات کے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عمر ۶۳/سال تھی، آپ دو سال تین مہینے گیارہ دن خلیفہ رہے۔

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیویاں

① قُتَیلہ بنت عبد العُزّیٰ، یہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی والدہ تھیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انھیں جاہلیت کے زمانے میں

ہی طلاق دے دی تھی، ہجرت کے موقع پر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی خدمات اور قربانیاں آپ سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پڑھ چکے ہو۔

(۲) حضرت اُمِّ رُومان بنت عامر بن عُوَیمِر رضی اللہ عنہا، آپ شروع اسلام ہی میں مسلمان ہوگئیں تھیں اور مدینہ کی طرف ہجرت بھی کی، یہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں اور ۶ ہجری میں مدینہ میں وفات ہوئی۔

(۳) حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا، ان کی کنیت ام عبداللہ تھی، ان سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمد پیدا ہوئے۔

(۴) حبیبہ بنت خارجہ الانصاریہ الخزرجیہ رضی اللہ عنہا، آپ کی وفات کے بعد ان سے آپ کی بیٹی ام کلثوم پیدا ہوئی۔

سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اولاد

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے الگ الگ وقت میں چار شادیاں کی، آپ کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کے نام:

(۱) حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ۔

(۲) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ۔

(۳) حضرت محمد رضی اللہ عنہ۔

حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ سب سے بڑے لڑکے تھے، بہادری اور تیر چلانے میں بہت مشہور تھے، صلحِ حدیبیہ کے موقع پر اسلام قبول کیا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو طائف کی لڑائی میں ایک تیر لگا تھا جس کا زخم لمبے زمانہ تک باقی رہا، جس کے نتیجے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں مدینہ میں شہید ہوئے۔

حضرت محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ حجۃ الوداع کے سال پیدا ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں پلے بڑھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو مصر کا گورنر بنایا تھا، وہیں شہید ہوئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹیوں کے نام:

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔

(۲) حضرت اسماء رضی اللہ عنہا۔

(۳) حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت زبیر بن العوّام رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ام المؤمنین کا مرتبہ پایا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اچھی عادتیں

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رشتے داروں کے ساتھ صلہ رحمی؛ یعنی اچھا

سلوک کرنے والے تھے۔

سچ بولنے والے تھے۔

مصیبت کے وقت صبر کرنے والے تھے۔

نازک حالات میں لوگوں کو کام آتے تھے۔

مہمانوں کا اکرام کرتے تھے۔

کبھی بھی آپ نے گانے بجانے جیسے گندے شعر وشاعری زبان سے نہیں بولی۔

ایک مرتبہ بہت سارے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جمع تھے، سب کے بیچ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ: اسلام سے پہلے جاہلیت میں یا اسلام کے بعد کبھی آپ نے شراب پی ہے؟

آپ نے فرمایا: اللہ حفاظت میں رکھے! میں نے کبھی شراب نہیں پی۔

لوگوں نے پوچھا: کیوں؟

آپ نے فرمایا کہ: آدمی جب شراب پیتا ہے تو اپنی عزت کھودیتا ہے اور میں اپنی عزت بچاتا ہوں؛ اس لیے میں نے کبھی شراب نہیں پی۔

ایک مرتبہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے، ایک ظالم عقبہ بن ابی معیط نے اپنی چادر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک گردن میں ڈالی اور اس کو اس طرح لپیٹ دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سانس گھوٹنے لگا، اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہنچ گئے اور اس ظالم عقبہ کو کندھوں کے زور سے دھکا دے کر

ہٹایا اور بولے: ارے ظالمو! جو نبی تمھارے پاس اللہ کی نشانیاں لائے اور کہتے ہیں کہ: میرے رب اللہ ہیں، کیا ان کو قتل کرنا چاہتے ہو؟

دیکھو! اس قصے میں انھوں نے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کتنی مدد کی!!

کھانے پینے میں احتیاط

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان کے غلام نے کوئی چیز لا کر پیش کی، آپ کو بہت سخت بھوک لگی تھی؛ اس لیے آپ پوچھے بغیر اس کو کھانے لگے، غلام نے کہا: آپ کو معلوم ہے یہ چیز مجھے کیسے ملی؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: بتلاؤ! کیسے ملی؟

اس نے کہا کہ: اسلام لانے سے پہلے میں نے ایک شخص کے لیے کہانت (جیوتش) کا کام کیا تھا اور اس میں میں نے دھوکا دیا تھا، آج اس آدمی سے ملاقات ہوگئی تو اس نے مجھے اس کہانت والے کام کا بدلہ دیا۔

بس! اتنا سننا تھا کہ آپ بے چین ہوگئے اور گلے میں انگلی ڈال ڈال کر قے کر دی اور سب کھانا باہر نکال دیا اور کہا: اِس کھانے کو نکالنے میں اگر میری جان بھی نکل جاتی تب بھی میں اس کھانے کو نکال کر ہی رہتا۔

دیکھو! کھانے پینے کے معاملے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کتنا احتیاط کرتے تھے؟ اور آج ہم چوری کا، جھوٹ کا، دھوکے کا جو ملا وہ کھا جاتے ہیں۔

اس لیے غلط کمائی اور حرام کھانے سے بچو۔

لوگوں کی خدمت

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ محلے میں لوگوں کے گھر جا کر بکریوں کا دودھ نکالنے کی خدمت کرتے تھے، جب آپ خلیفہ بن گئے تو ایک لڑکی کو بہت افسوس ہوا اور کہنے لگی کہ: اب ہماری بکریوں کا دودھ کون نکال کردے گا؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سن لیا تو فرمایا کہ: ضرور! میں ہی دودھ نکال کردوں گا، خلافت کی ذمّے داری میرے اندر کوئی تبدیلی پیدا نہیں کرسکتی اور آپ نے خلیفہ بننے کے بعد بھی وہ خدمت جاری رکھی۔

دیکھو! بچو! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بڑا بننے اور خلافت وحکومت کا عہدہ سنبھالنے کے بعد بھی خدمت کا کام کیسے جاری رکھا!!

اس طرح بوڑھوں اور ضعیفوں کی بھی آپ بہت خدمت کرتے تھے۔

اس لیے پیارے بچو! بوڑھوں اور کمزوروں کی خدمت کرو۔

سادے کپڑے

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کپڑوں کے معاملے میں بھی بہت سادے تھے، بعض مرتبہ کپڑے کے کُرتے کے بجائے ٹاٹ کا کرتہ پہنتے اور بٹن بھی نہیں ہوتے تو ببول (درخت) کے کانٹے لگا رکھتے تھے، اسی حال میں آپ پر اللہ کی طرف سے سلام آتا تھا اور یہ بھی ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سے یوں فرماتے کہ: ابوبکر سے پوچھو کہ: کیا وہ اس حال میں مجھ سے راضی ہے؟

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ عرض کرتے: یا رسول اللہ! میں اس حال میں بھی؛ یعنی ٹاٹ پہن کر کے بھی اپنے رب سے راضی اور خوش ہوں۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اللہ کے دین کی خاطر بہت سخاوت کرتے تھے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غصہ بہت کم آتا تھا، غصے کو قابو کر لیتے تھے اور قرآن میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی تعریف فرمائی ہے، فرمایا:

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ.(آلِ عمران)

ترجمہ: اور وہ غصہ کو دباتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں۔

اس لیے پیارے بچو! سیدھے سادے کپڑے پہنو اور غصہ نہ کرو۔

جنازے کی نماز میں حصہ لینا، مسکین کو کھانا کھلانا، بیمار کی خبر لینے کے لیے جانا، روزہ رکھنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے مجمع میں فرمایا: آج تم میں سے کس نے روزہ رکھا ہے؟

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: حضور! میں نے روزہ رکھا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کون جنازے کی نماز پڑھنے گیا تھا؟

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے جنازے کی نماز پڑھی ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: تم میں سے کس نے غریب کو کھانا کھلایا؟

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے کھلایا۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: آج تم میں سے کس نے بیمار کی عیادت؛ یعنی خبر گیری کی؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: جس شخص میں یہ سب خوبیاں پیدا ہو جائیں وہ جنت میں داخل ہوگا۔

پیارے بچو! یہ سب کرنے کے کام ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بچپن اور تجارت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بچپن بہت پاکیزہ اور بہت اچھا تھا، آپ کا دل بہت نرم تھا، لوگوں کے ساتھ ہمدردی اور محبت کرتے تھے، جہاں کسی کو تکلیف میں دیکھتے تھے اس کی تکلیف دور کرنے کی پوری کوشش کرتے۔

آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

آپ کو علم حاصل کرنے کی بہت دُھن تھی۔

اٹھارہ برس کی عمر ہی میں آپ نے تجارت شروع کی، تجارت میں ہمیشہ سچائی، امانت داری اور دیانت داری سے کام لیتے تھے جس کی وجہ سے آپ کی تجارت بہت چلی؛ چوں کہ اس زمانے میں کوئی امانت داری اور سچائی سے تجارت نہیں کرتا تھا۔

پیارے بچو! سچائی اور امانت داری بہت اچھی چیز ہے؛ اس لیے

ہمیشہ سچ بولنے کی عادت ڈالو اور امانت دار بنو۔

غارِ ثور میں سانپ کے ڈسنے کا واقعہ

حضرت ابوبکر صدیق حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ جب مدینہ کی ہجرت کے لیے روانہ ہوئے اور مکہ کے باہر ایک غار میں گئے؛ چوں کہ دشمن تلاش کرنے نکلے تھے، اس موقع پر پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غارِ ثور میں گئے، غار کو خوب اچھی طرح صاف کیا، جہاں جہاں سوراخ نظر آئے اس کو اپنی چادر پھاڑ کر بند کر دیا؛ لیکن دو سوراخ باقی رہ گئے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان دو سوراخوں پر اپنا پاؤں رکھ دیا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اندر بلایا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اندر تشریف لائے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی گود مبارک میں سر رکھ کر سو گئے۔

ایک سوراخ میں سے ایک سانپ نکلا جس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیر پر ڈنک مارا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بہت دیر تک صبر کیا اور تکلیف برداشت کی، ذرا بھی نہیں ہلے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آنکھ نہ کھل جائے؛ لیکن جب بہت زیادہ درد ہوا تو آنکھ میں سے آنسو نکلے وہ آنسو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چہرے پر گرے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آنکھ کھل گئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پوچھا: ابوبکر! تم کو کیا ہوا؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو! مجھے کسی چیز نے کاٹ لیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا لعاب مبارک لگایا تو زہر ختم ہو گیا اور تکلیف دور ہو گئی۔

دیکھو! اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے زہر کو برداشت کیا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیسی محبت ہو گی!

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی چند مبارک نصیحتیں

(۱) عقل مند کی پہچان یہ ہے کہ وہ زیادہ باتیں نہ کریں۔

(۲) کسی مسلمان کو حقیر نہ جانیں۔

(۳) جس قوم میں بری باتیں عام ہو جائیں اللہ تعالیٰ اس کو مصیبت میں ڈال دیتے ہیں۔

(۳) گناہ سے توبہ کرنا ضروری ہے؛ لیکن گناہ سے بچنا اس سے بھی زیادہ ضروری ہے۔

(۴) اپنی زندگی کے اس دن کے بارے میں روؤ جو گزر گیا اور تم نے اس میں کوئی نیکی نہیں کی۔

(۵) جب تک آدمی فرض ادا نہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی نفل قبول نہیں کرتے۔

(۶) مظلوم کی بددعا سے بچو؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ اس کو فوراً سن لیتے ہیں۔

(۷) آدمی جس علم پر عمل نہ کرے وہ بے کار ہے۔

۸ بُروں کے پاس بیٹھنے سے اچھا یہ ہے کہ اکیلے بیٹھے رہو۔
۹ دوا کھا کھا کر آدمی کبھی تندرست نہیں بن سکتا۔
(اس لیے اچھا تندرستی دینے والا کھانا کھاؤ)۔
۱۰ غریبوں اور مسکینوں کو پورے ادب کے ساتھ صدقہ خیرات دو، خوشی خوشی خیرات دینا اللہ کے یہاں قبول ہونے کی نشانی ہے۔
۱۱ اللہ سے شرم وحیا کرو۔
۱۲ ہر کام کرتے وقت یاد رکھو کہ اللہ دیکھ رہے ہیں۔
۱۳ آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔
۱۴ اللہ نے یہ حکم دیا ہے کہ: ایک دوسرے سے دوستی کا تعلق مت توڑو۔
۱۵ کسی سے حسد نہ کرو اور کسی کے خلاف دل میں کینہ اور بیر مت رکھو۔

خلیفۃ المسلمین کا معنیٰ

خلیفہ: نائب اور قائم مقام کو کہا جاتا ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کو اسلام میں مرکزی حیثیت حاصل تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کے مذہبی پیشوا تھے اور دنیوی امور میں بھی مسلمانوں کی رہنمائی فرماتے تھے، فوجوں کی ترتیب، بیت المال کی نگرانی اور دوسرے تمام

فیصلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرضی کے مطابق ہوتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد مسلمانوں کی دینی اور دنیوی رہنمائی کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو قائم مقام اور نائب مقرر کیے گئے انھیں ''خلیفة المسلمین''، یعنی مسلمانوں کے حاکم اور امیر کہا جاتا ہے۔

سوالات

١ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اصل نام، کنیت اور لقب کیا ہے؟

٢ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ماں باپ کا نام کیا ہے؟

٣ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کتنے سال خلیفہ رہے؟

٤ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عمر کتنی ہوئی اور کہاں دفن کیا گیا؟

٥ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اچھی عادتیں بیان کرو۔

٦ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کچھ نصیحتیں بیان کرو۔

٧ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مشہور کارنامے کیا ہیں؟

٨ خلیفة المسلمین کسے کہتے ہیں؟

دوسرے خلیفہ:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

مختصر پہچان

نام: عمر۔

کنیت: ابوالحفص ۔

لقب: فاروق۔

ولادت: ہاتھی والوں کے واقعے کے ۱۳/سال بعد ۵۸۳ء کو مکہ میں پیدا ہوئے۔

والد کا نام: خطاب۔

والدہ کا نام: حنتمہ بنت ہشام بن المغیرہ۔

وفات: یکم محرم سن ۲۴/ہجری کو مدینہ منورہ میں شہادت نصیب ہوئی۔

کل عمر: ۶۳/سال۔

خلافت کی کل مدت: ۱۰/سال اور ۶/مہینے۔

دفن کی جگہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پیدائش

سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہاتھیوں کے واقعے کے ۱۳/سال بعد ۵۸۳ء کو مکہ میں پیدا ہوئے۔ والدین نے ''عمر'' نام رکھا تھا۔ کنیت ''ابوحفص'' تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خاندان آٹھویں پشت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملتا ہے۔

قریش خاندان والے مکہ کے سردار تھے، یہ قبیلہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے تھا، آگے چل کر قریش کے دس چھوٹے قبیلے بن گئے، حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تعلق بنو ہاشم سے تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بنو عدی سے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شخصیت جاہلیت کے دور میں بھی بڑی نرالی تھی، آپ قریش کے بہت ہی عزت والے لوگوں میں سے تھے، قریش کے دس خاندان میں سے ہر ایک کے ذمّے الگ الگ کام تھا، مثلاً کوئی کعبہ کی دیکھ بھال کرتا تھا، کوئی حاجیوں کو پانی پلاتا تھا اور کوئی جھگڑوں کے فیصلے کرتا تھا۔

قریش کی اندرونی لڑائیاں ہوں یا باہر کسی قوم کے ساتھ کوئی معاملہ، سفارت کی ذمّے داری بنو عدی ہی کے سپرد کی جاتی تھی اور بنو عدی کے سردار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے والد ''خطاب'' تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شکل وصورت

آپ رضی اللہ عنہ کا رنگ نہایت لال وسفید تھا، چہرے پر لال گال، خوب صورت ناک اور آنکھ تھی۔

آپ رضی اللہ عنہ کا قد لمبا اور جسم مضبوط تھا، آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پاؤں خاصے بھاری تھے؛ یعنی آپ بہت تندرست تھے۔

لمبے قد کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ ہر جگہ الگ نظر آتے، بھیڑ میں آپ رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر ایسا لگتا کہ آپ سوار ہیں اور دوسرے لوگ پیدل چل رہے ہیں۔

اپنی ڈاڑھی کو مہندی لگاتے تھے، مونچھیں تھوڑی لمبی تھیں۔

چلتے وقت تیز تیز قدم اٹھاتے اور اونچی آواز سے بات کرتے۔

آخری عمر تک آپ ایک طاقتور اور مضبوط انسان تھے۔

آپ بہت کم ہنستے تھے۔

بچپن میں جانور چرانا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب بچے تھے اس زمانے میں عرب میں عام رواج تھا کہ بچوں کو جانور چرانے بھیجا جاتا تھا تو آپ بھی جانور چرانے جاتے تھے، آپ کے ابا جان خطّاب بہت سخت مزاج کے تھے، جنگل آنے جانے کے وقت کی پابندی کرواتے تھے اور اگر پابندی کرنے میں ذرا بھی اِدھر اُدھر ہوجاوے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بہت پیٹتے تھے اور کبھی کبھی آپ کے ابا جان کہتے تھے کہ: عمر! تو کیا کرے گا، تجھے تو اونٹ چرانا بھی نہیں آتا؟

پیارے بچو! وہی عمر آگے چل کر پوری انسانیت کو چلانے والے امیر المومنین بنے۔

عمدہ تقریر کرنے والے

اسلام لانے سے پہلے قریش نے ان کو سفارت کا عہدہ دے رکھا تھا؛ یعنی قریش کی طرف سے کسی دوسرے سے بات کرنا وغیرہ جس کو آج کل سفیر (ایلچی) کہتے ہیں اور یہ عہدہ صرف اس شخص کو مل سکتا تھا جو بیان وتقریر اور معاملہ سمجھنے میں کمال رکھنے والا ہوتا تھا۔

معلوم ہوا کہ آپ بڑے سمجھ دار اور عمدہ تقریر کرنے والے تھے۔

پہلوانی میں ماہر

مکہ میں عرفات کے قریب ایک چوڑے میدان میں ہر سال ۲۰ر دن تک ''عُکاظ'' نامی میلا لگتا تھا، وہاں کُشتی (پہلوانی) میں بھی مقابلہ ہوتا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس میں حصہ لیتے تھے اور پہلوانی میں آپ بہت سی مرتبہ سب سے آگے بڑھ جاتے تھے جس کی وجہ سے پورے عرب میں آپ کی پہلوانی کا چرچہ ہوگیا تھا۔

گھوڑا چلانے میں ایسے ماہر تھے کہ گھوڑے پر اچھل کر سوار ہوتے تھے اور تیر چلانے میں بھی بہت ماہر تھے۔

پیارے بچو! بچپن سے اپنی صحت کی حفاظت کرو اور اس طرح پہلوانی، کُشتی، کراٹے وغیرہ سیکھو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا

جب مکہ میں اسلام کا نور پھیلنا شروع ہوا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عمر ۲۷ رسال تھی، حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہنے والوں میں ان کے بھائی زید بن خطاب، بہن فاطمہ بنت خطاب اور بہنوئی سعید بن زید رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے؛ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے باپ دادا کے مذہب پر سختی سے قائم رہے، انھوں نے اسلام قبول کرنے والوں پر بہت سختی کی، انھیں مارا- پیٹا؛ لیکن مار پیٹ کے چھ سالوں میں وہ کسی ایک آدمی کو بھی اپنے پرانے مذہب کی طرف واپس نہیں لا سکے۔

وہ بہت سوچتے تھے کہ: مسلمان ہو جانے والے ہر ظلم پر صبر کر کے اسلام پر جمے ہوئے ہیں، یہ بات انھیں حیران کیے ہوئے تھی۔

ایک روز انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کعبہ کے سامنے نماز پڑھتے دیکھا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو گئے، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''سورۃ الحاقہ'' اونچی آواز میں تلاوت کر رہے تھے، سورت کے الفاظ سیدھے ان کے دل میں اترتے چلے گئے، ان کے دل نے فیصلہ کیا کہ: وہ لوگ جھوٹ کہتے ہیں جو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو جادوگر اور شاعر کہتے ہیں، آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نہ تو جادوگر ہیں اور نہ ہی شاعر، یہ کلام کسی آدمی کا ہو ہی نہیں سکتا، یقیناً یہ غیبی کلام ہے، ان کے دل میں اسلام کے لیے نرمی پیدا ہو گئی؛ لیکن مکہ میں انھیں جو سرداری حاصل تھی وہ ان کے آڑے آرہی تھی، باپ دادا کا مذہب چھوڑنا اتنا

آسان بھی نہیں تھا۔

اسی پریشانی میں ایک دن انھوں نے سوچا کہ جس ہستی کی وجہ سے وہ الجھنوں میں گھرے ہوئے ہیں کیوں نہ (معاذ اللہ) اس ہستی ہی کو ختم کر دیں، شاید اسی طرح کچھ سکون پا لیں، اسی درمیان ابوجہل نے یہ اعلان کیا کہ:

جو (معاذ اللہ) محمد کو قتل کر دے اس کو سو اونٹ اور ایک ہزار اوقیہ چاندی انعام میں دی جائے گی۔

یہ اعلان سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تلوار ہاتھ میں لی اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں نکلے۔

ابھی راستے ہی میں تھے کہ ایک مسلمان حضرت نُعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ مل گئے، دیکھا کہ: عمر ہاتھ میں تلوار لے کر تیزی سے جا رہے ہیں، یہ دیکھ کر وہ چونک گئے کہ: عمر اتنے غصے میں کہاں جا رہے ہیں؟ انھیں روک کر انھوں نے پوچھا: عمر! خیر تو ہے؟ کہاں کا ارادہ ہے؟

بولے: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو (معاذ اللہ) قتل کرنے جا رہا ہوں۔

حضرت نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ یہ سن کر پریشان ہو گئے، وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طاقت، رعب اور دبدبہ کو جانتے تھے، انھوں نے کہا کہ: پہلے اپنے گھر کی تو خبر لیں، آپ کی بہن اور بہنوئی مسلمان ہو چکے ہیں۔"

یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ غصہ میں آ گئے، سیدھے اپنے بہنوئی کے گھر پہنچے، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی "حضرت خبّاب بن

ارت رضی اللہ عنہ'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بہنوئی سعید بن زید رضی اللہ عنہ اور بہن فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا کو قرآن سکھا رہے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھٹکھٹایا تو حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ اور فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، اس وقت کون ہو سکتا ہے؟ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ تو شاید اندازہ نہ کر سکے؛ لیکن فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا کو شک سا ہو گیا، دروازہ کھٹ کھٹانے کا انداز بھائی عمر جیسا لگتا ہے، ان سے بڑھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کون واقف ہو سکتا تھا!

چنانچہ حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کو ان دونوں نے چھپا دیا، قرآن کے اوراق چھپا دیے گئے؛ لیکن کھٹکھٹاتے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ تلاوت کی آواز سن چکے تھے، ان کے چہرے پر سخت غصہ اور ہاتھ میں تلوار تھی، ان کی اپنی بہن اور بہنوئی باپ دادا کے دین؛ یعنی کفر سے پھر گئے تھے، ان کے لیے اس سے بڑھ کر صدمے کی اور کوئی بات نہیں ہو سکتی تھی، دروازہ کھلا، اندر پہنچے اور غصہ میں پوچھا: تم لوگ کیا پڑھ رہے تھے؟۔

یہ سن کر بہن اور بہنوئی خاموش رہے۔

انھوں نے پھر کہا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم مسلمان ہو گئے ہو اور اپنے باپ دادا کے مذہب سے پھر گئے ہو، اتنا کہہ کر انھوں نے اپنے بہنوئی کو مارنا شروع کر دیا، بہن بچانے کے لیے آگے بڑھیں تو بہن کے سر پر لکڑی دے ماری، ان کے سر سے خون بہہ نکلا، اس وقت ان دونوں نے کہا کہ:

عمر! تم نے ٹھیک سنا، ہم مسلمان ہو چکے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئے ہیں، تم سے جو ہو سکے کرلو، اسلام تو اب ہمارے دلوں سے نہیں نکل سکتا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بہن کے لہولہان سر کو دیکھا اور ان کے یہ الفاظ سنے تو سارا غصہ ختم ہو کر رہ گیا، نرمی سے بولے: لاؤ! مجھے دکھاؤ جو تم پڑھ رہے تھے!۔

بہن نے کہا: نہیں! تم ناپاک ہو؛ اس لیے تم اسے ہاتھ نہیں لگا سکتے، اسے پڑھنا چاہتے ہو تو پہلے غسل کرو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے غسل کرنے پر بہن نے قرآن کے اوراق دے دیے، ان پر سورۂ طٰہٰ کی چند آیات لکھی ہوئی تھیں، انھوں نے جب ان آیات کو پڑھا تو بے اختیار ان کے منہ سے نکلا:

واہ! کتنا عمدہ اور اونچے درجے کا کلام ہے!

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ الفاظ سن کر حضرت خباب بن اَرَت رضی اللہ عنہ بھی باہر نکل آئے اور بولے:

عمر! مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی دعا کو پورا کرنے کے لیے آپ کو چن لیا ہے، میں نے کل نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا تھا: الٰہی! ابو جہل بن ہشام یا عمر بن خطاب کے ذریعہ اسلام کو قوت عطا فرما۔

لہٰذا عمر! اللہ کی طرف آؤ! اللہ کی طرف آؤ!۔

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس لے چلو۔

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس وقت دارِ ارقم میں تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تلوار کمر کے ساتھ لٹکائی اور حضرت خبّاب بن اَرَت رضی اللہ عنہ کے ساتھ وہاں جا پہنچے، دروازہ کھٹکھٹایا، اندر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم موجود تھے، ایک صحابی نے جھانک کر باہر دیکھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر گھبرا گئے، آپ کی سخت مزاجی کو وہ پوری طرح جانتے تھے، انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بتایا: عمر کمر سے تلوار لٹکائے ہوئے ہیں، نہ جانے ان کا ارادہ کیا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے، اللہ نے انھیں بہادری سے بہت نوازا تھا، فوراً بولے: انھیں اندر آنے دو، نیک ارادے سے آئے ہیں تو ٹھیک ہے؛ ورنہ انھی کی تلوار سے ان کا سر اڑا دوں گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی حکم دیا کہ: انھیں آنے دو۔

دروازہ کھلا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے، دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ چوکنا تھے، وہ ان کے کسی بھی حملے کو روکنے کے لیے تیار تھے، ان کے اندر داخل ہوتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی جگہ سے اٹھے اور ان کی طرف بڑھے، ان کی چادر کو پکڑ کر زور سے کھینچا اور فرمایا:

خطاب کے بیٹے! تم کس ارادے سے آئے ہو؟

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دل تو پہلے ہی نرم پڑ چکا تھا، عرض کیا: اللہ کے رسول! میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔

یہ سن کر دارِ ارقم میں موجود تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے زور سے نعرۂ تکبیر پڑھا، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کلمہ پڑھا اور اسلام میں داخل ہو گئے۔

آسمان میں فیصلہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعا فرمائی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعا کی برکت سے آسمان میں فیصلہ ہو چکا تھا، وہ دعا یہ تھی:

اے اللہ! ابوجہل بن ہشام یا عمر بن خطاب میں سے جو تجھے زیادہ پسند ہے اسے اسلام کی توفیق دے کر اسلام کو قوت عطا فرما۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کو پیارے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اسلام قبول کرنے کے اسباب بنا دیے۔

چالیسواں مسلمان

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نبی بنائے جانے کے چھٹے سال ذوالحجہ کے مہینے میں ۲۷ / سال کی عمر میں اسلام قبول کیا، وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے تین دن بعد مسلمان ہوئے۔

فرماتے ہیں کہ: میں جس دن مسلمان ہوا اس وقت مسلمانوں کی تعداد انتالیس (۳۹) تھی، میں نے مسلمان ہو کر ان کی تعداد چالیس (۴۰) کر دی۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ اسلام کو طاقت بخشی اور دینِ اسلام کھل کر سامنے آ گیا۔ اس وقت مسلمان ہونے والی عورتوں کی تعداد گیارہ تھی۔

کعبہ میں جماعت کے ساتھ نماز

مکہ کے کافر لوگ مسلمانوں کو کعبہ شریف میں جماعت سے نماز نہیں پڑھنے دیتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہوئے تو آپ نے ہمّت دلائی اور مسلمان جماعت کے ساتھ نماز پڑھ سکیں ایسا موقع تیار کروایا۔

دیکھو! کیسی بڑی خدمت انجام دی!!

فاروق کا لقب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ''فاروق'' کا لقب عطا فرمایا اور کہا: اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور دل پر حق جاری کر دیا ہے، وہ ''فاروق'' ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ حق اور باطل کے درمیان فرق ظاہر کر دیتے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مدینہ کی طرف ہجرت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کھلم کھلا ہجرت فرمائی۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ وہ شخص ہیں جنھوں نے کھل کر ہجرت کی؛ جبکہ دوسرے مہاجرین نے چھپ کر ہجرت کی۔

جب ہجرت کا ارادہ فرمایا تو تلوار گلے میں لٹکائی، کندھے پر کمان رکھی، ہاتھ میں تیر لیا، نیزہ بازو میں رکھا اور سیدھے بیت اللہ کے پاس پہنچے، لوگ مسجدِ حرام کے صحن میں بیٹھے تھے، آپ نے طواف کے چکر پورے کیے، پھر

مقامِ ابراہیم پر پہنچے اور تسلی سے نماز ادا کی، پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بعض اچھائیاں

سادے سیدھے کپڑے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہونے کے باوجود اتنے سادہ کپڑے پہنتے تھے کہ بعض مرتبہ بارہ بارہ پیوند (ٹانکے) لگے ہوئے ہوتے تھے، اور کپڑے بھی بہت کم تھے، ایک مرتبہ جمعہ کی نماز میں دیر سے تشریف لائے، منبر پر چڑھ کر لوگوں سے معافی مانگی، فرمایا کہ: میرے پاس ایک ہی کرتہ ہے اور اس کو دھو کر سکھانے میں دیر ہوگئی؛ اس لیے میرے آنے میں دیر ہوگئی۔

معمولی کھانا

کھانا بھی آپ کا بہت سادہ سیدھا تھا، جو آٹا چھلنی میں چھانا نہ گیا ہو اس کی روٹی اور زیتون کے تیل کے ساتھ بھی کھانا کھالیا کرتے تھے۔

یوں فرماتے تھے کہ: جب سے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ حضور بھی چھانے بغیر آٹے کی روٹی کھاتے ہیں تب سے میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں ایسا کرتا ہوں۔

بوڑھوں اور ضعیفوں کی خدمت

رات کی اندھیری میں بوڑھوں اور ضعیفوں کے گھر جا کر ان کی خدمت

کرتے تھے، جب آپ خلیفہ تھے تو ایک دن رات میں مدینہ میں چکر لگا رہے تھے، ایک عورت کو دیکھا کہ اس کے آس پاس بچے رو رہے ہیں، چولہے پر برتن رکھا ہوا ہے، آپ نے قریب جا کر پوچھا: اے اللہ کی بندی! یہ بچے کیوں رو رہے ہیں؟

تو اس عورت نے بتایا کہ: بھوک کی وجہ سے اور کہا کہ: برتن میں پانی رکھ کر ان بچوں کو میں بہلا رہی ہوں؛ یعنی بچوں کو یہ ہو کہ کچھ کھانا پک رہا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ منظر دیکھ کر رو پڑے، فوراً بیت المال تشریف لائے اور ایک بوری میں آٹا، گھی، کھجور، کپڑے اور درہم ڈالے اور اپنے غلام اسلم کو کہا کہ: یہ بوری میرے کندھے پر رکھ دو۔

غلام اسلم نے کہا: اے امیر المومنین! میں اٹھاؤں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: کل قیامت کے دن بھی تم میرا بوجھ اٹھاؤ گے؟ پھر خود وہ بوری اٹھا کر اس عورت کے پاس پہنچے، خود بوری میں سے چیزیں نکالی اور برتن میں رکھا اور چولہے کی آگ میں پھونک مارنے لگے؛ یہاں تک کہ چولہے سے اتنا دھواں نکلا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی داڑھی سے نکل رہا تھا، پھر کھانا تیار ہوا تو اپنے ہاتھ سے نکال کر بچوں کو کھلایا اور ایک طرف بیٹھ کر انھیں دیکھنے لگے اور فرمایا کہ: ان کو روتے ہوئے دیکھا ہے، جی چاہتا ہے کہ ایک مرتبہ ان کو ہنستا ہوا دیکھ لوں۔

دیکھو! بچو! حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیسے خدمت کرتے تھے!!

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عجیب وغریب انصاف

مصر کے گورنر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبد اللہ نے ایک مصری آدمی کو بغیر کسی وجہ سے کوڑے مارے (اس مارنے کی خبر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو نہیں تھی)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فریاد پہنچی، آپ نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ: آپ اپنے بیٹے کو لے کر یہاں مدینہ آیئے۔ جب وہ آ گئے تو مصری کو کہا کہ: لو یہ کوڑا پکڑو اور گورنر کے بیٹے کو مارو۔

اس طرح آپ نے برابری کا انصاف کیا۔

احد کی لڑائی کے بعد ابوسفیان کو جواب

اُحد کی لڑائی جب ختم ہوئی تو ابوسفیان جو اس وقت مکہ کے کافروں کے سردار تھے انھوں نے نعرہ لگایا: اُعْلُ هُبُلَ. (ہبل دیوتا کی جَے ہو)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق نعرہ لگایا: اَللّٰہُ اَعْلٰی وَ اَجَلُّ. (اللہ تعالیٰ سب سے بلند اور برتر ہیں)۔

دیکھو! حضرت عمر رضی اللہ عنہ اللہ کی بڑائی کا کیسا نعرہ لگا رہے ہیں!

سچی جمہوری (لوکشاہی) حکومت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانے میں ہر شخص کو اپنے حقوق کی پوری آزادی کا اختیار دیا تھا، امیر اور بادشاہ ہر قسم کے حق میں تمام لوگوں

کے برابر برابر ہوتے تھے، ایسی عجیب وغریب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بادشاہ اور امیر ہونے کے باوجود ایک جمہوری حکومت چلاتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی حکومت کے زمانے میں تین بڑے کارنامے انجام دیے:

(۱) ایک کمیٹی بنائی جس میں بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم کو شامل کیا، ان سے مشورہ کرکے آپ کام کرتے تھے، یہ مجلس مسجدِ نبوی میں ہوتی تھی اور لوگوں کی ضرورت کے لیے روزانہ کے کاموں کے لیے مشورہ کرکے فیصلہ ہوتا تھا۔

(۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب حکومت سنبھالی تو آپ نے ملک کا نظام بہت عمدہ بنایا، تمام شعبے (વીભાગ) الگ الگ کیے:

(ا) عدالت (کورٹ) آپ نے ہر جگہ الگ الگ قائم کیا۔

ہر ضلع میں عدالتیں بنائیں، جج (قاضی) مقرر کیے، عدالتوں کا قانون بنایا: حکومت کے افسر کتنی دیر کام کریں؟

کچہریاں کب کھولی جائیں؟ کب بند ہوں؟

ضمانت کیسے لی جائے؟ کس کی ضمانت نہ لی جائے؟

یہ سب چیزیں آپ رضی اللہ عنہ نے قائم فرمائیں۔

خلافت کے زمانے میں انوکھے کارنامے

سب سے زیادہ دل چسپ بات یہ ہے کہ اگر کسی پر دعویٰ ہو اور وہ بڑھاپے یا بیماری کی وجہ سے نہ آسکتا ہو تو جس نے دعویٰ کیا ہے وہ سواری کا

انتظام کرے اور عدالت تک پہنچائے، عدالت بیمار، بوڑھے کو زبردستی نہیں بلائے گی۔

جج اور قاضی ایسے بنائے جو پورا پورا انصاف کرتے تھے، کسی کی رعایت نہیں کرتے تھے، اپنا ہو یا پرایا ہو، سب کے ساتھ ایک جیسا برتاؤ کرتے تھے، نہ کسی کی سفارش کرتے تھے، نہ کسی کے دباؤ سے مجرم کو چھوڑتے تھے۔

(۲) دینی مسائل کے لیے فتاویٰ کا شعبہ الگ سے قائم کیا۔

(۳) پولس کا محکمہ قائم کیا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو پولس کے اختیارات دیے اور خاص خاص یہ کام آپ کو سونپے:

(۱) دکان والے ناپ تول میں کمی نہ کریں۔

(۲) کوئی سڑک پر گھر نہ بناوے۔

(۳) جانوروں پر زیادہ بوجھ نہ ڈالے۔

(۴) کھلم کھلا شراب نہ پیے۔

اس طرح کے اہم اہم کاموں کے لیے آپ نے یہ پولس کا محکمہ قائم کیا اور ایک جیل خانہ بھی بنوایا۔

پورے ملک کا خزانہ بیت المال (RESERVE BANK) آپ نے شروع کروائی۔

فوج اور ملک کی ملٹری بنوائی اور اس کے لیے رجسٹر اور آفس قائم کیے اور فوجیوں کے لیے باقاعدہ وظیفہ (تنخواہ) آپ نے طے کیا۔

تمام کے تمام گورنروں سے آپ حساب بھی لیتے تھے، ایک مرتبہ آپ کو پتہ چلا کہ آپ کے گورنروں کا مال کچھ زیادہ ہو رہا ہے تو آپ نے سب کی رپورٹ منگوائی اور سب کا آدھا مال بیت المال میں جمع کروا دیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حکومت چلانے میں ایسے ماہر تھے کہ: چٹیل میدان اور بنجر زمینوں کو ہرا بھرا کر دیا۔

سارے ملک میں اعلان کروا دیا کہ: جہاں بنجر زمینیں ہوں، جو کوئی ان میں کھیتی کرے گا، زمین اس کو دے دیں گے۔

نہریں نکالیں، مسلسل پانی بہنے کے لیے چھوٹے چھوٹے نالے بنائے اور مستقل نہر کا شعبہ قائم کر دیا۔

خیال کرو کہ: فقط مصر میں ایک لاکھ بیس ہزار مزدور روزانہ کام کرتے رہے۔ نہریں نکلیں تو لوگوں نے بنجر زمینوں میں کھیتی شروع کر دی۔

مکہ معظّمہ کے راستے ویران تھے، ان راستوں پر پانی تک کا انتظام نہیں تھا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہر منزل پر چوکیاں، مہمان خانے اور چشمے تیار کروائے، مہمان خانے، مسافر خانے اور فوج کی چھاؤنیاں بنوائیں۔

بصرہ جیسا عالی شان شہر آباد کیا، بصرہ کو اتنا بڑا شہر بنایا جس کی آبادی دو لاکھ جتنی تھی، بصرہ سے دجلہ ندی ۱۰ امیل دور تھی؛ مگر دجلہ سے بصرہ تک نہر نکالی۔

کوفہ بسایا اور اتنے مکانات بنوائے جس میں چالیس ہزار آدمی رہ سکیں۔ ہر خاندان والوں کے الگ الگ محلے تعمیر کروائے۔

چوڑی چوڑی سڑکیں، کھلی ہوئی صاف ستھری گلیاں، شان دار مسجدیں، جن کے چاروں طرف چوڑے میدان، مہمان خانے جس میں باہر کے مسافر آئیں تو ٹھہر سکیں۔

شہر مَوصِل (Mosul) سجایا، جس میں بڑے بڑے پٹرول کے چشمے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہر مسلمان کو سپاہی بنانا چاہتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں عام مسلمان سچائی، سادگی اور پاکیزہ اخلاق والے تھے۔آپ رضی اللہ عنہ ہمیشہ دیکھ بھال کرتے تھے کہ مسلمانوں میں گھمنڈ اور غرور پیدا نہ ہو اور کسی کو دکھ اور تکلیف نہ پہنچائیں، یہی وجہ تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بہت سارے غیر مسلم مسلمان ہوئے۔

حساب و کتاب کے بہت سے شعبے بنوائے، سِکّے جاری کیے، کسی سکہ پر ''الحمد للہ''، کسی پر ''محمد رسول اللّٰہ'' اور کسی پر ''لا الہ الا اللّٰہ وحدہ'' لکھوایا۔

جب تک خلیفہ نہ ہوئے تھے تجارت کرتے تھے، امیر بننے کے بعد لوگوں کے مشورہ سے کھانے پہننے کا معمولی خرچ بیت المال سے لینے لگے۔

تعلیم کا نظام

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہر جگہ قرآنِ مجید پڑھانے کے مدرسے کھول دیے، آپ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ: ہر ایک بچے کو لکھنا سکھایا جائے اور

گھوڑے سواری کی تعلیم دی جائے۔

قرآنِ مجید کے عمدہ حافظوں کو قرآن پڑھانے پر مقرر کیا، اس کا پورا پورا خیال رکھا کہ قرآن غلط نہ پڑھا جائے اور ہدایت کر دی کہ: جب شاگرد قرآن کو صحیح اور اچھے طور پر پڑھنے لگیں تو کہیں دوسری جگہ چلے جائیں اور اس طرح سارے ملک میں قرآن کی تعلیم جاری کر دی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت سخی بھی تھے، آپ نے تبوک کی لڑائی کا حال پڑھ لیا، جب تبوک کا موقع آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے مال کا آدھا حصہ اللہ کے دین کے لیے خرچ کر دیا۔

آپ نوکروں اور غلاموں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرتے تھے، ایک مرتبہ حضرت صفوان ابن امیہ رضی اللہ عنہ کھانے سے بھرا ہوا ایک بہت بڑا خوان (کھنچہ) لے کر آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھ دیا، آپ نے غریب، مسکین اور غلاموں کو بلایا اور ان کے ساتھ کھانا کھایا، پھر ارشاد فرمایا: اللہ لعنت کرے ایسے لوگوں پر جو غلاموں کے ساتھ کھانا کھانے میں عیب سمجھتے ہیں۔

اس لیے پیارے بچو! غلام، نوکر، کام کرنے والوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔

شہادت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دلی تمنا تھی کہ ان کو شہادت کی موت نصیب ہو اور یہ شہادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے شہر میں ملے، خلافت کے گیارھویں

سال ان کی یہ دونوں دعائیں قبول ہوئیں۔

سنہ ۲۳ھ میں حج کے لیے مکہ گئے، حج سے واپس لوٹے تو جمعہ کے دن مسجد میں خطبہ دیا جو بہت لمبا تھا، اس خطبے میں جہاں آپ رضی اللہ عنہ نے بہت سی نصیحتیں کیں وہاں اپنے ایک خواب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: میں سمجھتا ہوں کہ میری موت کا وقت قریب آگیا ہے۔

مدینے میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا ایک ایرانی کاریگر غلام ابو لؤلؤ فیروز تھا، ایک دن اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اپنے آقا کی فریاد کی، فریاد غلط تھی؛ لیکن ابو لؤلؤ ناراض ہو کر چلا گیا۔

اگلے دن ابو لؤلؤ فجر کی نماز سے پہلے مسجد میں جا کر چھپ گیا، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے لگے تو اس نے کونے سے نکل کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر دو دھاری خنجر سے چھ وار کیے، پھر دوسرے مسلمانوں کو زخمی کرتا ہوا بھاگا؛ لیکن پکڑا گیا، پکڑے جاتے ہی اس نے اس خنجر کو اپنے پیٹ میں بھونک لیا اور وہیں مر گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سخت زخمی ہو گئے تھے، ایسے میں انھوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ: مجھ پر کس نے حملہ کیا؟

انھوں نے بتایا کہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے غلام ابو لؤلؤ فیروز نے۔ یہ سن کر فرمایا: اللہ کا شکر ہے، میری موت کسی ایسے شخص کے ہاتھ سے نہیں ہو رہی ہے جو اسلام کا دعویٰ کرتا ہو۔

لوگ آپ کو اٹھا کر گھر لائے، تمام لوگ غم سے نڈھال تھے۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے یکم محرم ۲۴ ہجری کو ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کو شہادت کا رتبہ ملا۔

آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدموں میں دفن کیا گیا۔

آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ۹ لڑکے اور ۵ لڑکیاں تھیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کی بیٹی سیدہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پاک بیوی ہیں۔

سوالات

(۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کنیت اور لقب کیا ہے؟
(۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ماں باپ کا نام کیا ہے؟
(۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کتنے سال خلیفہ رہے؟
(۴) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اچھی عادتیں بیان کرو۔
(۵) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ ذکر کرو۔
(۶) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کچھ نصیحتیں بیان کرو۔
(۷) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کچھ مشہور کارنامے ذکر کرو؟
(۸) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کس نے شہید کیا اور آپ کی وفات کب ہوئی؟
(۹) آپ رضی اللہ عنہ کی عمر کتنی ہوئی اور کہاں دفن کیا گیا؟

تیسرے خلیفہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

مختصر پہچان

نام: عثمان۔

کنیت: ابوعبداللہ۔

لقب: ذُوْالنُّوْرَیْنِ اورغنی۔

ولادت: سنہ ۵۷۶ء میں۔

والد کا نام: عفان۔

والدہ کا نام: اَروىٰ۔

خاندان: بنوامیہ۔

شہادت: ۱۸/ذوالحجہ سنہ ۳۵ھ جمعہ کے دن۔

کل عمر: ۸۲ یا ۸۸۔

خلافت کی کل مدت: ۱۱/سال، ۱۱/مہینے اور ۲۲/دن۔

دفن کی جگہ: جنت البقیع۔

نام اور لقب

سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ۵۷۶ء میں مکہ شہر میں پیدا ہوئے، ماں باپ نے ان کا نام "عثمان" رکھا، آپ رضی اللہ عنہ کے دو لقب بہت مشہور ہوئے:

① "ذُوْالنُّوْرَیْنِ"؛ یعنی دو نور والے؛ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دو بیٹیاں: حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح ایک بعد ایک کر کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کیا تھا؛ اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو "ذوالنورین" کا لقب دیا گیا۔

② دوسرا لقب "غنی" ہے، آپ مکہ کے ایمان دار تاجر تھے، آپ نیکی کے کاموں میں بہت خرچ کرتے تھے؛ اس لیے غنی کے لقب سے مشہور ہوئے اور یہی لقب آپ کے نام کا حصہ بنا۔

خاندان

پانچویں پشت میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا خاندان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا ملتا ہے، آپ رضی اللہ عنہ قریش کے قبیلہ بنواُمیہ سے تعلق رکھتے تھے، آپ رضی اللہ عنہ کے پردادا کا نام اُمیہ تھا اور حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پردادا کا نام ہاشم تھا، اُمیہ، ہاشم کے بھتیجے اور اپنے خاندان کے سردار تھے، اسی وجہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا خاندان "بنواُمیہ" سے مشہور ہوا، اُس خاندان کے لوگ "اُموی" کہلاتے تھے، قریش کا قومی جھنڈا رکھنے کی ذمّے داری اسی خاندان کے پاس تھی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ابّا، امّاں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب نبوت کا اعلان کیا اس سے پہلے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے والد ''عفان'' کا انتقال ہو چکا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام ''اروٰی'' تھا اور نانی ''اُم حکیم بیضاء'' تھیں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نانی ام حکیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد حضرت عبد اللہ کی سگی بہن تھیں، یوں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی والدہ بی بی اروٰی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن تھی اور سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھانجے تھے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی جوانی

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب جوان ہوئے تو انھوں نے تجارت کو پسند کیا، انھوں نے اناج کی تجارت شروع کی، ایمان دار تو تھے ہی، اس خوبی نے ان کے کاروبار کو خوب بڑھایا۔

کاروبار جم گیا اور جلد ہی مکہ کے مال دار تاجروں میں ان کی گنتی ہونے لگی؛ لیکن آپ مکہ کے عام تاجروں کی طرح نہیں تھے، اتنے زیادہ مال و دولت کے مالک ہونے کے باوجود آپ میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوئی۔

اُس زمانے میں شراب کا رواج عام تھا، بہت کم لوگ اُس سے بچے ہوئے تھے؛ لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کبھی شراب کو ہاتھ نہیں لگایا، کبھی زنا نہیں کیا، کبھی گانا، باجا نہیں سنا۔

کبھی اپنی دولت کو فضول کاموں میں خرچ نہیں کیا۔

طبیعت میں نیکی تھی؛ اس لیے خود بھی نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا

سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ چونتیس (۳۴) سال کے تھے کہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نبی ہونے کا اعلان فرمادیا، نبوت کے پہلے سال گنتی کے چند ہی لوگوں نے اسلام کو قبول کیا، اُن نیک لوگوں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خالہ سُعدیٰ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک دن ان کے یہاں گئے تو انھوں نے کہا کہ:

بھانجے! محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے سچے رسول ہیں، ان پر قرآن اترتا ہے اور وہ اللہ کی طرف بلاتے ہیں، ان کا دین قبول کرنے میں ہی بہتری ہے۔

خالہ کی باتیں سن کر ان کے دل پر اچھا اثر ہوا، وہ خود بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جانتے تھے، ایسے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ان کی ملاقات ہوگئی، اُن سے اپنی خالہ کی باتیں بتائی تو انھوں نے فرمایا کہ: اللہ کی قسم! جو کچھ تمھاری خالہ نے کہا وہ بالکل سچ ہے، اس کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی اسلام کی خوبیاں بیان کیں، ان کی باتیں سن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دل نرم ہوگیا۔

وہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فوراً کلمہ پڑھ کر اپنا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں دے دیا اور اسلام قبول کرلیا۔

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی خبر آپ کے چچا حکم بن ابی العاص کو ہوئی تو ان کو بہت غصہ آیا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو رسیوں سے جکڑ کر مارنے اور پیٹنے لگے اور کہنے لگے: ''بھتیجے! نیا مذہب چھوڑ دو''۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بڑے صبر اور حوصلے کے ساتھ چچا کی سختی کو سہن کیا اور ہر بار ان کو یہ کہا کہ: جو چاہے کرلو، اسلام کو نہیں چھوڑوں گا۔

چچا مار مار کر تھک گئے؛ لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حوصلے کو نہ توڑ سکے؛ بالآخر چچا نے انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسلام پر جمے رہے۔

حبشہ کی طرف ہجرت

یہ ظلم وستم صرف اپنے رشتے دار کی طرف سے نہیں تھا؛ بلکہ دوسرے کافر بھی انھیں ستاتے رہے، ان کی طرح دوسرے مسلمان بھی مظلوم تھے، جب ظلم حد سے بڑھ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا:

تم لوگ یہاں سے نکل کر حبشہ چلے جاؤ، وہاں کا بادشاہ اچھا آدمی ہے، وہ کسی پر ظلم نہیں ہونے دیتا، جب تک اللہ تمھاری یہ مصیبت دور نہیں کر دیتا تم وہیں ٹھہرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کے بعد سولہ (۱۶) مسلمانوں کی ایک جماعت نے مکہ کی زمین سے حبشہ کی طرف ہجرت کی، اس جماعت میں بارہ (۱۲) مرد اور چار (۴) عورتیں یا گیارہ (۱۱) مرد اور پانچ (۵) عورتیں شامل

تھیں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان کے امیر تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی بیوی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحب زادی حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔

حبشہ برِّ اعظم افریقہ کا ایک ملک تھا، جو سمندر پار عرب کے جنوبِ مغرب میں واقع تھا، آج کل یہ ''ایتھوپیا(ethopia)'' کہلاتا ہے، اس زمانے میں حبشہ کے بادشاہ کو ''نجاشی'' کہا جاتا تھا، اس کا تعلق عیسائی مذہب سے تھا؛ لیکن وہ انصاف والا بادشاہ تھا۔ حبشہ میں یہ مسلمان بڑے سکون کے ساتھ رہے، وہاں عبادت پر کوئی پابندی نہیں تھی۔

انھیں وہاں آئے ابھی تین مہینے بھی نہیں ہوئے تھے کہ ان کو خبر ملی کہ مکہ کے سبھی کافروں نے اسلام قبول کرلیا ہے، یہ خبر سن کر ان کے دلوں میں خوشی آگئی اور وہ مکہ لوٹ آئے، مکہ پہنچنے پر ان کو پتہ چلا کہ یہ خبر سراسر غلط ہے؛ لیکن اب کیا ہوسکتا تھا؟ وہ لوٹ آئے تھے، واپس جانا مناسب نہ سمجھا۔

جب مکہ کے کافروں کی سختیاں حد سے بڑھ گئی اور مسلمانوں کا جینا مشکل ہوگیا تو اگلے سال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر فرمایا کہ: مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کرجائیں۔

اِس مرتبہ ہجرت کرنے والی جماعت میں تقریباً ایک سو تین (۱۰۳) مسلمان تھے، جن میں چھیاسی (۸۶) مرد اور سترہ (۱۷) عورتیں شامل تھیں، ان میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں، اس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دوسری دفعہ بھی دین کی خاطر ہجرت کرنے کی خوش نصیبی ملی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اے ابوبکر! حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے عثمان اور رقیہ نے اللہ کے لیے ہجرت کی ہے۔

مدینہ کی طرف ہجرت

حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں سے اکثر لوگ واپس مکہ لوٹ آئے تھے، نبوت کا تیرھواں سال تھا، مکہ کے کافروں نے مسلمانوں کا جینا مشکل کر دیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو فرمایا کہ: تم لوگ مدینہ کی طرف ہجرت کر کے چلے جاؤ۔

کیوں کہ وہاں بہت سے لوگ مسلمان ہو چکے تھے اور انھوں نے مرتے دم تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت اور مدد کا وعدہ بھی کیا تھا۔

ایک کے بعد ایک مسلمان مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرتے گئے، مکہ میں گنتی کے چند مسلمان رہ گئے تھے، ان ہجرت کرنے والوں میں سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور ان کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ حبشہ میں پیدا ہوئے تھے، اس طرح دین کی خاطر تیسری بار ہجرت کی خوش نصیبی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوئی۔

حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دوسرا نکاح

پیارے بچو! آپ پہلے پڑھ چکے ہو کہ ہجرت کے دوسرے سال بدر

کی لڑائی ہوئی ، اُس وقت حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا بیمار تھیں، ان کی سخت بیماری کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

تم یہیں رہو، تمھیں اُس شخص کے برابر ثواب ملے گا جو لڑائی میں شریک ہوگا، تم رُقیہ کی بیماری میں خدمت کرو۔

جس روز بدر میں مسلمانوں کو جیت حاصل ہوئی اسی روز حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔

حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بہت غمگین کردیا، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بہت محبت کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حالت دیکھی نہیں گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دوسری بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کردیا، یہی وجہ تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ذی النورین؛ یعنی دونور والا کہا گیا۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سن ۹ رہجری میں غزوۂ تبوک سے واپسی پر بیمار ہوئیں اور چند دن بیمار رہ کر وفات پاگئیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سخاوت

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسلمان ہونے سے پہلے بھی نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے، مسلمان ہونے کے بعد ان کی سخاوت زیادہ ہوگئی، وہ محتاجوں، بیواؤں اور یتیموں کی مدد کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں سخت قحط پڑا ہوا تھا، ایک سوداگر اناج سے بھرے ہوئے ایک ہزار اونٹ لے کر مدینہ آیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اُس سے سارا اناج خرید لیا، مدینہ کے تاجروں کو اُس کی خبر ہوئی تو وہ اناج خریدنے آ گئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں تو اُس آدمی کے ہاتھ بیچوں گا جو مجھے دس گنا نفع دے گا۔

اب کون تھا جو اتنا نفع دے پاتا؟ سب مایوس ہو کر لوٹ گئے، ان کے جانے کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پورے مدینے میں اعلان کروا دیا کہ: جس شخص کو جتنے اناج کی ضرورت ہو وہ آ کر مفت لے جائے۔

اس اعلان کے بعد لوگوں نے تعجب سے پوچھا: آپ تو کہتے تھے کہ: میں غلہ دس گنا نفع پر بیچوں گا؛ لیکن آپ نے تو سارا اناج مفت دے دیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ ایک نیکی کے بدلے میں دس نیکیوں کا ثواب دیتے ہیں؛ اس لیے میں نے اللہ کے نام پر یہ اناج ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا، مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہر درہم کے بدلے میں دس درہم خرچ کرنے کا ثواب دیں گے۔

تبوک کی لڑائی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سخاوت

تبوک کی لڑائی کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روم کے بادشاہ سے مقابلے کے لیے آس پاس کے علاقوں سے بھی مسلمانوں کو بلا لیا، اس طرح بڑا

لشکر تیار ہو گیا؛ لیکن اتنے بڑے لشکر کے لیے خوراک ، ہتھیار، سواریاں اور ضروری سامان کا مسئلہ تھا؛ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا کہ: اس نیک مقصد کے لیے دل کھول کر چندہ دیں ، ایسا کرنے والوں کے لیے جنت ہے۔ مسلمانوں نے اس موقع پر بڑھ چڑھ کر چندہ جمع کروایا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گھر کا سارا سامان لے آئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر کا آدھا سامان لے آئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ملکِ شام تجارت کے لیے ایک قافلہ تیار کیا تھا جس میں دوسو اونٹ تیار تھے، تقریباً تیس کلو کے قریب چاندی تھی، انھوں نے سب اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا، اُس کے بعد بھی دوسرے سو اونٹ دیے، پھر بھی دل نہ مانا تو ایک ہزار دینار۔ جو تقریباً ساڑھے پانچ کلو سونا کے برابر تھے۔ نقد لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انھیں الٹ پلٹ کر دیکھتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ: آج کے بعد عثمان جو بھی کریں انھیں نقصان نہ ہوگا۔

اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اور زیادہ صدقہ کیا؛ یہاں تک کہ اس صدقہ، نقد رقم کے علاوہ نوسو (۹۰۰) اونٹ اور سو (۱۰۰) گھوڑے ہو گئے۔

مسجدِ نبوی کو بڑا کرنے کے لیے سخاوت

مسجدِ نبوی شروع میں بہت چھوٹی تھی ، مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی تو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ ساتھ والی زمین مسجد کے لیے خرید لی جائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی ہے جو اس زمین کو خرید کر مسجد میں شامل کر دے اور بدلے میں جنت لے لے؟

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یہ سنتے ہی آگے بڑھے اور دس ہزار درہم میں یہ زمین خرید کر مسجد کے لیے پیش کر دی۔

میٹھے پانی کا کنواں خرید کر وقف کر دیا

مدینہ منورہ میں میٹھے پانی کا صرف ایک کنواں تھا اور ایک یہودی اس کا مالک تھا، وہ پانی قیمت پر بیچتا تھا، لوگ پانی کی کمی سے پریشان تھے اور پانی قیمت پر خریدنے پر مجبور تھے، حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تھے کہ کوئی مسلمان اس کنویں کو خرید لیوے؛ چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بیس ہزار (۲۰۰۰۰) درہم کے بدلے میں ''رومہ'' نام کا کنواں خرید لیا اور مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا، حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر ان کو جنت کی خوش خبری سنائی تھی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک ایرانی غلام ابولؤلؤ فیروز کے ہاتھوں سخت زخمی ہو گئے اور ان کے بچنے کی کوئی امید نہ رہی تو انھوں نے چھ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے نام طے کیے کہ ان میں سے کسی ایک کو خلیفہ چن لینا۔

ان چھ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مبارک نام یہ تھے:

① سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔ ② سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ۔

③ سیدنا حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ۔ ④ سیدنا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ۔

⑤ سیدنا حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ۔

⑥ سیدنا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔

سب نے مل کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ پسند کرلیا۔

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ کی عمر ستر (۷۰) برس سے زائد تھی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بارہ سال تک خلافت کی ذمّے داری نبھاتے رہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں جو علاقے جیت لیے گئے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ملکوں کو جیتنے کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا اس کو ہمت سے آگے بڑھایا، کئی نئے ملک اور علاقے فتح ہوئے۔

آذربائجان حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں دوبارہ فتح ہوا، آرمینیا اسلامی حکومت میں شمار کیا گیا۔

۲۷ ہجری میں حضرت عبد اللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے افریقہ پر چڑھائی کی اور طرابُلُس، قُبْرُص، طَبْرِسْتَان، جُرْجَان وغیرہ علاقے فتح ہوئے؛ یہاں تک کہ اسلامی حکومت کی حدیں چین تک جا پہنچیں۔

حضرت سَمُرہ رضی اللہ عنہ بلوچستان تک آ پہنچے، اُس زمانے میں بلوچستان نامی کوئی صوبہ نہیں تھا، یہ سارا علاقہ سندھ میں شامل تھا۔

سمندری جنگ

شام کے گورنر حضرت امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ ہمیں ہر وقت رومیوں کی طرف سے سمندری حملے کا خطرہ رہتا ہے، ان کے مقابلے میں ہمارے پاس سمندری طاقت ہی نہیں ہے؛ لہذا ہمارے پاس سمندری لشکر ہونا چاہیے۔

اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سمندری لشکر تیار کرنے کا حکم دیا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مصر کے گورنر حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر ایک عظیم الشان سمندری لشکر تیار کیا، جس میں کئی سو لڑائی کے بوٹ شامل تھے۔

جہاز بنانے کا پہلا کارخانہ مصر میں قائم ہوا، سمندری لشکر تیار کر کے سمندری فوج تیار کی گئی، اس کا ایک حصہ شام اور ایک حصہ مصر کے ساحل پر رہتا تھا، مسلمانوں کی سمندری طاقت بڑھ گئی اور جلد ہی کئی علاقے فتح ہوئے۔

لوگوں کی خیر خواہی کے لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی کوششیں

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی بھلائی کے لیے بہت سے اچھے کام کیے جن میں سے کچھ یہ تھے:

مدینہ کی طرف آنے والے تمام راستوں کو اچھے طریقے سے بنوایا؛

تا کہ مسافروں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو، ان راستوں پر جگہ جگہ چوکیاں بنوائیں، مسافر خانے تعمیر کرائے۔

مدینہ سے کچھ فاصلہ پر بند (ڈیم) تعمیر کروایا؛ کیوں کہ خیبر کی طرف سے کبھی کبھار سیلاب کا پانی مدینہ کی طرف آجاتا تھا، اس طرح مدینہ کو سیلاب سے محفوظ کرلیا، اس بند کا نام "مہز ور بند" ہے۔

پانی کا رخ موڑنے کے لیے نہریں بھی کھدوائی گئیں۔

پورے ملک میں اونٹوں اور گھوڑوں کو پالنے کا بہت اچھا نظام کیا، ان کے لیے چرنے کی جگہیں بنوائیں اور ان کو ہرا بھرا رکھنے کے لیے ان کے قریب کنویں کھدوائے، کچھ چراگاہیں تو اتنی چوڑی تھیں کہ ان میں کئی کئی ہزار اونٹ اور گھوڑے پالے جاتے تھے، ان چراگاہوں کی نگرانی کے لیے مکانات تعمیر کروائے۔

نجد کے راستے پر مسافروں کی سہولت کے لیے شاندار مسافر خانے تعمیر کروائے، اُس کے ساتھ ایک چھوٹا سا بازار بھی بنوایا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے جگہ جگہ چشموں کے پانی کا انتظام کیا، سڑکیں بنوائیں، ندی، نالوں، اور دریاؤں پر پل بنوائے، بہت سارے شہروں میں مساجد تعمیر کروائی گئیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تمام اسلامی علاقوں کا بیت المال مدینہ میں تھا، اس کے علاوہ ہر صوبے میں ایک بیت المال تھا، اُن سے محتاجوں کی

مدد کی جاتی تھی ، جب نئے علاقے جیت لیے گئے اور آمدنی بڑھ گئی تو جن لوگوں کو بیت المال سے وظائف ملتے تھے اُن کے وظائف میں سو سو درہم زیادہ کردیے گئے۔

رمضان المبارک میں بیت المال سے ایک درہم روزانہ عام لوگوں کو ملتا تھا، جب کہ امہات المؤمنین کو روزانہ دو درہم دیے جاتے تھے۔

مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لیے باقاعدہ قاضی مقرر کیے گئے ، یہ قاضی اپنے زمانے کے بہترین عالم تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ساری عمر دین کی خدمت میں لگادی ، ان کی ایک عظیم خدمت یہ بھی تھی کہ انھوں نے تمام مسلمانوں کو قرآنِ مجید کی ایک قرأت پر جمع کردیا۔

حرمِ پاک کی جگہ تنگ معلوم ہوئی تو آس پاس کے مکانات خرید کر اس کو چوڑا بنادیا، کعبہ پر قیمتی غلاف چڑھانے کی شروعات بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کی، مسجدوں میں خوشبوؤں کا سلسلہ بھی آپ نے شروع کروایا۔

خلافت کے آخری دنوں میں مشکلات

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایسے اچھے کارناموں نے ملک کو خوب ترقی دی، مسلمانوں کے حالات اچھے ہوئے ؛ لیکن اس کے باوجود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنی خلافت کے آخری چند سالوں میں بہت ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

ان فتنوں کی وجہ وہ لوگ تھے جو آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو پسند نہیں کرتے تھے، یہ لوگ بظاہر اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے؛ لیکن وہ مسلمان نہیں تھے، بس مسلمان کی شکل بنالی تھی، ان کے اسلام قبول کرنے کا صرف ایک ہی مقصد تھا کہ مسلمانوں کے خلاف سازشیں کریں اور ان کو آپس میں لڑوا کر کمزور کریں اور اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا کردیں، جیسا کہ آج کل بھی ایسا خوب ہو رہا ہے، ایسے لوگوں سے بچنا بہت ضروری ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف چلائی جانے والی اس تحریک کا سردار ''عبداللہ ابن سبا'' ظاہر میں مسلمان تھا؛ لیکن اندر سے یہودی، منافق اور مکار آدمی تھا، اُس نے لوگوں کو اپنے بناوٹی تقویٰ اور پرہیزگاری سے بہت متأثر کیا ہوا تھا، جب اُس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف باتیں شروع کیں تو لوگ اس کی باتوں کے جال میں آتے چلے گئے۔

الزامات کا جال اس قدر مہارت سے بچھایا کہ بعض نیک دل اور قریبی لوگ بھی شک میں پڑ گئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان الزامات کے تسلی بخش جوابات دیے؛ لیکن ان فساد کرنے والوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جوابات سے کوئی غرض نہیں تھی، وہ تو ان کی طرف بالکل توجہ نہیں دیتے تھے، ان کی بس ایک ہی رٹ تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نہیں رہنا چاہیے۔

چند دنوں کے بعد ان فساد کرنے والوں کے گھوڑوں کی ٹاپوں کی

آوازوں سے مدینہ کی گلیاں گونج اُٹھیں، گھوڑ سوار ''انتقام! انتقام'' کے نعرے لگا رہے تھے۔

پھر ان فسادی لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کو گھیرے میں لے لیا اور کئی دن تک گھیرے میں رکھا، گھیراؤ کے درمیان اندر کھانا اور پانی بالکل نہیں جانے دیا۔

ایک دن ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے کھانے پینے کی کچھ چیزیں لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک پہنچنے کی کوشش کی؛ لیکن ان ظالموں نے انھیں بھی جانے نہیں دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے چند آدمیوں کے ذریعہ پانی کی تین مشکیں بھجوائیں جو باغیوں سے لڑ کر اور زخم کھا کر اندر لے جانے میں کامیاب ہوئے، پڑوس کے گھروں سے بھی پانی اور کھانے کی مدد پہنچی؛ لیکن یہ نہ ہونے کے برابر تھی، مشکل سے ایک یا دو دن گذر پاتے۔

باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان کی طرف آنے والے تمام راستوں پر پہرا بٹھا دیا؛ تاکہ مدینہ کے لوگ ان کی مدد کو نہ پہنچ سکیں؛ لیکن اس کے باوجود سات سو (۷۰۰) بہادر مسلمان ہتھیار اُٹھائے کسی نہ کسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک پہنچ گئے اور ان سے کہا کہ: اگر آپ اجازت دیں تو ہم باغیوں کا مقابلہ کریں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو منع کر دیا؛ اس لیے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

خون خرابے کو بالکل پسند نہیں کرتے تھے اور اپنی ذات کے لیے دوسروں کو قتل کرنا انھیں پسند نہیں تھا، ان فسادیوں نے انھیں باتوں کا فائدہ اٹھایا اور انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا ارادہ کرلیا۔

سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت

۱۸/ذی الحجہ ۳۵/ہجری جمعۃ المبارک کا دن تھا، باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان پر حملہ کردیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس دن روزے سے تھے اور قرآنِ کریم کی تلاوت کررہے تھے۔

ان پتھر دل ظالموں اور منافقوں نے اس بات کی ذرہ برابر پرواہ نہ کی، آگے بڑھ کر ایک سلاخ اور نیزے وتلوار سے حملہ کردیا، آپ کی بیوی محترمہ سیدہ نائلہ بچانے کے لیے آگے آئیں تو ان ظالموں نے ان پر بھی وار کیا اور تلوار سے ان کی انگلیاں کاٹ دیں اور پھر امیر المومنین سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کردئے گئے۔

اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر بیاسی (۸۲) سال کی تھی، آپ رضی اللہ عنہ کا خون قرآنِ مجید کے ان الفاظ ﴿فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰه﴾ پر گرا تھا۔

ترجمہ: سوعنقریب تمھاری طرف سے اللہ تعالیٰ ان کو کافی ہوجائیں گے۔

آپ رضی اللہ عنہ کا یہ قرآن مجید اب تک موجود ہے۔

اُس مظلوم شہید کو رات کے وقت بقیع قبرستان میں دفن کردیا گیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بعض خوبیاں
شرم وحیا

پیارے بچو! اپنی زندگی میں شرم اور حیا پیدا کرو، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بہت ہی زیادہ حیا اور شرم والے تھے، حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: عثمان سے تو اللہ کے فرشتے بھی شرم کرتے ہیں؛ اس لیے میں بھی عثمان سے حیا اور شرم کرتا ہوں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ لوگوں کی خوب دعوت کرتے تھے اور ان کو اچھے سے اچھا کھانا کھلاتے تھے اور خود اتنے سیدھے سادے تھے کہ سرکہ یا زیتون کا تیل کھالیتے تھے۔ اپنے رشتے داروں کی خوب دعوت کرتے تھے۔

صاف صفائی

صاف صفائی کا بھی آپ بہت اہتمام فرماتے تھے، روزانہ غسل کرتے تھے، اچھے کپڑے پہنتے تھے، خوشبو لگاتے تھے۔

قبر کے سامنے کھڑے ہو کر بہت روتے تھے

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اللہ سے بہت ڈرنے والے تھے، روتے رہتے تھے، موت اور قبر کا خیال ہمیشہ ان کو رہتا تھا، جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تھے تو اتنا روتے تھے کہ ان کی پوری ڈاڑھی آنسو سے بھر جاتی تھی۔

کسی نے پوچھا کہ: جنت اور جہنم کی بات سامنے آتی ہے تو اتنا نہیں روتے اور قبر پر اتنا روتے ہیں؟

آپ نے فرمایا: حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ:

قبر آخرت کی پہلی منزل ہے، اگر اس سے نجات مل گئی تو آگے سب آسان ہے اور اگر قبر میں نجات نہیں ملی تو بعد میں بہت مشکل ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ فرمایا

حدیبیہ کی صلح کے موقع پر جب مکہ والوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو روک لیا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے صحابہ رضی اللہ عنہم سے بیعت لی اور اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھ کر یوں فرمایا کہ: یہ ہاتھ عثمان کا ہاتھ ہے۔

اندازہ لگاؤ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ فرمایا، یہ کتنی بڑی سعادت اور خوش نصیبی کی بات ہے!!!

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جنت میں ساتھی

ایک حدیث میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے لیے جنت میں کوئی ساتھی ہوتا ہے اور میرے ساتھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پاکیزہ باتیں

① جس نے لوگوں کا حق نہیں جانا اس نے اللہ کا حق نہیں جانا۔

② چھوٹے سے چھوٹا کاروبار اختیار کرنا کسی کے سامنے سوال کے

لیے ہاتھ پھیلانے سے بہتر ہے۔

③ غریب اللہ کے راستے میں ایک روپیہ خرچ کرے تو مال دار کے ایک لاکھ خیرات کرنے سے بہتر ہے۔

④ اپنے رب کے سوا کسی سے امید مت رکھو۔

⑤ سب سے برا آدمی وہ ہے جو لوگوں کی برائیاں کرتا پھرے۔

⑥ گناہ کسی نہ کسی طریقے سے دل کو بے قرار رکھتے ہیں۔ اس لیے گناہ کے کام کرنا چھوڑ دو۔

سوالات

① حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت اور لقب کیا ہے؟

② حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ماں باپ کا نام کیا ہے؟

③ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اچھی عادتیں بیان کرو۔

④ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ ذکر کرو۔

⑤ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رشتہ اور تعلق بیان کرو۔

⑥ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کچھ نصیحتیں بیان کرو۔

⑦ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے کچھ مشہور کارنامے ذکر کرو؟

⑧ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کتنے سال خلیفہ رہے؟

⑨ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کس حالت میں ہوئی اور کب ہوئی؟

⑩ آپ رضی اللہ عنہ کی عمر کتنی ہوئی اور کہاں دفن کیا گیا؟

چوتھے خلیفہ

امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

مختصر پہچان

نام: علی۔

کنیت: ابوالحسن اور ابوتراب۔

لقب: اسداللہ، حیدر اور مرتضیٰ۔

پیدائش: ۶۰۱ء مکہ مکرمہ میں۔

والد کا نام: عبدِ مناف (ابوطالب)۔

والدہ کا نام: فاطمہ بنت اسد۔

خاندان: بنو ہاشم۔

شہادت: ۱۷/رمضان المبارک سن ۴۰/ہجری۔

کل عمر: ۶۳/سال۔

خلافت کی کل مدت: ۴/سال، ۸/مہینے اور ۲۵/دن۔

دفن کی جگہ: کوفہ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیدائش اور خاندان

حضرت علی رضی اللہ عنہ ۶۰۱ء میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، آپ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سگے چچا ابو طالب کے بیٹے تھے؛ یعنی آپ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک ہی خاندان بنو ہاشم سے تعلق رکھتے تھے، جو قریش کا سب سے زیادہ عزت والا خاندان تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد کا نام ''عبدِ مناف'' تھا؛ لیکن وہ اپنی کنیت ''ابو طالب'' سے مشہور تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والد عبد اللہ، ابو طالب کے سگے بھائی تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام ''فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا'' تھا، ان کا تعلق بھی ہاشمی خاندان سے تھا، وہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لا چکی تھیں اور حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بہت زیادہ محبت رکھتی تھیں۔

نام، کنیت اور القاب

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان کا نام ''اسد'' یا ''حیدر'' رکھا تھا؛ لیکن والد نے ''علی'' نام پسند کیا، پھر اسی نام پر اتفاق کر لیا گیا؛ البتہ ''حیدر'' ان کا لقب بن گیا۔

آپ رضی اللہ عنہ کے لقب اسد، مرتضیٰ اور حیدر ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیت ''ابوالحسن'' اور ''ابو تراب'' تھی۔ ابو تراب کی کنیت حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ کو عطا فرمائی۔

ابوتراب

ایک دن حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یہاں تشریف لائے، حضرت علی رضی اللہ عنہ اُس وقت گھر میں نہیں تھے، ان کے متعلق حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو انھوں نے کہا: وہ باہر گئے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے، حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں سو رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ بڑے اطمینان کے ساتھ وہاں سو رہے تھے، ان کے بدن پر مٹی لگی ہوئی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مٹی کو صاف کرنے لگے، پھر فرمایا:

ابوتراب! اُٹھو، ابوتراب! اُٹھو۔

اُس دن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لقب ''ابوتراب'' ہوگیا۔

''تُراب'' مٹی کو کہتے ہیں، ابوتراب کا مطلب ہوا: ''مٹی والا''۔

جب کوئی انھیں ابوتراب کہہ کر پکارتا تو بہت خوش ہوتے۔

پیارے بچو! حضرت علی رضی اللہ عنہ کتنے سادہ تھے کہ مسجد میں مٹی پر سو گئے۔

نوٹ: اس زمانے میں مسجد میں قالین، ٹائلس، کارپیٹ نہیں ہوتی تھی، کچی زمین ہی پر نماز ہوتی تھی۔

''اسد اللہ''؛ یعنی اللہ کا شیر

حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ کے میدان کے ماہر تھے، اپنی بہادری کی وجہ

سے ''اسد اللہ''؛ یعنی اللہ کے شیر کے لقب سے مشہور ہوئے۔

لڑائی کے میدان میں قدم رکھتے تو فرمایا کرتے:

لڑائی کے میدان میں مجھے پرواہ نہیں ہوتی کہ موت میری طرف آرہی ہے یا میں موت کی طرف بڑھ رہا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت میں

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر پانچ سال کی تھی کہ مکہ میں قحط (اکال، اجوع) پڑا، لوگ بھوک سے مرنے لگے، کھانے کے لیے کچھ ملتا نہیں تھا، ابو طالب پر مشکل وقت آ گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے پیارے چچا کے حالات معلوم تھے، اپنے چچا کا بوجھ کم کرنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مانگ لیا، اِس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہنے لگے۔

اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بھرپور خدمت کی اور ان کی پرورش اور تربیت میں برابر کا ساتھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تربیت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو علم کا سمندر بنا دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر میں اور گھر سے باہر ہر جگہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے، جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بازاروں میں گشت کرنے جاتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ساتھ میں جاتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اسلام

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب نبوت کا اعلان کیا اُس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر تقریباً دس سال تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فوراً اسلام کی دعوت کو قبول کرلیا، اس طرح ان کو بچوں میں سب سے پہلے اسلام لانے کی خوش نصیبی ملی۔

بچپن کے حالات

طبیعت میں بچپن ہی سے نیکی تھی؛ اس لیے ہمیشہ بتوں سے نفرت کرتے تھے۔ بچپن ہی میں لکھنے پڑھنے کا ہنر سیکھ لیا، جہاں پڑھنے لکھنے کا رواج نہ ہو وہاں علم حاصل کرنا بڑی خوبی کی بات ہے۔

تلوار چلانے میں مہارت بھی بچپن میں حاصل کرلی، نیزہ چلانے میں بھی ماہر تھے۔ بچپن کی یہ صلاحیت جوان ہونے تک خوب زیادہ ہوگئی، لڑنے کے سارے داؤ پیچ اچھی طرح سیکھ لیے، کُشتی لڑنے کا فن سیکھا تو خوب نام پایا، کوئی ان سے جیت نہیں سکتا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر سُلا کر گئے، یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بڑی بہادری کی بات ہے کہ مکہ کے دشمن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان لینا چاہتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے روانہ ہو گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جگہ بستر پر آرام سے سو رہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح

مدینہ منورہ کی ہجرت کے بعد مدینہ کے انصار اور مکہ کے مہاجرین میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھائی چارے کا رشتہ قائم کروایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا بھائی بنایا، پھر ہجرت کے دوسرے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آپ کا نکاح ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ کے پاس مکان نہیں تھا، کرایہ پر مکان لیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ رہنے لگے۔

غزوات میں شرکت اور کارنامے

بدر کی لڑائی کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اسلام کا ایک جھنڈا تھا۔

بدر کی لڑائی کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ شروع ہی سے بہت ہمت سے آگے بڑھے اور ولید نام کے کافر کو آپ نے قتل کر دیا۔

احد کی لڑائی کے موقع پر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم زخمی ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی ڈھال میں پانی بھر کر لاتے رہے اور آپ کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا زخم صاف کرتی رہی اور دونوں میاں بیوی نے حضور رضی اللہ عنہ کی بہت خدمت کی۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دعوتی سفر

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یمن کے علاقے کی طرف دینی

ذمّے داری دے کر بھیجا تھا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع کے لیے مدینہ سے روانہ ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے حج کے لیے تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج کیا اور حج کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ واپس مدینہ تشریف لائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دوسرے خلفائے کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ تعلقات

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تعلقات

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جب الجھنیں اور پریشانیاں پیش آئیں تو ان کو دور کرنے کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بھرپور ساتھ دیا۔

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے دروازے پر آئے اور فرمایا: آپ پر اللہ کی رحمت ہو، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے ساتھی اور مدد کرنے والے اور اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے اور دین کو سب سے بڑھ کر نفع پہنچانے والے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تعلقات

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور شروع ہوا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپس میں بہت پکے دوست تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ

کے ساتھ کرایا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکومت کا نظام چلانے کے لیے مجلسِ شوریٰ قائم کی، اس مجلس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔

سب سے بڑے قاضی

جن جھگڑوں کا فیصلہ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نہیں کر پاتے تھے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیے جاتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: ہم میں سب سے بڑے قاضی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک فیصلہ دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوسری رائے دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے کو درست قرار دیا اور اس کے مطابق عمل کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے زمانے میں جب بیت المقدس کے سفر پر گئے تو مدینہ میں خلافت کی ذمّے داری حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سونپی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کی آخری گھڑیوں میں خلافت کی ذمّے داری کے لیے چھ آدمیوں کی ایک کمیٹی بنائی تھی، اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام سب سے اوپر لکھا، یہ ان دونوں کے درمیان پکی دوستی کی بات ہے۔

اسلامی کیلنڈر کی شروعات

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ تھے اس زمانے میں یہ مشورہ ہوا کہ اسلامی

کیلنڈر شروع کیا جائے، اس کے لیے کونسے واقعے سے شروع کریں؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رائے دی کہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے مدینہ تشریف لے گئے؛ یعنی ہجرت کی وہیں سے اسلامی کیلنڈر شروع کیا جائے۔ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ رائے بہت پسند آئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کر دیا کہ اب تاریخ کو ہجرت کی بنیاد پر شروع کیا جائے گا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ تعلقات

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف جب کچھ لوگوں نے غلط الزامات لگا کر فساد شروع کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس فساد اور فتنے کو ختم کرنے کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بہت سے مشورے دیے اور پورا ساتھ دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ بنے

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت مسلمانوں کے لیے ایک بہت بڑا غم کا موقع تھا، اسلامی سلطنت لاکھوں مربع میل پر پھیلی ہوئی تھی، ایسے وقت میں سب کی نظریں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اُٹھیں، ایسے نازک وقت میں خلافت کے لیے وہی مناسب ثابت ہوئے؛ چنانچہ بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اصرار کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لیے تیار کرلیا۔

خلافت کے بعد مشکلات

حضرت علی رضی اللہ عنہ پونے پانچ سال تک خلیفہ رہے، خلافت کا سارا زمانہ

ان کے لیے بہت مشکل اور دشوار تھا، کوئی اور ہوتا تو کب کا حوصلہ ہار چکا ہوتا؛ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بہادری، علم و ذہانت اور بڑے صبر اور حوصلے کے ساتھ مشکل حالات کا سامنا کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمام حالات کو سامنے رکھ کر "کوفہ" کو دارالخلافہ (راجدھانی) مقرر کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت

کوفہ میں عبد الرحمن بن مُلجَم اُس راستے میں چھپ کر بیٹھ گیا جس راستے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز کے لیے گزرتے تھے، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ فجر کی نماز کے لیے مسجد کی طرف چلے تو عبد الرحمن ابن ملجم نے آپ رضی اللہ عنہ پر تلوار کا وار کیا، آپ کے سر پر بھاری زخم آیا، ابن ملجم کو وہیں پکڑ لیا گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں: حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلا کر کچھ نصیحتیں کیں اور اپنے قاتل کے بارے میں فرمایا کہ:

اسے کھانا کھلاؤ، پانی پلاؤ، اچھی طرح رکھو، اگر میں اس زخم سے مر جاؤں تو اسے قتل کرنا، شریعت کا یہی حکم ہے، اس کے ناک، کان، وغیرہ نہ کاٹنا، اور اگر میں بچ گیا تو میری مرضی؛ چاہے اس سے بدلہ لوں یا معاف کر دوں۔

لیکن ابن ملجم کی تلوار زہر والی تھی، زہر تلوار کے زخم کے راستے سے پورے جسم میں پھیل گیا اور آپ حملے کے تیسرے دن ۱۷ رمضان المبارک سنہ ۴۰ ھ کو شہید ہوئے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ.

شہادت کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر ۶۳ رسال تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آپ کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہوئیں، ان کے نام یہ ہیں: حضرت حسن، حسین، محسن، زینب، ام کلثوم رضی اللہ عنہم۔

حضرت محسن رضی اللہ عنہ کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوسری شادی نہیں کی، ان کی وفات کے بعد کئی شادیاں کیں جن سے چودہ (۱۴) لڑکے اور سترہ (۱۷) لڑکیاں ہوئیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کچھ خاص باتیں
معمولی کپڑے اور سادہ کھانا

حضرت علی رضی اللہ عنہ بہت سادہ انسان تھے، آپ نے ہمیشہ فقیروں جیسی زندگی گزاری، ہلکے، کم قیمت کے کپڑے پہنتے تھے اور جو کھانا آسانی سے ہضم ہو جاوے ایسا کھانا کھاتے تھے۔

کپڑوں کو پیوند لگے ہوتے تھے اور یہ پیوند بھی وہ خود اپنے ہاتھوں سے لگاتے تھے۔

ایک مرتبہ عید سے چند دن پہلے کسی نے آپ کے کپڑوں میں پیوند دیکھے تو کہا: امیر المومنین! آپ دو درہم میں نیا جوڑا کیوں نہیں خرید لیتے؟

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے شرم آتی ہے کہ میں نئے کپڑے پہنوں اور کوفے میں ہزاروں آدمیوں نے پرانے کپڑے پہن رکھے ہوں۔

پوری زندگی معمولی مکان میں رہے، دروازے پر کبھی دربان کھڑا نہیں کیا، آپ کا دروازہ ہر ایک کے لیے کھلا رہتا تھا، ہر کوئی بلا روک ٹوک ان کے پاس آسکتا تھا۔

آپ کے دل میں اللہ کا بہت خوف تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ کے دروازہ سے کبھی کوئی خالی ہاتھ واپس نہیں گیا

آپ سخی بھی بہت تھے، کہیں سے کوئی ہدیہ آتا تو اس کو لوگوں میں تقسیم کرتے تھے، آپ کے دروازہ سے کوئی کبھی خالی ہاتھ واپس نہیں گیا، ایک مرتبہ رات بھر کسی کی باڑی میں پانی پلانے گئے، تھوڑے سے جَو مزدوری میں ملے اس کو گھر لا کر پکایا، ابھی کھانا کھانے کے لیے بیٹھے تھے کہ ایک مسکین نے اللہ کے نام کی آواز دی، فوراً اٹھے اور پکا پکایا کھانا دے دیا۔

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا: اے علی! جو مؤمن ہوگا وہ تجھ سے محبت کرے گا اور تجھ سے وہی دشمنی رکھے گا جو منافق ہوگا۔

اچھے ساتھی

ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ قبرستان میں بیٹھے ہوئے تھے، کسی نے پوچھا: ابوالحسن؛ یعنی علی! کیوں بیٹھے ہو؟

فرمایا: یہ لوگ؛ یعنی قبر والے میرے بہت اچھے ساتھ بیٹھنے والے لوگ ہیں، جو کسی کی بری بات نہیں کرتے اور مجھے آخرت یاد دلاتے ہیں۔

اللہ کے لیے دشمنی

ایک لڑائی کے موقع پر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے دشمن کو زمین پر گرا دیا اور اس کو قتل کرنے لگے تو اس دشمن نے آپ رضی اللہ عنہ کے منہ پر تھوک دیا، فوراً اس کے سینے سے اتر گئے اور اس کو معاف کر دیا۔

کسی نے پوچھا: آپ نے اس کو کیوں چھوڑ دیا؟

فرمایا: میں تو اس سے اللہ کو راضی کرنے کے لیے لڑ رہا تھا، اس نے میرے اوپر تھوکا تو مجھے اس کی وجہ سے غصہ آ گیا، اگر میں اس کو قتل کرتا تو گویا کہ اس کے قتل میں میرا غصہ شامل ہو جاتا اور میں اپنی ذات کے لیے بھی قتل کرتا؛ اس لیے میں نے اس کو معاف کر دیا۔

پبلک کی راحت کے لیے کوششیں

پبلک کا حال جاننے کے لیے خود بازاروں اور گلیوں میں چکّر لگاتے تھے، بیت المال میں جو رقم جمع ہوتی تھی وہ کھلے دل سے غریبوں، مسکینوں اور حق داروں میں تقسیم کر دیتے، مسلمانوں کے ساتھ آپ غیر مسلموں کے حقوق کا بھی پورا پورا خیال رکھتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلافت کے زمانے میں ملکی انتظامات کو بہتر سے

بہتر بنانے کی کوشش کی، اپنے گورنروں اور افسروں کی سخت نگرانی کرتے رہے، کسی افسر کی معمولی سی شکایت بھی ملتی تو اس کے خلاف کارروائی کرتے۔

ملک کی حفاظت کے لیے آپ نے فوجی چھاؤنیاں قائم کیں۔

کئی مضبوط قلعے بنوائے، فُرات ندی پر پل تعمیر کروایا۔

بعض جگہوں پر مسجدیں بھی بنوائیں۔

پوری عمر آپ نے کسی نہ کسی صورت میں دین کی خدمت کرتے ہوئے گزار دی۔ یمن کے سینکڑوں لوگوں نے آپ کی کوششوں سے اسلام قبول کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی چند مبارک نصیحت

(۱) جو آدمی گناہ سے شرم کرتا ہے تو اس سے گناہ مٹ جاتے ہیں اور نیکیوں پر جو گھمنڈ کرتا ہے تو نیکی برباد ہو جاتی ہے۔

(۲) علم مال سے بہتر ہے؛ اس لیے کہ علم تمھاری حفاظت کرتا ہے اور مال کی حفاظت تمھیں خود کرنی پڑتی ہے۔

(۳) کوئی چیز تم کو معلوم نہیں ہے تو اس کو سیکھنے میں شرم نہ کرو۔

(۴) مصیبتوں کا مقابلہ صبر سے کرو اور نعمتوں کی حفاظت شکر سے کرو۔

(۵) بات کہنے والے کو نہ دیکھو؛ بلکہ (اچھی) بات کو دیکھو۔

(۶) جو گناہ کرنے والے کے نزدیک بہت معمولی ہے وہ گناہ بہت سخت ہوتا ہے۔

⑦ نیکی کی قدر کوئی کرے یا نہ کرے تم نیکی کرتے رہو۔

⑧ کوئی مانگے اس سے پہلے دینا یہ سچی سخاوت ہے۔

⑨ کوئی تم سے کوئی سوال کرے اور جواب نہ آتا ہو تو شرماؤ مت، بس یوں کہہ دو کہ: مجھے نہیں آتا ہے۔

⑩ معاف کر دینا بہت اچھا بدلہ ہے۔

⑪ لالچ سے روزی نہیں بڑھتی؛ لیکن انسان کی عزت گھٹ جاتی ہے۔

سوالات

① حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیت اور لقب کیا ہے؟

② حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ماں باپ کا نام کیا ہے؟

③ حضرت علی رضی اللہ عنہ کتنے سال خلیفہ رہے؟

④ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اچھی عادتیں بیان کرو۔

⑤ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ ذکر کرو۔

⑥ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کچھ نصیحتیں بیان کرو۔

⑦ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کچھ مشہور کارنامے ذکر کرو؟

⑧ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کس نے شہید کیا اور آپ کی وفات کب ہوئی؟

⑨ آپ رضی اللہ عنہ کی عمر کتنی ہوئی اور کہاں دفن کیا گیا؟

چوتھا باب

اخلاق وآداب

پڑوسی کے حقوق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! مؤمن نہیں، اللہ کی قسم! مؤمن نہیں، اللہ کی قسم! مؤمن نہیں۔ پوچھا گیا: یارسول اللہ! کون؟ ارشاد ہوا:

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَا یَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ.

وہ شخص ہرگز جنت میں نہ جاسکے گا جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہ رہے۔

نوٹ: تین مرتبہ قسم کھا کر فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ پڑوسی کو ستانے والا (کامل) ایمان والا نہیں ہوسکتا۔

واقعتاً نہ ستاوے؛ لیکن صرف پڑوسیوں کو ڈرا دھمکا کر رکھے یہ بھی برا ہے، اس طرح رہے کہ پڑوسی ہر وقت اس سے ڈرتے ہو، خطرہ لگتا ہو کہ اس پر اطمینان نہیں کب کیا کر ڈالے؟ یہ بھی برا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ: وہ شخص مؤمن کہلانے کے لائق نہیں جو اپنا پیٹ بھر لے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ کی طرف سے مجھے برابر تاکید ہوتی رہی کہ پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو؛ یہاں تک کہ مجھے یہ خیال ہوگیا کہ جیسے رشتے داروں کا مرے ہوئے آدمی کے چھوڑے ہوئے مال میں حق ہوتا ہے ویسے پڑوسیوں کا بھی اس مال میں حق طے کر دیا جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے یہاں ایک روز بکری ذبح کی گئی، پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے گھر والوں سے پوچھا: تم نے ہمارے یہودی پڑوسی کے یہاں گوشت بھیجا یا نہیں؟

پھر جب یہودی پڑوسی کے یہاں گوشت بھیج دیا گیا تب آپ رضی اللہ عنہ نے اس گوشت کو چکھا۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ: میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصیحت یہ ہے کہ جب گوشت پکاؤ تو شوربا زیادہ کرو اور تھوڑا سالن اپنے پڑوسیوں کے یہاں بھیج دو۔

پیارے بچو!

جانتے ہو پڑوسی کا حق کیا ہے؟

اگر تم سے مدد چاہے تو اس کی مدد کرو۔

قرض مانگے تو اس کو قرض دو۔

اگر محتاج ہو تو اس کی مدد کرو۔

اگر بیمار ہو تو اس کی عیادت کرو۔

اس کو کوئی خوشی اور بھلائی حاصل ہو تو اس کو مبارک باد دو۔

اگر مصیبت پہنچے تو تعزیت کرو۔

اگر وہ مرجائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جاؤ۔

بغیر اس کی اجازت کے اس کی عمارت سے اپنی عمارت اس طرح

اونچی نہ کرو کہ اس کے گھر کی ہوا بند ہو جائے۔

جب تمھارے گھر اچھا کھانا پکے تو اِس کی کوشش کرو کہ تمھاری ہانڈی کی مہک اس کے لیے اور اس کے بچوں کے لیے تکلیف کا ذریعہ نہ ہو، اِس کی کوشش کرو کہ ہانڈی کی خوشبو اس کے گھر تک نہ جائے؛ مگر یہ کہ جو پکے اس میں سے کچھ حصہ پڑوسی کو بھی نکال کر دے دیا کرو، اس صورت میں کھانے کی خوشبو اس کے گھر تک جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

پھل خریدو تو اس کو بھی ہدیہ دو اور اگر یہ نہ کر سکو تو اس کو اس طرح چھپا کر گھر لاؤ کہ وہ نہ دیکھے۔

پھل یا اور کوئی کھانے کی چیز لے کر گھر سے باہر نہ نکلو، پڑوسی کے بچوں کے دل میں اسے دیکھ کر جلن پیدا ہوگی۔ (الترغیب والترہیب)

پیارے بچو! خوب سمجھ لو!

پڑوسی کے حق میں یہ بھی ہے کہ: آپ اس کو تکلیف نہ دیں، فضیلت کی بات تو یہ ہے کہ پڑوسی کی خاطر تکلیف اُٹھاؤ، اور جہاں تک ہو سکے اُس کو نفع، راحت، سکون اور چین پہنچاؤ۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پڑوسیوں میں اللہ تعالیٰ کے یہاں بہتر وہ ہے جو اپنے پڑوسی کے لیے بہتر ہو کہ اس کو راحت پہنچانے کی اسے فکر ہو۔ (ترمذی)

شماتت اور غصہ

کسی کی پریشانی اور مصیبت پر خوش ہونا ''شماتت'' کہلاتا ہے، یہ بہت ہی بری اور گندی عادت ہے، انسانیت سے بہت دور ہے؛ کیوں کہ انسانی شرافت کا تقاضا یہ ہے کہ مصیبت کے وقت سب سے بڑے دشمن سے بھی ہمدردی کی جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کی پریشانی سے ہرگز خوش مت ہو، اس سے ڈرو کہ کہیں اللہ تعالیٰ اُس پر رحم کردے اور تم کو پکڑ لے۔

غصہ: اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی شان یہ بتائی ہے کہ وہ غصہ پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ: جب ناسمجھ لوگ ایمان والوں سے اُلجھنا چاہیں تو وہ سلام کرکے ان سے الگ ہوجائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: غصہ ایمان کو ایسا خراب کردیتا ہے جیسے ایلوا (ایک کڑوا پودا) شہد کو۔

فرمایا: بہادر وہ نہیں جو کُشتی میں پہلوان کو پچھاڑ دے؛ بلکہ بہادر وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔

ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے چھوٹی سی بات بتادیجیے جس پر عمل کرتا رہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مختصر سی بات یہ ہے کہ غصہ نہ کیا کرو۔

اُس نے دو تین مرتبہ یہی سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی جواب دیا۔

بُری بات پر غصہ آرہا ہے تو اچھی بات ہے؛ کیوں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمھیں اچھی باتوں سے محبت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب شریعت کے خلاف کوئی کام دیکھتے تھے تو چہرہ مبارک (غصے سے) لال ہو جاتا تھا۔

لیکن اگر آپس کے معاملات میں غصہ آجائے تو بہادری یہ ہے کہ اُس کو پی جاؤ اور معاف کردو۔

غصہ دبانے کا طریقہ

غصہ دبانے کا طریقہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بتایا ہے کہ جب غصہ آئے تو فوراً ﴿اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ﴾ پڑھ لو۔

دوسری ترکیب یہ ہے کہ اگر کھڑے ہوں تو بیٹھ جاؤ، پھر بھی غصہ ٹھنڈا نہ ہو تو لیٹ جاؤ۔

حضرت عُروہؒ کو ایک مرتبہ غصہ آگیا تو وہ فوراً اُٹھے اور پانی لے کر وضو شروع کر دیا، پھر فرمایا کہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: غصہ شیطان کا کام ہے، شیطان آگ سے بنا ہے اور پانی آگ کو بجھاتا ہے، سو غصہ آئے تو وضو کرلو۔

صلح اور صفائی

جب غصہ ختم ہو جائے تو میل ملاپ اور صلح صفائی کی کوشش کرو۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: یہ جائز نہیں ہے کہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے بات چیت اور تعلقات چھوڑے رکھو۔

ارشاد فرمایا: ایک سال تک اپنے بھائی سے بات چیت اور تعلقات چھوڑے رکھنا ایسا ہے جیسے اُس کا خون بہا دینا۔

آپس کی نفرت اور دوری ختم کرنے کی صورت یہ بتائی گئی ہے کہ سلام کرنا شروع کر دیا جائے۔ ارشاد فرمایا: افضل وہ آدمی ہے جو سلام میں پہل کرے، پھر دوسرا شخص جواب دے دے تو اُس کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا۔ اگر جواب نہ دے تو تعلق توڑنے کا گناہ جواب نہ دینے والے کے سر پر ہوگا۔

اگر آپس میں صلح اور صفائی نہ ہو سکے تو دوسروں کو حکم ہے کہ دو مسلمان کے درمیان صلح وصفائی کروائیں، دو مسلمان کے درمیان صلح کروانے کا ثواب نفل نماز اور نفل روزہ سے بہتر ہے۔ دو آدمیوں کو ملانا یہ نبیوں کا کام ہے اور دو آدمیوں کے درمیان تفریق پیدا کرنا یہ شیطان کا کام ہے۔

انسان اور اس کی جان

اسلام سلامتی کا دین ہے، حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کی بنیادی خصوصیت یہ بیان فرمائی ہے کہ: وہ اپنے ماحول اور دوسرے انسانوں کے لیے پورا پورا اسلامتی والا ہوتا ہے۔

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر مسلمان کو اس بات کا پابند بنایا ہے کہ وہ

اپنی بات اور کام سے دوسروں کے لیے سلامتی کا سامان پیدا کریں۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ: کونسا اسلام افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اُس شخص کا اسلام افضل ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے انسان محفوظ رہیں۔

قرآن کا پیغام:

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ایک انسان کا قتل ساری انسانیت کا قتل ہے:

اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا. (المائدۃ:۳۲)

ترجمہ: یہ کہ جو شخص کسی انسان کو قتل کر ڈالے؛ جب کہ اس (مقتول) نے کسی شخص کو قتل بھی نہیں کیا تھا یا زمین میں فساد بھی نہیں پھیلایا تھا تو اس نے (ایسا ہی جرم کیا) گویا کہ تمام لوگوں کو قتل کر دیا اور جو شخص کسی (کی زندگی) کو بچالینے کا ذریعہ بنا تو (اس نے ایسا کام کیا) گویا کہ اس نے تمام لوگوں کی زندگی بچالی۔ (از تیسیر القرآن)

پیارے بچو!

قرآن شریف کے ذریعہ جو پیغام ہم کو ملا اس میں صرف مسلمان کی بات نہیں، انسان کی بات ہے، وہ انسان یہودی ہو یا عیسائی، مجوسی ہو یا ہندو، بُدھسٹ ہو یا سِکھ یا اور کوئی، اس کا ناحق قتل پوری انسانیت کا قتل ہے اور اگروہ

ڈوب رہا ہے یا آگ میں جل رہا ہے یا کوئی اُسے قتل کرنے کی کوشش کر رہا ہے تو اسے بچانا، اس کی زندگی کی حفاظت کرنا پوری انسانیت کی حفاظت کرنا ہے۔

اللہ اللہ! یہ ہے اسلام جو انسانیت کا ہم درد ہے، جو انسان کو انسانیت کا سبق دیتا ہے؛ کیوں کہ سارے انسانوں کی شروعات ایک ہی انسان سے ہوئی تھی، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا:

يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾ (الحجرات)

ترجمہ: اے لوگو! حقیقت یہ ہے کہ ہم نے تم سب کو ایک مرد (یعنی آدمؑ) اور ایک عورت (یعنی حوّاؑ) سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف (قوموں کی) شاخوں اور خاندانوں میں اس لیے تقسیم کیا ہے؛ تاکہ تم ایک دوسرے کی پہچان کرسکو، یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سب میں بڑا عزت والا وہ ہے جو تم میں سے سب سے زیادہ تقویٰ والا ہو، یقیناً اللہ تعالیٰ بڑے جاننے والے، بڑے خبر رکھنے والے ہیں۔ (از تیسیر القرآن)

رب کے اس پیغام میں یہ بتلایا گیا ہے کہ انسانی زندگی کی یہ قدر، اہمیت اس لیے ہے کہ سارے انسان ایک ہیں، ان کے رب ایک، ان کے باپ حضرت آدم ایک ہیں، ان کی ماں حضرت حوا ایک ہے، یہ زمین جو ان کا

وطن ہے یہ ایک ہے، جس سورج سے گرمی لیتے ہیں وہ ایک ہے، جس چاند کی ٹھنڈی کرنوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں وہ ایک ہے، جس ہوا میں سب سانس لیتے ہیں وہ ایک ہے، جو پانی پیتے ہیں وہ بھی ایک ہے۔

رب کے اس پیغام میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ عزت برادری میں نہیں، رنگ میں نہیں، زبان میں نہیں اور کسی خاندان سے متعلق ہونے میں نہیں، عزت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے میں ہے۔

لباس

لباس اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی نعمت ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے صرف انسان کو نوازا ہے، دوسری تمام مخلوق اس سے محروم ہیں، اسلام نے زندگی کے ہر کام کے لیے اپنے خاص طریقے بتائے ہیں، اسلام میں نماز، روزہ، زکوۃ اور حج سب سے اہم عبادتیں ہیں؛ لیکن اس کے علاوہ ہم جس کام کو بھی ثواب کی نیت سے اسلام کے طریقے کے مطابق کرتے ہیں وہ بھی عبادت بن جاتا ہے اور اس پر بھی ثواب ملتا ہے۔

اسلام کی تعلیمات ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ حاصل ہوئی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زبانی طور سے بھی اسلامی تعلیمات بیان فرمائی ہیں اور ان پر عمل کر کے بھی دکھلایا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکمل زندگی اسلام کا نمونہ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر عمل

ہمارے لیے نمونہ ہے اور ہر سنت عبادت ہے، اس پر ثواب ملتا ہے۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لباس کے سلسلہ میں خاص ہدایتیں فرمائی ہیں، اسلام نے لباس کے دو مقصد بتائے ہیں:

(۱) جسمانی (۲) اخلاقی۔

پہلا مقصد جسمانی: یعنی موسم کے اثرات: سردی اور گرمی کی تکلیفوں سے بچنا اور زینت۔ مطلب یہ کہ ہم کپڑے اس لیے پہنتے ہیں کہ سردی اور گرمی سے اپنے جسم کی حفاظت ہو سکے۔

دوسرا مقصد اخلاقی: لباس کا یہ سب سے اہم مقصد ہے؛ یعنی جسم کے شرم کے قابل حصوں کو ڈھانکنا۔ مطلب یہ کہ بدن کے جن حصوں پر غیروں کی نظر نہیں پڑنی چاہیے وہ چھپے رہیں۔

اللہ تعالیٰ نے شرم و حیا کو انسان کی فطرت میں رکھا ہے؛ اسی لیے اسلام کا قانون ہے کہ لباس ایسا پہنا جائے جو شرم و حیا، غیرت و شرافت اور جسم کے ستر کو ڈھانکے اور جسم کی حفاظت کرے۔

لباس کے مقاصد کا خلاصہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا:

بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے۔

تقویٰ کے لباس کا مطلب یہ ہے کہ:

ایسا لباس جو ظاہر میں عمدہ ہو، ڈھیلا ڈھالا ہو، بدن کو چھپانے والا ہو۔ ایسا لباس شریعت کی نظروں میں تقویٰ والوں کا لباس ہے جس میں تکبر اور دکھلاوا نہ ہو۔ عورتوں کا لباس مردوں جیسا نہ ہو، اور مردوں کا لباس عورتوں جیسا نہ ہو۔ ایسا لباس ہو جسے پہنا ہوا دیکھ کر یہ کہا جا سکے کہ یہ اللہ سے ڈرنے والا بھلا انسان ہے۔

کپڑے پہننے کے آداب

کپڑے پہنتے وقت دائیں جانب کا خیال رکھیں، قمیص اور کرتا وغیرہ پہنتے وقت دایاں ہاتھ آستین میں پہلے ڈالیں، اس کے بعد بایاں ہاتھ ڈالیں، اسی طرح پائجامہ وغیرہ پہنتے وقت دائیں پیر میں پائجامہ پہلے ڈالیں، جوتا اور موزہ وغیرہ پہنتے وقت بھی پہلے دائیں پاؤں میں پہنیں اور اتارتے وقت پہلے بائیں جانب سے اتارنا شروع کریں۔

مردوں کے لیے سفید لباس اچھا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود بھی زیادہ تر سفید لباس ہی پہنتے تھے اور اپنی امت کے مردوں کو بھی اس کی ترغیب دی اور مردوں کو ریشمی کپڑا پہننے سے منع فرمایا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ٹخنوں سے نیچا کپڑا پہننے والوں کو سخت عذاب کا حق دار بتایا ہے، کپڑا زیادہ نیچا ہوگا تو راستے کی گندگی سے میلا اور خراب اور ناپاک ہوگا اور پھر ایسا کپڑا بڑائی اور فیشن کی وجہ سے پہنا جاتا ہے، یہ دل میں گندگی کی

نشانی ہے؛ لہذا ایسے کپڑے میں ظاہری پاکیزگی نہیں ہوگی اور باطنی پاکیزگی بھی نہیں ہوگی۔

حدیث: مَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْاِزَارِ فِيْ النَّارِ.

ترجمہ: ٹخنوں کا وہ حصہ جو پائجامہ کے نیچے رہے گا وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کو ایسا باریک کپڑا پہننے سے منع فرمایا ہے جس سے ان کے بدن کا رنگ نظر آوے، اسی طرح ایسا چست لباس پہننا بھی منع ہے جس سے بدن کی سائز اور ابھار ظاہر ہو یا لباس اتنا کم ہو کہ ستر کھلا رہے کہ ایسے ادھورے باریک کپڑا پہن کر بھی عورت ننگی رہے۔

لباس ہمیشہ اپنی حیثیت کے مناسب، صاف ستھرا پہننا چاہیے، ایسا لباس نہ پہنا جائے جس سے فخر وغرور ظاہر ہو یا جس سے فضول خرچی کا گناہ ہو اور نہ ایسا گھٹیا اور پھٹا پرانا ہو کہ اللہ کا دیا سب کچھ ہونے کے باوجود محروم اور غریب نظر آئیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: نئے کپڑے پہنتے وقت یہ دعا کیا کرو:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ كَسَانِيْ مَا اُوَارِيْ بِهٖ عَوْرَتِيْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِيْ حَيَاتِيْ. (ترمذی)

ترجمہ: ساری تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے یہ کپڑے پہنائے جس میں اپنا ستر ڈھانکتا ہوں اور جو اس زندگی میں میرے لیے حسن و جمال کا بھی ذریعہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: کپڑے پہنتے وقت یہ دعا کیا کرو:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ كَسَانِيْ هٰذا وَ رَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّيْ وَ لَا قُوَّةٍ. (ابوداؤد)

ترجمہ: تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے یہ کپڑا پہنایا اور کسی قوت اور طاقت کے بغیر مجھے یہ عطا کیا۔

جوتا پہننے کے آداب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جوتا کثرت سے استعمال کرو، آدمی جب تک جوتا پہنے ہوئے رہتا ہے گویا سوار رہتا ہے؛ یعنی کم تھکتا ہے۔ (مسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس وقت جوتا پہنو تو شروع داہنے پاؤں سے کرو اور جب جوتا پاؤں سے نکالو تو بائیں پاؤں سے ابتدا کرو۔ (بخاری، مسلم)

بعض بچوں کو ننگے پاؤں چلنے پھرنے کی عادت ہوتی ہے یہ غلط عادت ہے، اسی طرح صرف ایک جوتا یا چپل پہن کر چلنے سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

نورانی مکاتب کا تعارف

١ چھوٹے چھوٹے دیہات جہاں مسلمانوں کے چند ہی مکان ہوں، اور نماز، تعلیم کا کوئی نظام نہ ہو، وہاں نماز اور تعلیم کا نظم کرنا۔

٢ شہروں کی کالونیوں اور جھونپڑوں میں بسنے والے غریب مسلمانوں میں اور ان کے بچوں میں دینی تعلیم اور نماز کا فکر کرنا۔

٣ مرتد یا غیر مرتد جیسے دن سے دور مسلمانوں میں دین اور ایمان بچانے کا فکر کرنا۔

٤ جہاں بھی مکتب، مسجد یا عبادت خانہ نہیں ہے، وہاں اس کے قیام کا فکر کرنا۔

٥ پہلے سے جاری مکاتب میں تعلیم اور تربیت کی ترقی کے لئے کوشش کرنا۔

٦ مکتب کے معلمین کی تربیت کے لئے قیام طعام کے ساتھ نظم ہے۔

٧ انوکھا آسان، عام فہم تعلیم و تربیت کا طریقہ دیکھنے اور سمجھنے اور رائج کرنے کے قابل، امت کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

٨ یتامیٰ، بیوہ کی خدمت۔

اس وقت اکابر کے مشورہ سے گجرات بھر میں یہ خدمات کا سلسلہ جاری ہے، آپ بھی اس مبارک سلسلہ میں شامل ہو سکتے ہیں، مزید تفاصیل ہماری ویب سائٹ پر ملاحظہ فرمائیں۔

http://nooranimakatib.com

Aleem Falahi
8980826160
فلاحی FP پرنٹرس مالیگاؤں
aleemfalahi6160@gmail.com

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ قف

تعلیم الدین

پانچواں حصہ

اسلامی عقائد | مسائل | سیرتِ عشرۂ مبشرہ | آداب واخلاق

قیامت کی نشانیاں، جنگِ آزادی کی تاریخ

مکتب کے بچّے، اسکول اور کالج میں پڑھنے والے
اور عام مسلمانوں کے لیے فائدہ کی کتاب

از

مفتی محمود صاحب بارڈولی
مولانا اسماعیل صاحب کاپودروی

ناشر
نورانی مکاتب

إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللهِ الْإِسْلَام

تعلیم الدین

پانچواں حصہ

دینِ اسلام کی بنیادی اور ضروری باتیں سکھانے والی آسان کتاب

مکتب کے بچے، اسکول اور کالیج میں پڑھنے والے اور عام مسلمانوں کے لیے فائدہ کی کتاب

اسلامی عقائد — مسائل — سیرتِ عشرۂ مبشرہ — آداب واخلاق

قیامت کی نشانیاں، جنگِ آزادی کی تاریخ



از

مفتی محمود صاحب بارڈولی

مولانا اسماعیل صاحب کاپودروی

ناشر

نورانی مکاتب

www.nooranimakatib.com

تفصیلات

نام کتاب	:	تعلیم الدین (پانچواں حصہ)
از	:	مولانا اسماعیل صاحب کاپودروی و مفتی محمود صاحب بارڈولی
ناشر	:	نورانی مکاتب
صفحات	:	144
طبعِ اول	:	جنوری ۲۰۲۱ء

ملنے کے پتے

مولانا یوسف صاحب بھانا، محمود نگر، ڈابھیل	9558174772
مدرسہ گلشنِ خدیجۃ الکبریٰ، اون، سورت	9714814566 9898371086
دار المکاتب کاپودرا	9712005458 9824289750
مولانا صدیق احمد ابن مفتی محمود صاحب حافظ جی، مدرسہ فاطمۃ الزہراء، دیسائی نگر، مریم مسجد، بارڈولی، سورت، گجرات۔	8140238304

فہرستِ مضامین

تیسرا باب: سیرت

عشرۂ مبشرہ کا مختصر تعارف

چوتھا باب: آداب واخلاق

پانچواں باب: متفرقات

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین ، أما بعد !

الحمد للہ ! تعلیم الدین کے چار حصے چھپ کر منظرِ عام پر آ گئے، اللہ تعالیٰ نے اس کو امید سے بڑھ کر مقبولیت عطا فرمائی اور بہت سارے حضرات نے حوصلہ افزا عجیب وغریب تاثرات پیش کیے، بہت ساری مساجد اور بہت سارے گھروں میں باقاعدہ اس کی تعلیم شروع ہوگئی اور نورانی مکاتب کے علاوہ بہت سارے مکاتب میں اس کو داخلِ نصاب کیا گیا، فللہ الحمد علی ذلک.

کچھ تاثرات یہاں نقل کیے جاتے ہیں:

۸، ۹ / جنوری ۲۰۲۱ء بندے کو حضرت مولانا قمر الزماں صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی زیارت وملاقات کی نیت سے الہ آباد حاضری کی سعادت حاصل ہوئی، اس موقع پر حضرت کی خدمت میں ''بچوں کو پڑھانے کا طریقہ''، ''محفوظات کا آسان نصاب'' اور ''بچوں کا تحفہ'' کے ساتھ ''تعلیم الدین'' کے چار حصے بھی پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی، حضرت بے انتہا خوش ہوئے اور دو دن کے قیام کے درمیان تقریباً دو تین مجلسوں میں علما اور حاضرینِ مجلس کے سامنے اس کا تذکرہ فرمایا اور ایک عجیب جملہ ارشاد فرمایا کہ: ''یہ الہامی کام ہو رہا ہے''۔

ایک مجلس میں وہاں کے حدیث کے ایک قدیم استاذ مولانا مقصود احمد کے سامنے فرمایا کہ: ''یہ سب بنیادی باتیں تو بڑوں کو بھی معلوم نہیں ہیں، یہ کتاب بچوں کے

ساتھ بڑوں کے لیے بھی ان شاء اللہ! مفید ثابت ہوگی اور فرمایا کہ: اس کو میں ان شاء اللہ! مکمل دیکھوں گا، آپ کی جو کتاب بھی آتی ہے میں اس کو برابر دیکھتا ہوں''۔

مدرسہ عربیہ امدادیہ مرادآباد کے شیخ الحدیث حضرت مولانا اسجد ندوی دامت برکاتہم رقم طراز ہیں کہ:

''تعلیم الدین کے عنوان سے جو نصابی سلسلہ آپ کا مرتب کردہ ہے، اس حقیر کو بہت پسند آیا اور دل سے آپ کے لیے کلماتِ دعا وتشکر جاری ہوئے''۔

حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کشمیری دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت میں پیش کیا تو دیکھتے ہی فرمایا کہ: ''ماشاء اللہ! طباعت بہت معیاری ہے''۔

اللہ کے فضل وکرم سے اس کا اچھا خاصا کام لاک ڈاؤن کے زمانے میں ہوا، اب یہ پانچواں حصہ امّت کی خدمت میں پیش ہے، اور عنقریب چھٹا حصہ ان شاء اللہ! امت کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔

حق تعالیٰ اس مبارک سلسلے کو بے انتہا مقبول و عام فرمائے اور امّت کے ایمان واسلام کی حفاظت کا اس کو ذریعہ بنائے، آمین۔

اس کتاب کو تیار کرنے میں جن حضرات نے جس طرح کا بھی تعاون کیا اللہ تعالیٰ ان تمام کو دارین میں بہترین بدلہ عطا فرمائے اور اپنی رضا کا ذریعہ بنائے، آمین۔

(حضرت مفتی) محمود (صاحب) حافظجی

مؤرخہ: ۵/ جمادی الاخریٰ ۱۴۴۲ھ

مطابق: ۱۹/ جنوری ۲۰۲۱ء

پہلا باب

اسلامی عقیدے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسلمانوں کے مختصر عقیدے

(۱) صرف ایک حقیقی معبود اللہ تعالیٰ ہی ہمارے اور سارے عالم کے پیدا کرنے والے ہیں۔

(۲) اسی اللہ تعالیٰ میں کمال اور بڑائی کی تمام خوبیاں موجود ہیں۔

(۳) وہی اللہ تعالیٰ ہر قسم کے عیب اور نقصان و کمی سے پاک ہیں۔

(۴) قرآن شریف اسی اللہ تعالیٰ کا قدیم ازلی (یعنی جو ہمیشہ سے ہو) کلام ہے۔ (۵) یہ سارا عالم اسی اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادے سے پیدا کیا ہے۔

(۶) بندوں کے تمام کام کے پیدا کرنے والے اللہ تعالیٰ ہیں اور بندے محض کاسِب (یعنی ان کاموں کے کرنے والے) ہیں۔

(۷) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی نیکی سے راضی اور گناہ سے ناراض ہوتے ہیں۔

(۸) اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اس کی طاقت سے زیادہ حکم نہیں کرتے۔

(۹) ہر کسی کی موت کا ایک وقت مقرر ہے۔

(۱۰) جس کو قتل کیا جاتا ہے وہ بھی اپنے مقررہ وقت پر ہی مرتا ہے۔

(۱۱) حرام بھی رزق ہے؛ یعنی انسان اپنی ضروریاتِ زندگی جن چیزوں سے پوری کرتا ہے وہ چاہے حلال ہو یا حرام ان کو رزق ہی کہیں گے؛ کیوں کہ

جو پوری عمر حرام کھانے پر زندگی گذارتا ہے اس نے بھی اللہ تعالیٰ ہی کی روزی پر زندگی گذاری ہے۔

⑫ ہر کوئی اپنا رزق کھاتا ہے۔

⑬ کوئی کسی کا رزق کھا ہی نہیں سکتا۔

⑭ ہدایت اور گمراہی حقیقۃً اللہ تعالیٰ کی چاہت پر موقوف ہے۔

⑮ بندوں کے لیے ظاہر میں جو بھی فائدے والی چیز ہو اسی کو موجود کرنا اور عطا کرنا اللہ تعالیٰ پر ضروری نہیں ہے۔

⑯ قیامت میں نیک بندوں کو اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا۔

⑰ بُرے لوگوں کے لیے قبر کا عذاب یقینی ہے۔

⑱ قبر میں مُردوں سے منکر نکیر کا سوال کرنا بھی یقینی ہے۔

⑲ مرنے کے بعد قیامت کے دن سب کا دوبارہ زندہ ہونا یقینی ہے۔

⑳ قیامت کے دن ترازو پر اعمال کا تولنا یقینی ہے۔

㉑ قیامت کے دن حساب کتاب کا ہونا اور سب کو اپنے اپنے اعمال نامے ملنا یقینی ہے۔

㉒ قیامت کے دن آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حوضِ کوثر یقینی ہے۔

㉓ جہنم پر پل صراط ہوگا اور اس پر سے سب کو گزرنے کا حکم ہونا یقینی ہے۔

㉔ جنت اور دوزخ یقینی ہے۔

㉕ جنت اور دوزخ اِس وقت موجود ہیں اور ہمیشہ موجود رہیں گی۔

۲۶ جنت اور دوزخ اور ان میں رہنے والے کبھی نہیں مریں گے۔

۲۷ کوئی شخص صرف گناہِ کبیرہ کے کرنے سے ایمان سے نہیں نکلتا۔

۲۸ کوئی شخص صرف گناہِ کبیرہ کے کرنے سے کفر میں داخل نہیں ہوتا۔

یعنی ہم اہلِ سنت والجماعت کسی مسلمان کو گناہ کرنے کی وجہ سے کافر نہیں کہتے، ہاں! جب یقین کے ساتھ یہ معلوم ہوجائے کہ وہ ان گناہ کو حلال اور جائز سمجھ کر کرتا ہے تب ایمان سے نکل جائے گا۔

۲۹ اللہ تعالیٰ شرک کو ہرگز معاف نہیں کرتے۔

۳۰ اگر اللہ چاہیں گے تو شرک کے سوا ہر قسم کے صغیرہ و کبیرہ (چھوٹے بڑے) گناہوں کو معاف کردیں گے۔

۳۱ اگر اللہ چاہیں گے تو چھوٹے گناہ پر بھی عذاب دیں گے۔

۳۲ اگر اللہ چاہیں گے تو کبیرہ گناہ کو توبہ کے بغیر بھی معاف کردیں گے۔

۳۳ گناہِ کبیرہ؛ بلکہ کسی بھی نافرمانی کو حلال اور جائز جاننا کفر ہے، جو ہرگز معاف نہیں کیا جائے گا۔

۳۴ گناہِ کبیرہ والے مسلمان بھی شفاعت کے امیدوار ہوسکتے ہیں۔

۳۵ ہمیشہ کا عذاب اور جہنم صرف کفار و مشرکین کے لیے ہے۔

۳۶ مسلمان کے لیے ہمیشہ کا عذاب نہیں ہے، خواہ کتنا ہی بڑا گنہ گار ہو اور بلا توبہ مرا ہو۔

۳۷ مسلمان گنہ گاروں کو اللہ جتنا چاہیں گے اتنا عذاب دے کر پھر

جنت میں لے جائیں گے۔

(۳۸) نیک اعمال کامل ایمان کا اثر اور پھل ہے۔

(۳۹) ایمان صرف دین کے ارکان (ضروری احکام اور باتوں) پر دل سے یقین اور زبان سے اقرار کا نام ہے۔

(۴۰) نیک اعمال کے کم زیادہ ہونے سے خود ایمان کم زیادہ نہیں ہوتا؛ بلکہ ایمان کا نور کم زیادہ ہوتا ہے۔

(۴۱) ایمان اور اسلام ذات کے اعتبار سے ایک ہی چیز ہیں۔

(۴۲) ہر مسلمان شک کے بغیر یقین کے ساتھ کہے کہ: میں مؤمن ہوں، یہ نہ کہے کہ: ان شاء اللہ! میں مؤمن ہوں۔

(۴۳) تقدیر میں جو انسان نیک یا برا لکھ دیا گیا ہے اس میں تبدیلی ہو ہی نہیں سکتی۔

(۴۴) انبیاء علیہم السلام کے بھیجنے میں اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت اور حکمت ہے۔

(۴۵) اللہ تعالیٰ نے بہت سے انبیائے کرام علیہم السلام کو معجزات اور دلائل دے کر مخلوق کی ہدایت کے لیے بھیجا ہے۔

(۴۶) انبیائے کرام علیہم السلام کی کوئی خاص تعداد اور پکی گنتی ہم کو معلوم نہیں۔

(۴۷) انبیا علیہم السلام میں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام اور سب سے آخر میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھیجے گئے ہیں۔

(۴۸) سب انبیائے کرام علیہم السلام اچھی اچھی خوبیوں والے اور ہر قسم کے

گناہ اور عیبوں سے پاک ہیں۔

۴۹ انبیائے کرام علیہم السلام میں سے ہر ایک نے اللہ تعالیٰ کا دین پہنچانے کی اپنی ذمے داری ادا کر دی ہے۔

۵۰ انبیائے کرام علیہم السلام میں سب سے افضل ہمارے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں (دوسرا نمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے)۔

۵۱ فرشتے اللہ تعالیٰ کے ایک نورانی معصوم، فرماں بردار بندے ہیں۔

۵۲ اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام پر اپنی بہت سے کتابیں اتاری ہیں۔

۵۳ بیداری کی حالت میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معراج کو ہم یقینی مانتے ہیں۔

۵۴ ہم اللہ کے ولیوں کی کرامت کو بھی یقینی مانتے ہیں۔

۵۵ کرامت کے ثابت ہونے پر بہت زیادہ دلائل و واقعات موجود ہیں۔

۵۶ ولی کی کرامت حقیقت میں اس نبی کا معجزہ ہوتا ہے جس کا یہ ولی امتی ہو۔

۵۷ ایمان اور کامل تقویٰ کے بغیر کوئی ولی ہو ہی نہیں سکتا۔

۵۸ ولی کے لیے پہلی شرط کسی برحق نبی کے امتی ہونے کا اقرار ہے۔

۵۹ انبیا علیہم السلام کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

۶۰ ہم ان کی خلافت کو بھی اسی ترتیب سے بالکل سچا اور صحیح مانتے ہیں۔

(۶۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تیس برس تک خلافتِ راشدہ رہی ہے، پھر اس کے بعد اَمارت وسلطنت شروع ہوئی۔

(۶۲) (ضرورت کے وقت) ہر مسلمان کے پیچھے نماز جائز ہے؛ چاہے وہ نیک ہو یا برا۔

(۶۳) ہر مسلمان کی میت پر جنازہ کی نماز پڑھنا ضروری ہے؛ چاہے وہ کتنا ہی گنہگار ہو۔

(۶۴) ہم تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا احترام کرتے ہوئے کسی صحابی کی برائی کرنا جائز نہیں سمجھتے۔

(۶۵) ہم عشرۂ مبشرہ (جن کو ایک ساتھ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی خوش خبری دی تھی) کو جنتی مانتے ہیں۔

یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ، حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ۔

(۶۶) ہم سفر وحضر (حضر: یعنی سفر میں نہ ہو) میں چمڑے یا اس جیسے موزوں پر مسح جائز مانتے ہیں۔

(۶۷) ہم ایسی نبیذ کو جو نشہ نہ لاوے حلال جانتے ہیں۔

نبیذ کی تعریف: کوئی پھل: کھجور، کشمش یا شہد وغیرہ پانی میں ڈال کر

چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ وہ چیز گل کر اس کی مٹھاس پانی میں آجائے تو اسے ''نبیذ'' کہتے ہیں۔

اس کا استعمال کرنا جائز ہے؛ بشرطے کہ ان چیزوں کو پانی میں اتنی دیر نہ رکھا جائے کہ جس سے اس میں نشہ پیدا ہو جائے، اگر نشہ پیدا ہو گیا تو اب اس نبیذ کو استعمال کرنا جائز نہیں ہو گا۔

٦٨ ولی کتنا ہی بڑا ہو؛ مگر نبی کے درجے تک نہیں پہنچ سکتا۔

٦٩ کوئی عقل مند، بالغ، باہوش انسان شرعی عذر (مجبوری) کے بغیر شریعت کے احکام سے مستثنیٰ (الگ) نہیں ہو سکتا۔

٧٠ جن احکام کا بیان قرآن وحدیث میں صاف اور کھلے الفاظ میں آیا ہے ان کو ''شرعی نص'' کہتے ہیں۔

٧١ قطعی اور یقینی نص کا انکار کرنا کفر ہے۔

٧٢ کسی بھی قسم کے گناہ کو حلال جاننا کفر ہے۔

٧٣ شریعت کے احکام کا مذاق اڑانا اور ان کو حقیر اور نیچا سمجھنا کفر ہے۔

٧٤ اللہ کی رحمت سے ناامید ہونا کفر ہے۔

٧٥ اللہ کے عذاب کا ڈر نہ رکھنا کفر ہے۔

٧٦ غیب کی باتیں بتانے والے انسان (جیسے جیوتش) کو سچا ماننا کفر ہے۔

٧٧ دعاؤں اور خیر خیرات ایصالِ ثواب سے مُردوں کی روحوں کو فائدہ اور نفع پہنچتا ہے۔

(۷۸) اللہ تعالیٰ بندوں کی دعاؤں کو قبول کرتے ہیں اور ان کی حاجتیں پوری کرتے ہیں۔

(۷۹) قرآن وحدیث میں قیامت کی جو نشانیاں بتائی گئی ہیں وہ حق ہیں۔

(۸۰) دین میں اجتہاد کرنے والے امام سے بھی کبھی غلطی ہو سکتی ہے۔

(۸۱) خاص انسان (پیغمبر) خاص فرشتوں (جو اللہ کا پیغام لاتے ہیں) سے بہتر ہیں۔

(۸۲) عام انسان (نبی کے سوا) عام فرشتوں (جو اللہ کا پیغام نہیں لاتے؛ بلکہ دوسری خدمت کرتے ہیں) سے بہتر ہے۔

(۸۳) خاص فرشتے (پیغمبر) عام انسانوں (غیر انبیا) سے بہتر ہے۔

مسلمانوں کے مختصر امتیازی عقیدے

دنیا کا ہر ایک مسلمان آگے لکھی ہوئی باتوں کا زبان سے اقرار اور دل سے یقین رکھتا ہے:

(۱) پہلے اس دنیا میں نہ انسان تھا، نہ فرشتے اور نہ آسمان تھا، نہ زمین، صرف ایک ذات اللہ تعالیٰ اپنی تمام کامل صفات کے ساتھ موجود تھے۔

(۲) پھر اس بے مثال اللہ تعالیٰ نے اپنی چاہت وارادے سے زمین، آسمان اور تمام کائنات اور حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کو پیدا کیا۔

(۳) اس دنیا کی ہر چیز کے پیدا کرنے والے، ان میں تصرف کرنے

والے اور تربیت کرنے والے وہی اللہ تعالیٰ ہیں ، وہ جس کو جیسا چاہتے ہیں ویسا پیدا کرتے ہیں اور جس کو جب اور جس طرح چاہتے ہیں فنا کر دیتے ہیں ، اس کے علم وارادے کے بغیر کوئی ذرہ موجود نہیں ہوسکتا ہے اور کوئی ہل بھی نہیں سکتا۔ ساری مخلوق اس کے سامنے عاجز اور ہر ضرورت میں اسی کی محتاج ہے۔

④ اس نے انسان کو اپنی اطاعت و بندگی کے لیے اور مخلوق میں عدل وانصاف کے لیے پیدا کیا ہے اور اس فریضہ کو آسانی کے ساتھ ادا کرنے کے لیے اس کو زمین میں حکومت والا اور دوسری مخلوق پر اونچا مقام عطا فرمایا۔

⑤ انسان جب مرجاتا ہے تو اس کا یہ مٹی سے بنا ہوا جسم تو ختم ہو جاتا ہے ، مگر اس کی روح اس طرح (کہ ہم کو پتہ نہ چل سکے) زندہ اور باقی رہتی ہے ، جو اپنی زندگی کی نیکی اور برائی کی جزا و سزا کو پاتی ہے۔

⑥ عنقریب ایک وقت آنے والا ہے کہ دنیا میں انسان کے پیدا ہونے اور مرنے کا یہ سلسلہ ختم ہو جائے گا اور دنیا کا یہ سارا نظام درہم برہم ہو کر ختم ہو جائے گا۔

اِس عالم کے ختم ہونے کے بعد پھر ایک نئے ہمیشہ کے عالم میں انسان کو دوبارہ ہمیشہ کی زندگی کے ساتھ زندہ کیا جائے گا۔ اس دن کو قیامت ، آخرت اور بدلہ کا دن کہتے ہیں ۔ یہ دن بڑا ہی ہولناک دن ہوگا جس کی تکلیفوں کو ابھی ہم سمجھ بھی نہیں سکتے۔

اس دن کی مشکلات سے بچ کر راحت وسکون والی ہمیشہ کی زندگی

وہاں صرف ان لوگوں کو حاصل ہوگی جو اس دنیوی زندگی کو اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری اور اطاعت میں گزار چکے ہوں گے اور جنھوں نے اس دنیا میں اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں گزاری ہوگی ان کو اس دن سخت سزا اور عذاب میں رکھا جائے گا۔

⑦ اِن تمام باتوں کو جاننا انسان کی کمزور عقل کے بس میں نہیں ہے؛ اس لیے اس مہربان خالق نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے بعد ان کی اولاد میں الگ الگ وقت میں پاکیزہ عادت والے نیک انسانوں کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور ان پیغمبروں پر اپنے خاص فرشتے حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعہ اپنی کتابیں نازل کی ہیں، ان کتابوں میں اللہ تعالیٰ کی وہ سب ہدایتیں موجود ہیں جن کی انسانی زندگی کے ہر ایک شعبے میں ضرورت پڑتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے یہاں سے آئی ہوئی ہدایات اور احکام کی تشریح اور وضاحت ہر زمانے کے پیغمبر نے عام انسانوں کے سامنے اپنی پیاری بات اور اپنے عمل سے کی ہے۔ آخر میں ہمارے پیارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بڑا کام انجام دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے فرمائی ہوئی یہ باتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کام کر کے دکھائے اس کو ''حدیث'' کہتے ہیں۔

بس یہی آسمانی کتابیں اور رسولوں کی باتیں (حدیث) مسلمانوں کی زندگی کے ہر ایک شعبے میں ان کی رہنمائی کرتی ہیں اور مسلمان ان ہدایات کی اطاعت و پیروی کو اپنا دین، اپنا فریضہ اور آخرت میں نجات کا ذریعہ مانتے ہیں۔

دوسرا باب: عبادات

ضروری مسائل

روزے کا بیان

صبح صادق سے لے کر سورج ڈوبنے تک نیت کے ساتھ کھانے پینے اور بیوی سے جماع کو چھوڑ دینے کا نام "روزہ" ہے۔

صبح صادق سے لے کر سورج ڈوبنے تک روزے کا وقت ہوتا ہے۔

روزے کی قسمیں:

① فرضِ معین: رمضان شریف کے روزے فرضِ معین (Fix) ہیں؛ یعنی رمضان کے دنوں میں رکھنا فرض ہے۔

② فرضِ غیر معین: رمضان شریف کے روزے اگر چھوٹ جائیں تو ان کی قضا فرض ہے؛ لیکن ان کی قضا کسی خاص دنوں میں فرض نہیں ہے؛ اس لیے ان کو فرضِ غیر معین کہتے ہیں۔

③ واجبِ معین: کسی خاص دن یا خاص تاریخ میں روزہ رکھنے کی منّت مانے تو اس دن یا اس تاریخ میں روزہ رکھنا واجب ہوتا ہے، اس کو واجبِ معین کہتے ہیں، جیسے کسی نے منت مانی کہ اگر میں امتحان میں اوّل نمبر سے کامیاب ہوا تو اللہ کے واسطے جمعرات کے دن یا مثلاً شعبان کی پہلی تاریخ کو روزہ رکھوں گا تو اب اس کے لیے اس متعین دن کا روزہ رکھنا ضروری ہے۔

④ واجبِ غیر معین: کفّارے کے روزے اور غیر متعین منّت کے روزے، مثلاً کسی نے منّت مانی کہ: اگر میں امتحان میں اول نمبر سے کامیاب

ہوا تو اللہ کے واسطے ایک روزہ رکھوں گا؛ لیکن دن یا تاریخ طے نہیں کی تو یہ واجبِ غیر معین ہے۔

۵ سنت روزے: جن دنوں کے روزے آپ ﷺ سے رکھنا ثابت ہے یا جن روزوں کا ثواب آپ ﷺ نے بتایا ہے انھیں ''سنت'' کہتے ہیں، جیسے عاشورہ کے دو روزے؛ یعنی محرم کی نویں اور دسویں تاریخ کے روزے اور عرفہ؛ یعنی ذی الحجہ کی نویں تاریخ کا روزہ اور ایامِ بیض؛ یعنی ہر مہینے کی تیرھویں، چودھویں، پندرھویں تاریخوں کے روزے۔

چوں کہ ان تاریخوں میں چاند پورا چمکتا ہوا ہوتا ہے؛ اس لیے ایامِ بیض؛ یعنی سفید دن کہتے ہیں۔

۶ مستحب روزے: فرض، واجب اور سنت روزوں کے علاوہ تمام روزے مستحب ہیں؛ لیکن ان میں کچھ روزے ایسے ہیں جن میں ثواب زیادہ ہے، جیسے شوال کے چھ روزے اور جمعرات اور پیر کے دن کے روزے۔

۷ مکروہ روزے: صرف سنیچر کے دن کا روزہ، یا صرف دسویں محرم کا روزہ، نوروز کے دن کا روزہ، شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کا نفل روزہ رکھنا، یہ سب مکروہ روزے ہیں۔

نوٹ: ''نَو روز'' یہ پارسیوں کا تہوار ہے، کیلنڈر میں اس کا دن چھپا ہوا ہوتا ہے، گجراتی میں اس کو ''પતેતી'' کہتے ہیں۔

۸ حرام روزے: پورے سال میں پانچ روزے حرام ہیں: عید

الفطر کے دن، عید الاضحیٰ اور اس کے بعد تین دن؛ یعنی ذی الحجہ کی گیارھویں، بارھویں اور تیرھویں تاریخ کے دن روزہ رکھنا حرام ہے۔

روزے کی فضیلت

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: روزہ میرے لیے ہی ہوتا ہے اور اس کا بدلہ بھی خاص طور پر میں ہی دوں گا۔

روزے دار اللہ تعالیٰ کے لیے کھانا، پینا اور اپنی دوسری خواہشیں چھوڑتا ہے۔ اگر وہ پردے کے پیچھے چھپ کر پانی پینا چاہتا تو پی سکتا تھا؛ مگر وہ ایسی بند کوٹھری میں۔ جہاں کوئی دیکھنے والا نہیں، صرف اللہ ہی دیکھنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی پوری کرتا ہے؛ اس لیے روزے کا بڑا ثواب ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ: جنت کے آٹھ دروازے ہیں، ان میں سے ایک دروازے کا نام "بَابُ الرَّيَّانْ" ہے، وہ روزہ داروں کے لیے خاص ہوگا۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ: روزہ داروں کو دو خوشی ملتی ہیں: ایک افطار کے وقت اور دوسری اپنے رب سے ملاقات کے وقت، اور وہ آخرت میں ہوگی اور اس وقت اللہ تعالیٰ کی زیارت بھی نصیب ہوگی۔

رمضان المبارک

جس طرح پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں اسی طرح رمضان المبارک کے روزے بھی فرض ہیں، روزہ نہ رکھنے میں بہت بڑا گناہ ہوتا ہے اور اگر کوئی

رمضان کے روزے کو فرض ماننے سے انکار کردے تو وہ کافر ہوجاتا ہے۔

رمضان شریف وہ برکت والا مہینہ ہے جس میں قرآن شریف آسمان سے زمین پر اترا۔

رمضان میں نیکیوں کا ثواب بڑھ جاتا ہے، نفل نماز کا ثواب فرض کے برابر اور فرض نماز کا ثواب ستّر (۷۰) درجہ زیادہ ہوجاتا ہے۔

دوسری نیکیوں کا بھی یہی حساب ہے۔

رمضان کے مہینے میں ایک رات ہے جس کا نام ''لیلۃ القدر'' ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے اور یہ رات عام طور پر رمضان المبارک کے آخری دس (۱۰) دن میں ہوتی ہے۔

سوالات اور جوابات

سوال: رمضان شریف کے روزے کن لوگوں پر فرض ہیں؟

جواب: ہر مسلمان عقل مند، بالغ مرد اور عورت پر فرض ہے، عذر کے بغیر چھوڑنے والا گنہگار اور فاسق ہے۔

سوال: نابالغ بچے کو روزے کا حکم کرسکتے ہیں؟

جواب: نابالغ بچے پر روزہ فرض نہیں ہے؛ لیکن عادت ڈالنے کے لیے بالغ ہونے سے پہلے ہی روزہ رکھوانے اور نماز پڑھوانے کا شریعت میں حکم ہے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ:

جب بچہ سات (۷) سال کا ہو جائے تو اُسے نماز کا حکم کرو اور جب دس برس کا ہو جائے تو اُسے نماز کے لیے (اگر ضرورت ہو تو) مارنا بھی چاہیے۔

اسی طرح جب روزہ رکھنے کی طاقت ہو جائے تو جتنے روزے رکھ سکتا ہو اُتنے روزے اُس سے رکھوانے چاہییے۔

سوال: شرعی عذر بتایئے جن میں روزہ نہ رکھنا جائز ہو جاتا ہے۔

جواب: ① وہ شرعی مسافر جو ۴۸ میل (تقریباً ۷۷.۵ کلومیٹر) یا اس سے زیادہ سفر کا ارادہ رکھتا ہو، اس کو سفر کی حالت میں روزہ نہ رکھنا جائز ہے؛ لیکن اگر سفر میں تکلیف نہ ہو تو روزہ رکھنا افضل ہے۔

② ایسی بیماری جس میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو یا بیماری بڑھ جانے کا اندیشہ ہو۔

③ حاملہ ہونا؛ جب کہ عورت کو یا پیٹ میں موجود بچے کو روزے سے نقصان پہنچنے کا پکّا خیال ہو۔

④ دودھ پلانا؛ جب کہ دودھ پلانے والی کو یا بچے کو روزے سے نقصان ہوتا ہو۔

⑤ روزے کی وجہ سے اتنی بھوک یا پیاس لگی ہو کہ جان نکل جانے کا ڈر ہو جائے۔

⑥ حیض یا نفاس کی حالت میں روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔

⑦ بہت بوڑھا ہونا۔

ان تمام عذروں کی وجہ سے اگر رمضان شریف کا روزہ نہ رکھے تو گناہ نہیں ہوگا؛ لیکن روزہ معاف نہیں ہے، بعد میں ان روزوں کی قضا واجب ہے۔

لیکن آخری صورت؛ یعنی انسان بہت بوڑھا ہو اور روزہ رکھنے کی بالکل طاقت نہ ہو اور قضا کی بھی طاقت نہ ہو تو فدیہ واجب ہوتا ہے۔

فدیہ کی مقدار آگے روزے کی قضا کے بیان میں ان شاء اللہ! آپ پڑھو گے۔

حیض اور نفاس کی حالت میں روزہ رکھنا ہی جائز نہیں ہے اور ان کی موجودگی میں روزہ ہوتا ہی نہیں ہے؛ بلکہ روزہ نہ رکھنا ضروری ہے۔

ہاں! بعد میں عورتوں پر ان روزوں کی قضا ضروری ہے اور قضا کی صورت میں بھی ان شاء اللہ! رمضان جیسا ہی ثواب ملے گا۔

نیت کا بیان

سوال: کیا روزے میں نیت کرنا ضروری ہے؟

جواب: ہاں! روزے کے لیے نیت کرنا شرط ہے، اگر نیت کیے بغیر صبح صادق سے لے کر غروب تک کھانے، پینے اور جماع سے بچا رہا تو روزہ نہیں ہوگا۔

سوال: نیت کس وقت کرنی ضروری ہے؟

جواب: رمضان شریف، نذرِ معین، سنت اور نفل روزوں میں صبح صادق

سے پہلے نیت کرنا بہتر ہے اور اگر شرعی آدھے دن سے پہلے نیت کرلے تو بھی جائز ہے۔

فائدہ: صبح صادق سے لے کر سورج ڈوبنے تک کا وقت ''شرعی دن'' ہے اور سورج نکلنے سے لے کر ڈوبنے تک کا وقت عام بول چال کا دن ہے۔

رمضان کے قضا روزے اور ایسی منت جو متعین نہ ہو اور کفارے کے روزوں کی نیت کرنا صبح صادق سے پہلے ضروری ہے۔

روزہ توڑنے والی چیزوں کا بیان

(۱) رمضان شریف کے مہینے میں روزہ رکھ کر ایسی چیز۔ جو کھانے، پینے کے کام آتی ہو یا دوا یا لذت کے طور پر استعمال کی جاتی ہے۔ پورے ارادے کے ساتھ کھا، پی لینے سے یا بیوی سے جماع کرنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضا اور کفارہ دونوں ضروری ہوں گے۔

(۲) کسی نے زبردستی روزے دار کے منہ میں کوئی چیز ڈال دی اور وہ گلے سے اُتر گئی تو قضا ضروری ہوگی، کفارہ نہیں ہوگا۔

(۳) قے آئی اور پورے ارادے سے گلے میں لوٹا لی یا جان بوجھ کر منہ بھر قے کر ڈالی، اسی طرح کنکر یا پتھر کا ٹکڑا یا کاغذ کا ٹکڑا یا مٹی جان بوجھ کر نگل لیا تو ان تمام صورتوں میں روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضا لازم ہوگی، کفارہ نہیں ہوگا۔

④ دانتوں میں رہی ہوئی چیز کو زبان سے نکال کر نگل گیا تو اگر وہ چنے کے دانے کے برابر ہو تو روزہ ٹوٹ گیا، قضا ہوگی، کفارہ نہیں ہوگا اور اگر چنے سے کم ہو تو روزہ نہیں ٹوٹے گا؛ لیکن اگر منہ سے باہر نکال کر پھر نگل جائے تو -چاہے چنے سے کم ہو- روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضا ضروری ہوگی۔

⑤ دانتوں سے نکلے ہوئے خون کو نگل لیا اور خون تھوک سے زیادہ ہے تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضا ضروری ہوگی۔

⑥ بھولے سے کھانے اور پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا؛ لیکن بھولے سے کھانے یا پینے کے بعد یہ سمجھ کر کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر جان بوجھ کر کھایا- پیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضا ضروری ہوگی، کفارہ نہیں ہوگا۔

⑦ یہ سمجھ کر کہ ابھی صبح صادق نہیں ہوئی سحری کھائی، پھر معلوم ہوا کہ صبح صادق ہوگئی تھی تو قضا ضروری ہوگی۔

⑧ بادل یا غبار کی وجہ سے -یہ سمجھ کر کہ سورج ڈوب گیا- افطار کرلیا؛ حالاں کہ ابھی دن باقی تھا تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضا لازم ہوگی۔

روزے کی قضا کا بیان

سوال: روزے کی قضا کب رکھنی چاہیے؟

جواب: جب وقت ملے تو جتنا ہو سکے جلدی روزہ رکھ لینا بہتر ہے، بلا وجہ دیر کرنا بُری بات ہے۔

سوال: قضا روزے لگاتار رکھنے ضروری ہیں یا نہیں؟

جواب: چاہے لگاتار رکھے، چاہے درمیان میں فاصلہ کر کے، دونوں طرح جائز ہے۔

سوال: اگر پہلے رمضان کے روزے قضا کرنے باقی تھے اور دوسرا رمضان آ گیا تو کیا کرے؟

جواب: پہلے اِس رمضان کے روزے رکھے اور رمضان کے بعد پہلے روزوں کی قضا رکھے۔

سوال: نفلی روزہ رکھ کر توڑ دے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اُس کی قضا رکھنا واجب ہے؛ کیوں کہ نفلی نماز اور نفلی روزہ شروع کرنے کے بعد ضروری ہو جاتے ہیں۔

سوال: اگر قضا روزے رکھنے کی طاقت نہ ہو تو کیا کرے؟

جواب: اگر آدمی اتنا بوڑھا ہو گیا ہے کہ روزہ رکھنے کی بالکل طاقت نہیں ہے اور آئندہ طاقت آنے کی امید نہیں رہی یا ایسا بیمار ہے کہ تندرستی کی اُمید جاتی رہی تو ان صورتوں میں روزوں کا فدیہ دے دینا جائز ہے۔

سوال: روزے کا فدیہ کیا ہے؟

جواب: ہر روزے کے بدلے میں پونے دو کلو گیہوں یا ساڑھے تین کلو جَو یا ان میں سے کسی کی قیمت یا ان کی قیمت کے برابر کوئی اناج، مثلاً چاول، جُوار، باجرہ وغیرہ دے دے۔

سوال: ایک شخص کے ذمّے کچھ روزے قضا تھے، اس کا انتقال ہوگیا تو کوئی آدمی اس کی طرف سے روزہ رکھ لے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: نہیں! مرنے والے کے ذمّے روزے باقی رہیں گے؛ البتہ وارث ان روزوں کا فدیہ دے دیں تو جائز ہے۔

مسئلہ: نماز جب تک سر کے اشارے سے پڑھ سکتا ہو اس وقت تک اشارے سے ادا کرنا فرض ہے، نماز ادا کیے بغیر انتقال ہوگیا تو ان نمازوں کا فدیہ دیا جا سکتا ہے اور ہر فرض یا واجب نماز کا فدیہ بھی وہی ہے جو روزے کا فدیہ ہے۔

اور اگر سر کے اشارے سے بھی نماز ادا کرنے کی طاقت نہ ہو اور اسی حال میں انتقال کر جائے یا چھ یا اس سے زیادہ نمازوں کا وقت گذر جائے تو اس حالت کی نمازیں فرض نہیں ہے؛ لہذا اس کا فدیہ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

کفارے کا بیان

سوال: روزہ توڑنے کا کفارہ کیا ہے؟

جواب: روزے کا کفارہ یہ ہے کہ:

① ایک غلام آزاد کرے؛ لیکن ابھی یہ غلاموں کا زمانہ نہیں ہے۔

② دو مہینے کے لگاتار روزے رکھے۔

③ اگر دو مہینے کے روزے رکھنے کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ (۶۰) مسکینوں

کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے یا پونے دو کلو گیہوں یا اس کی قیمت، یا ساڑھے تین کلو جَو یا اس کی قیمت ہر ایک ساٹھ مسکینوں کو دے دے۔

سوال: ساٹھ مسکینوں کا اناج ایک ہی مسکین کو دینا درست ہے یا نہیں؟

جواب: اگر ایک مسکین کو ساٹھ دن تک ہر روز ایک دن کا اناج دیا جائے یا اُس کو ساٹھ دن تک صبح اور شام دونوں وقت کا کھانا کھلایا جائے تو جائز ہے؛ لیکن اگر اسے ایک دن میں ایک دن سے زیادہ کا اناج یا قیمت دی جائے تو ایک دن کا صحیح ہوگا اور ایک دن سے جتنا زیادہ دیا ہے اسے کفارہ کی گنتی میں نہیں لایا جائے گا۔

سوال: اگر ایک رمضان کے کئی روزے توڑ ڈالے تو کیا حکم ہے؟

جواب: تمام کی طرف سے ایک ہی کفارہ ضروری ہوگا۔

اعتکاف کا بیان

سوال: اعتکاف کس کو کہتے ہیں؟

جواب: ایسی مسجد میں جس میں پانچوں نمازیں جماعت کے ساتھ پابندی سے ہوتی ہے عبادت سمجھ کر نیت کے ساتھ ٹھہرے رہنے کو اعتکاف کہتے ہیں۔

سوال: عورت کہاں اعتکاف کرے؟

جواب: اپنے گھر میں جس جگہ نماز پڑھتی ہو اعتکاف کی نیت کر کے اسی جگہ پر ہر وقت رہا کرے، پائخانہ، پیشاب کے علاوہ اور کسی کام کے لیے

اُس جگہ سے اُٹھ کر مکان کے صحن یا اور کسی دوسرے حصے میں نہ جائے اور اگر گھر میں نماز کی کوئی خاص جگہ پہلے سے طے نہ ہو تو اعتکاف شروع کرنے سے پہلے ایسی جگہ بنالے اور پھر اس جگہ اعتکاف کرے۔

سوال: اعتکاف کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: اعتکاف کی تین قسمیں ہیں:

(۱) واجب (۲) سنتِ مؤکدہ (۳) مستحب۔

(۱) **واجب اعتکاف:** نذر کا اعتکاف واجب ہے، مثلاً کسی نے منت مانی کہ: میں اللہ تعالیٰ کے واسطے تین دن کا اعتکاف کروں گا یا اس طرح کہا کہ: اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو اللہ کے واسطے دو دن کا اعتکاف کروں گا۔

(۲) **سنتِ مؤکدہ:** رمضان شریف کے آخری عشرے کا اعتکاف کرنا سنتِ مؤکدہ ہے، اس کی ابتدا بیس رمضان کی شام سورج ڈوبنے کے وقت سے ہوتی ہے اور عید کا چاند دیکھتے ہی ختم ہو جاتا ہے، چاند چاہے ۲۹ رتاریخ کا ہو یا ۳۰ رکا، دونوں صورتوں میں سنت ادا ہو جائے گی۔

یہ اعتکاف سنتِ مؤکدہ علی الکفایہ ہے؛ یعنی بستی کے بعض لوگوں کے کر لینے سے سب کے ذمّے سے ادا ہو جاتا ہے۔

(۳) **مستحب اعتکاف:** واجب اور سنتِ مؤکدہ کے علاوہ سب اعتکاف مستحب ہیں اور سال کے تمام دنوں میں اعتکاف جائز ہے۔

مسجد میں جب بھی داخل ہوں تو اعتکاف کی نیت کر لینی چاہیے۔

سوال: اعتکاف کے صحیح ہونے کی کیا شرطیں ہیں؟
جواب: اعتکاف کے صحیح ہونے کی یہ شرطیں ہیں:

① مسلمان ہونا۔
② بڑی ناپاکی جس سے غسل ضروری ہوتا ہے اس سے اور حیض اور نفاس سے پاک ہونا۔
③ عقل والا ہونا۔
④ نیت کرنا۔
⑤ ایسی مسجد میں اعتکاف کرنا جہاں جماعت کی نماز ہوتی ہو۔

یہ باتیں ہر قسم کے اعتکاف کے لیے شرط ہیں اور واجب اعتکاف کے لیے روزہ بھی شرط ہے، بغیر روزہ کے واجب اعتکاف درست نہیں ہے۔

مسئلہ: واجب اعتکاف کے لیے چوں کہ روزہ شرط ہے؛ اس لیے اس کا وقت کم از کم ایک دن ہے، سو ایک دن سے کم مثلاً دو چار گھنٹے یا صرف رات کے اعتکاف کی منّت ماننا صحیح نہیں ہے۔

مسئلہ: جو اعتکاف سنتِ مؤکدہ ہے اس کا وقت رمضان شریف کا آخری عشرہ ہے۔

مسئلہ: پائخانہ، پیشاب کے لیے نکلنا، فرض غسل کے لیے نکلنا، اگر ایسی مسجد میں اعتکاف ہو جہاں جمعہ نہ ہوتا ہو تو جمعہ کی نماز کے لیے زوال کے وقت یا اتنی دیر پہلے نکلنا کہ جامع مسجد پہنچ کر خطبہ سے پہلے چار سنتیں اور دو

رکعت تحیۃ المسجد پڑھ سکے تو ان چیزوں کی اعتکاف میں اجازت ہے۔

مسئلہ: مسجد میں کھانا پینا اور سونا جائز ہے، اسی طرح کوئی حاجت کی چیز خریدنا اس طرح کہ وہ چیز مسجد میں حاضر نہ ہو، اسی طرح نکاح کرنا جائز ہے۔

مسئلہ: بغیر عذر پکّے ارادے کے ساتھ یا غلطی سے مسجد سے باہر نکلنا، یا بیماری کے ڈر سے مسجد سے نکلنا، اعتکاف کی حالت میں جماع کرنا، کسی عذر سے باہر نکل کر ضرورت سے زیادہ ٹھہرنا، جیسے پیشاب یا پاخانہ کے لیے گیا اور ضرورت سے فارغ ہونے کے بعد گھر میں کچھ دیر ٹھہر گیا تو ان تمام صورتوں میں اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

مسئلہ: واجب اعتکاف ٹوٹ جائے تو اس کی قضا واجب ہوگی۔

مسئلہ: سنت اعتکاف ٹوٹ جائے تو قضا واجب نہیں ہوگی۔؟؟؟

مسئلہ: نفل اعتکاف ٹوٹتا نہیں؛ بلکہ ختم ہو جاتا ہے؛ کیوں کہ اس کا وقت متعین نہیں؛ بلکہ ایک دو منٹ کا بھی ہو سکتا ہے۔

منّت ماننے کا بیان

سوال: منّت ماننا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے اور منّت مان کر اس کا پورا کرنا واجب ہے۔

سوال: کیا ہر منّت کا پورا کرنا ضروری ہے؟

جواب: جو منّت شریعت کے خلاف کام کی ہو اس کا پورا کرنا جائز نہیں

ہے، مثلاً کسی نے چوری کرنے کی منّت مانی تو اس کا پورا کرنا جائز نہیں ہے۔

سوال: منّت صحیح ہونے کی شرطیں کیا ہیں؟

جواب: منّت صحیح ہونے کی یہ شرطیں ہیں:

(۱) منت کسی عبادت کی ہو، مثلاً میرا فلاں کام ہو گیا تو اللہ کے واسطے دو رکعت نماز پڑھوں گا یا روزہ رکھوں گا، مال یا پیسے صدقہ کروں گا یا اتنے مسکینوں کو کھانا کھلاؤں گا۔

(۲) جس چیز کی منّت مانی ہے اس کے پورا کرنے کی طاقت بھی ہو؛ ورنہ منّت صحیح نہ ہوگی، جیسے منّت مانے کہ: اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں فلاں کے گھر کا مال؛ یعنی دوسرے کا مال صدقہ کروں گا، یہ منّت صحیح نہیں ہے: اس لیے کہ یہ اس کی طاقت سے باہر ہے؛ کیوں کہ دوسرے کے گھر کا مال اس کی مالکی میں نہیں ہے۔

سوال: کسی پیر یا ولی کی منّت ماننی کیسی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی منّت ماننا حرام ہے؛ کیوں کہ منّت بھی ایک طرح کی عبادت ہے اور عبادت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لیے نہیں ہے۔

زکوٰۃ کا بیان

نماز اور روزے بدن سے ادا ہوتے ہیں اور زکوۃ مال سے ادا کی جاتی ہے؛ اس لیے نماز اور روزے کو عبادتِ بدنیہ (یعنی بدنی عبادت) اور زکوۃ کو عبادتِ مالیہ (یعنی مالی عبادت) کہتے ہیں۔

سوال: زکوۃ کسے کہتے ہیں؟

جواب: مال کے اُس خاص حصے کو زکوۃ کہتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فقیروں اور محتاجوں وغیرہ کو دے کر انھیں مالک بنا دیا جائے۔

زکوٰۃ دینا فرض ہے، قرآنِ مجید کی آیتوں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثوں سے اس کا فرض ہونا ثابت ہے، جو شخص زکوٰۃ کے فرض ہونے کا انکار کرے وہ کافر ہے۔

سوال: زکوٰۃ کب فرض ہوتی ہے؟

جواب: زکوٰۃ کے فرض ہونے کے لیے یہ چیزیں ضروری ہیں:

۱ مسلمان ہونا۔

۲ آزاد ہونا۔

۳ عقل مند ہونا۔

۴ بالغ ہونا۔

۵ اصلی ضرورتوں سے زیادہ نصاب کا مالک ہونا۔

⑥ قرض سے بچا ہوا ہونا۔

⑦ مالک بننے کے بعد نصاب پر ایک سال گزر جانا۔

یہ سب زکوٰۃ فرض ہونے کے لیے ضروری ہیں؛ لہذا کافر، غلام، پاگل اور نابالغ بچے کے مال میں زکوٰۃ نہیں ہے، اسی طرح کسی کے پاس نصاب سے کم مال ہو یا نصاب کے برابر ہو؛ لیکن قرض دار ہو، یا مال سال بھر تک باقی نہیں رہا یا نصاب کا مالک بننے کے بعد ابھی تک سال نہیں گذرا تو ان صورتوں میں زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی۔

نصاب کا بیان

سوال: کس کس مال میں زکوٰۃ فرض ہے؟

جواب: سونا، چاندی؛ چاہے سونا، چاندی کے سکے ہوں یا زیورات یا برتن یا ٹکڑے وغیرہ، خلاصہ یہ کہ سونا، چاندی کی تمام چیزوں میں، اسی طرح ہر قسم کے تجارت کے مال میں زکوٰۃ فرض ہے۔

سوال: چاندی کا نصاب کیا ہے؟

جواب: چاندی کا نصاب ۶۱۲ رگرام اور ۳۶۰ رملی گرام چاندی ہے۔

سوال: سونے کا نصاب کیا ہے؟

جواب: سونے کا نصاب ۸۷ رگرام ۴۸۰ رملی گرام ہے۔

سوال: تجارت کے مال کا کیا نصاب ہے؟

جواب: تجارت کے مال کی سونے یا چاندی سے قیمت لگائیں، پھر چاندی یا سونے کے نصاب میں سے جس سے غریبوں کا فائدہ ہو اُس نصاب کو قائم کر کے اس کے حساب سے زکوٰۃ ادا کریں گے، جیسے آج کل چاندی کے نصاب کا اعتبار ہوتا ہے؛ چونکہ چاندی کا نصاب کم روپے سے ہو جاتا ہے؛ اس لیے ۶۱۲ رگرام اور ۳۶۰ رملی گرام چاندی کے برابر روپے یا اتنی قیمت کا تجارت کا سامان ۔جس کو تجارت کے ارادے سے خریدا گیا ہو۔تجارت کے سامان کا نصاب ہے۔

سوال: تجارت کا مال کس کو کہتے ہیں؟

جواب: جو مال بیچنے اور نفع کمانے کے لیے ہو وہ تجارت کا مال ہے؛ چاہے وہ کسی بھی قسم کا ہو؛ یہاں تک کہ اینٹیں، پتھر، مٹی، یا مٹی کے برتن، یا گھاس پھونس اگر ان کی تجارت کی جاتی ہے تو ان پر بھی زکوٰۃ ضروری ہوگی۔

سوال: زکوٰۃ میں کتنا مال دینا چاہیے؟

جواب: جتنا مال ہو اس کا ''چالیسواں حصہ'' زکوۃ میں دینا فرض ہے، مثلاً سو روپے میں ڈھائی روپے۔

سوال: اگر کسی کے پاس تھوڑی سی چاندی اور تھوڑا سا سونا ہے، دونوں میں سے نصاب کسی کا بھی پورا نہیں تو اس پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں سونے کی قیمت چاندی کی قیمت سے ملا کر دیکھو کہ دونوں میں سے کسی کا نصاب پورا ہوتا ہے؟ تو جس کا نصاب پورا ہوتا

ہو اس کے حساب سے زکوٰۃ ادا کریں گے اور اگر قیمت ملانے کے باوجود دونوں میں سے کسی کا نصاب پورا نہ ہو تو زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔

اسی طرح سونا اور روپے یا چاندی اور روپیے ہو اور دونوں کو ملا کر چاندی کے نصاب کی قیمت کے برابر ہو جائے تو زکوٰۃ فرض ہے۔

نوٹ: فلیٹ، زمین اور پلاٹ اس نیت سے خریدے ہوں جب قیمت زیادہ ہوگی تب بیچ دیں گے تو وہ بھی تجارت کا ہو گیا، اس میں بھی زکوٰۃ فرض ہے۔

مسائل

① چاندی کی زکوٰۃ اگر چاندی سے ادا کی جائے تو وزن کا اعتبار ہوگا، جیسے کسی کے پاس ایک کلو چاندی ہے تو اس کا چالیسواں حصہ وزن کے اعتبار سے ۲۵ رگرام چاندی ہے؛ لہذا ۲۵ رگرام چاندی کا ٹکڑا بطورِ زکوٰۃ ادا کرے؛ لیکن اگر اتنی ہی چاندی کی قیمت کی کوئی دوسری چیز مثلاً کپڑا یا اناج یا اتنا روپیہ پیسہ دینا بھی درست ہے۔

② کسی کے پاس چاندی کے زیور یا برتن ہیں جن کا وزن مثلاً ۱۰۰ ر تولہ ہے تو ڈھائی تولہ چاندی دینا فرض ہوگا؛ لیکن اگر ڈھائی تولہ چاندی کے بجائے اس کی قیمت کا کپڑا یا اناج خرید کر دے دیں تو بھی درست ہے۔

اس سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: بہتر اور افضل وہ ہے جو ضرورت

مند کی ضرورت کے مطابق ہو اور جس میں ضرورت مند کا فائدہ زیادہ ہو۔

مثلاً جو بھوکا ہے اس کو اناج دیں، ننگے کو کپڑا دیں، اگر بھوکے اور ننگے کو کسی نے کتابیں دے دیں تو اس کی زکوٰۃ تو ادا ہو جائے گی؛ مگر ضرورت مند کی ضرورت پوری نہیں ہوگی، وہ اپنی ضرورت پوری کرنا چاہے گا تو ان کتابوں کو آدھی یا تہائی قیمت پر بیچے گا، اس سے اس کا نقصان ہوگا۔

زکوٰۃ ادا کرنے کا بیان

سوال: زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: جتنی زکوٰۃ واجب ہوئی ہے اس کا کسی فقیر یا زکوٰۃ کے مستحق کو پورے پورا مالک بنانا ضروری ہے؛ البتہ زکوٰۃ کے مال سے کوئی چیز خرید کر فقیروں میں تقسیم کر دیں تو جائز ہے۔

کسی کام کی مزدوری میں زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔

میت کے کفن دفن میں زکوٰۃ کی رقم ادا کرنا یا زکوٰۃ کے مال سے میت کا قرضہ ادا کرنا درست نہیں ہے؛ کیوں کہ اس میں مالک بنانا نہیں پایا جاتا اور زکوٰۃ میں فقیر یا حق دار کو مال کا مالک بنانا ضروری ہے۔

سوال: زکوٰۃ کب ادا کرنی چاہیے؟

جواب: جب اسلامی حساب سے نصاب پر سال پورا ہو جائے تو فوراً زکوٰۃ ادا کرنا چاہیے، دیر لگانا اچھا نہیں ہے۔

سوال: سال گذرنے سے پہلے زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: نصاب جتنے مال کے مالک ہونے کے بعد سال کے پورا ہونے سے پہلے زکوٰۃ ادا کرنا جائز ہے۔

سوال: زکوٰۃ ادا کرتے وقت نیت کرنی ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: جب زکوٰۃ کی رقم کسی کو دیں یا کم از کم جب علیحدہ کر کے رکھیں اُس وقت نیت کرنا ضروری ہے کہ میں یہ مال زکوٰۃ میں دیتا ہوں یا زکوٰۃ کے لیے علیحدہ کرتا ہوں، اگر زکوٰۃ کا خیال نہیں تھا اور کسی کو روپیہ دے دیا اور دینے کے بعد اس کو زکوٰۃ کے حساب میں لگا لیا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

اسی طرح کسی کو قرض دیا تھا، اب اس کو زکوٰۃ کے حساب میں لگا کر معاف کرنا چاہے تب بھی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

اگر قرض کے ادا کرنے میں اس کی مدد کرنی ہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ اتنی رقم زکوٰۃ کی نیت سے مقروض کو دی جائے، پھر اس سے اپنا قرض وصول کر لیں۔

جس کو زکوٰۃ دی جائے اس کو زکوۃ ہے ایسا بتانا ضروری نہیں ہے؛ بلکہ زکوٰۃ کی نیت کر کے کسی غریب کو انعام کے طور پر یا کسی مفلس کے بچے کو عیدی کے نام سے رقم دے دی جب بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

سوال: پوری یا تھوڑی زکوٰۃ کب معاف ہوتی ہے؟

جواب: سال گذرنے کے بعد ابھی زکوٰۃ نہیں دی تھی کہ سارا مال

برباد ہو گیا یا سارا مال اللہ کے راستے میں خرچ کر دیا تو اس کی زکوٰۃ بھی معاف ہو جائے گی۔

اگر سارا مال برباد نہیں ہوا؛ بلکہ تھوڑا مال برباد ہوا یا تھوڑا مال خیرات کیا تو جتنا مال خیرات کیا یا برباد ہو گیا اس کی زکوۃ معاف ہو جائے گی اور باقی کی زکوٰۃ واجب ہو گی۔

زکوٰۃ کے مَصْرَف کا بیان

جس شخص کو زکوٰۃ دینے کی اجازت ہے اُسے زکوٰۃ کا ''مصرف'' کہتے ہیں اور زکوٰۃ کے مصارف سے وہ لوگ مراد ہیں جن کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

سوال: وہ کون کون ہیں؟

جواب: اِس زمانے میں زکوٰۃ کے مصارف یہ ہیں:

(۱) فقیر؛ یعنی وہ شخص جس کے پاس مال سامان ہے؛ لیکن نصاب کے برابر نہیں ہے۔

(۲) مسکین؛ یعنی جس کے پاس کچھ بھی نہیں۔

(۳) قرض دار؛ یعنی وہ شخص جس کے ذمے لوگوں کا قرضہ ہو اور (قرض کے علاوہ) نصاب کے برابر کوئی مال اس کے پاس نہ ہو۔

(۴) مسافر؛ یعنی جو سفر کی حالت میں محتاج ہو گیا ہو، اُسے ضرورت اور حاجت جتنی زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

سوال: کن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے؟

جواب: (۱) مال دار کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے جس پر خود زکوٰۃ فرض ہے یا نصاب کے برابر قیمت کا کوئی اور مال موجود ہے اور اس کی اصلی ضرورتوں سے زیادہ ہے، جیسے کسی کے پاس تانبے کے برتن روزانہ کی ضرورت سے زائد رکھے ہوئے ہیں اور اس کی قیمت نصاب جتنی ہے اُس کو زکوٰۃ دینا درست نہیں؛ اگرچہ خود اُس پر ان برتنوں کی زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

(۲) سید اور بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے، اگر ان کی خدمت کرنی ہے تو زکوٰۃ اور سود کے علاوہ کوئی اور رقم بطورِ ہدیہ پیش کریں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کو جو خاندانی نسبت ہے اس کے احترام کا یہی تقاضا ہے۔

(۳) اپنے ماں-باپ، دادا-دادی، نانا-نانی؛ چاہے اور اوپر کے ہوں۔

(۴) بیٹا-بیٹی، پوتا-پوتی، نواسا-نواسی، چاہے اور نیچے کے ہوں۔

(۵) شوہر اپنی بیوی کو، اور بیوی اپنے شوہر کو زکوٰۃ نہیں دے سکتی۔

(۶) غیر مسلم کو زکوٰۃ دینا درست نہیں ہے؛ البتہ زکوٰۃ کے علاوہ باقی نفلی صدقات اور خیرات وغیرہ دے سکتے ہیں۔

(۷) مال دار آدمی کی نابالغ اولاد کو بھی زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔

سوال: بنو ہاشم سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب: بنو ہاشم سے مراد حارث ابن عبد المطلب، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ، حضرت عقیل رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد مراد ہیں۔

سوال: کن کاموں میں زکوٰۃ کا مال خرچ کرنا جائز نہیں ہے؟

جواب: جن کاموں میں کسی حق دار کو مالک نہ بنایا جائے اُن میں زکوٰۃ کا مال خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔

مثلاً میت کے کفن دفن میں زکوٰۃ کا مال دینا، یا میت کا قرضہ ادا کرنا، یا مسجد کی تعمیر یا مسجد کے دوسرے ضروری کاموں میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔

مسائل

(۱) اگر کسی شخص کو مستحق سمجھ کر زکوٰۃ دے دی، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ سید تھا یا مال دار تھا تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، پھر سے دینا واجب نہیں ہے۔

(۲) کسی شخص کو مستحق سمجھ کر زکوٰۃ دے دی، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ اپنا باپ یا ماں یا اولاد میں سے کوئی تھا تو زکوٰۃ ادا ہو گئی۔

(۳) سب سے پہلے اپنے رشتے داروں کو، جیسے بھائی، بہن، بھتیجے، بھتیجیاں، بھانجے، بھانجیاں، چچا، پھوپھی، خالہ، ماموں، ساس، سسر، داماد وغیرہ میں سے جو بھی حاجت مند اور حق دار ہو ان کو دینا افضل ہے اور انھیں دینے میں بہت زیادہ ثواب ہے، ان کے بعد اپنے پڑوسیوں یا اپنے شہر کے لوگوں میں سے جو زیادہ حاجت مند ہو ان کو دینا افضل ہے، پھر جن کو دینے میں دین کا زیادہ نفع ہو ان کو دینا افضل ہوگا، جیسے دینی مدرسے کا طالبِ علم۔

(۴) زکوٰۃ ادا کرنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ جتنی زکوٰۃ واجب ہوئی ہے وہ

کسی مسلمان حق دار کو خاص اللہ کے واسطے زکوٰۃ کی نیت سے دے دیں اور اسے مالک بنادیں۔

۵ کسی شخص کو اپنی طرف سے زکوٰۃ ادا کرنے کا وکیل (نائب) بنا کر زکوۃ کی رقم دے دیں کہ وہ مستحق لوگوں پر خرچ کردے یہ بھی جائز ہے۔

۶ کسی کے پاس ایک مکان ہے جس میں وہ رہتا ہے یا اس کے کرایہ سے وہ اپنا گزارا کرتا ہے، اُس کے علاوہ اس کے پاس کوئی مال نہیں ہے؛ بلکہ تنگی کی حالت میں ہے اُسے زکوٰۃ دینا جائز ہے؛ کیوں کہ یہ مکان اس کی اصلی حاجت میں داخل ہے؛ البتہ اس کے پاس اصلی حاجت سے زائد مال ہو اور وہ نصاب جتنا ہو تو اُسے زکوٰۃ لینا جائز نہیں ہے۔

صدقۂ فطر کا بیان

صدقۂ فطر کے معنی: وہ صدقہ جو رمضان کے ختم پر روزہ کھل جانے کی خوشی اور شکریہ کے طور پر ادا کریں، اُسے ''صدقۂ فطر'' کہتے ہیں۔

عید الفطر کے معنی: خوشی منانے کا وہ دن جو رمضان کے ختم پر روزہ کھلنے کی خوشی اور شکریہ کے طور پر منائیں، اُس کو ''عید الفطر'' کہتے ہیں۔

صدقۂ فطر کی مقدار

۱ گیہوں یا گیہوں کا آٹا، یا ستّو، نئے حساب سے ایک کلو ۷۵۰ / گرام۔

(۲) جَو یا جَو کا آٹا یا جَو کے ستّو ، ۳ر کلو ۵۰۰ ر گرام (ساڑھے تین کلو)۔

(۳) گیہوں اور جَو کے علاوہ اور کوئی اناج ، جیسے چاول ، باجرہ ، جوار وغیرہ دیا جائے تو اتنا دیا جائے جتنا پونے دوکلو گیہوں یا ساڑھے تین کلو جَو کی قیمت میں آتا ہو، یہ ایک شخص کا صدقۂ فطر ہے۔

(۴) کھجور اور کشمش اگر دینا ہو تو ۳ر کلو ۵۰۰ ر گرام (ساڑھے تین کلو)۔

صدقۂ فطر واجب ہونے کا وقت

عید کے دن صبح صادق ہوتے ہی یہ صدقہ واجب ہوتا ہے؛ لہٰذا جو شخص صبح صادق سے پہلے مرگیا اُس کے مال میں سے صدقۂ فطر نہیں دیا جائے گا اور جو بچہ صبح صادق سے پہلے پیدا ہوا ہو اُس کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کیا جائے گا۔

سوالات وجوابات

سوال: صدقۂ فطر کس پر واجب ہوتا ہے؟

جواب: ہر مسلمان آزاد پر -مرد ہو یا عورت - جب کہ وہ نصاب جتنے مال کا مالک ہو صدقۂ فطر واجب ہوتا ہے، اگر وہ کسی وجہ سے رمضان کے روزے نہیں رکھ سکا تب بھی اس پر صدقۂ فطر واجب ہے۔

سوال: صدقۂ فطر کس کس کی طرف سے دینا واجب ہے؟

جواب: ہر نصاب کے مالک شخص پر اپنی طرف سے اور اپنی نابالغ

اولاد کی طرف سے صدقۂ فطر دینا واجب ہے؛ لیکن نابالغ بچوں کا اپنا مال ہو تو ان کے مال میں سے ادا کرے۔

سوال: صدقۂ فطر ادا کرنے کا بہتر وقت کیا ہے؟

جواب: عید کے دن عید گاہ جانے سے پہلے ادا کرنا بہتر ہے اور نماز کے بعد ادا کرے تب بھی جائز ہے اور جب تک ادا نہ کرے اُس کے ذمّے ادا کرنا واجب رہے گا؛ چاہے کتنی ہی مدت گذر جائے، اسی طرح عید کے دن سے پہلے رمضان شریف میں ادا کر دے تب بھی جائز ہے۔

سوال: صدقۂ فطر کن لوگوں کو دینا چاہیے؟

جواب: جن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اُنھیں صدقۂ فطر دینا بھی جائز ہے اور جن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے ان کو صدقۂ فطر دینا بھی جائز نہیں ہے۔

سوال: ایک آدمی کا صدقۂ فطر ایک ہی فقیر کو دینا یا تھوڑا تھوڑا کئی فقیروں کو دینا بھی جائز ہے؟

جواب: ایک آدمی کا صدقۂ فطر کئی فقیروں کو دینا بھی جائز ہے، اسی طرح کئی آدمیوں کا صدقۂ فطر ایک آدمی کو بھی دے سکتے ہیں۔

سوال: جن لوگوں پر زکوٰۃ یا صدقۂ فطر واجب ہے وہ زکوٰۃ یا صدقۂ فطر لے سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: نہیں لے سکتے، کوئی فرض یا واجب صدقہ ایسے لوگوں کو لینا جائز نہیں ہے۔

قربانی کے مسائل

مسئلہ: جس پر صدقۂ فطر واجب ہوتا ہے قربانی کی عید کے دنوں میں اسی پر قربانی واجب ہوتی ہے؛ البتہ مسافر پر قربانی واجب نہیں ہوتی۔

مسئلہ: اگر ۱۲/ ذی الحجہ کو سورج ڈوبنے سے پہلے مسافر وطن لوٹ آیا یا کہیں پندرہ روز قیام کا ارادہ کرلیا تو اس پر قربانی واجب ہوگی۔

مسئلہ: اگر ۱۲/ ذی الحجہ کو سورج ڈوبنے سے پہلے غریب آدمی نصاب کا مالک ہوگیا تو اس پر قربانی واجب ہوگی، اگر ذبح کا وقت نہ مل سکے تو اگلے روز اس کی قیمت صدقہ کرے۔

مسئلہ: قربانی صرف اپنی طرف سے واجب ہوتی ہے، اولاد کی طرف سے قربانی واجب نہیں ہوتی، اگر بیوی نصاب کی مالک ہے تو خود اُس پر اپنی قربانی واجب ہے اور یہ قربانی اپنے پاس سے کرے گی۔

مسئلہ: اگر اللہ پاک نے توفیق دی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم اور اہلِ بیت اور اپنے ماں باپ اور پیر اور استادوں کی روح کو اور امت کو ثواب پہنچانے کے لیے بھی قربانی کرنی چاہیے۔

اس طرح ثواب پہنچانا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ثابت ہے۔

مسئلہ: ذی الحجہ کی دسویں تاریخ سے لے کر ۱۲/ ذی الحجہ کے سورج ڈوبنے تک قربانی کا وقت ہے، جس دن چاہے قربانی کر سکتے ہیں؛

لیکن بہتر پہلے دن؛ یعنی دسویں ذی الحجہ کے دن قربانی کرنا ہے۔

مسئلہ: قربانی کے ان تین دنوں میں رات میں بھی قربانی کر سکتے ہیں اور دن میں بھی؛ لیکن بہتر دن میں قربانی کرنا ہے۔

مسئلہ: قربانی کرنے والا جب تک عید کی نماز سے فارغ نہ ہو جائے قربانی کرنا درست نہیں ہے؛ البتہ اگر آپ دیہات میں رہتے ہیں جہاں عید کی نماز واجب نہیں ہوتی وہاں صبح صادق کے بعد اور عید کی نماز سے پہلے بھی قربانی کی جا سکتی ہے۔

مسئلہ: ذبح کے وقت ذبح کرنے والے کو ''بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ'' کہنا ضروری ہے اور جو آدمی اس کے ساتھ جانور کو قابو میں رکھنے میں شریک ہے وہ بھی ''بسم الله، الله أكبر'' پڑھے۔

مسئلہ: قربانی کے وقت دل سے یہ ارادہ ضروری ہے کہ یہ قربانی میں اپنی طرف سے کر رہا ہوں اور نفل قربانی میں جس کو ثواب پہنچانے کے لیے یہ قربانی کر رہا ہے اس کی نیت کرے۔

مسئلہ: اگر کسی نے قربانی کی منّت مانی تھی کہ: میرا فلاں کام ہو گیا تو میں اللہ کے لیے قربانی کروں گا۔ اللہ کے فضل سے وہ کام ہو گیا تو اب قربانی کرنا واجب ہے؛ چاہے مال دار ہو یا غریب۔

قربانی کا جانور اور اس کے حصے

مسئلہ: اونٹ، بیل، گائے، بھینس، دنبا، بکرا، بھیڑ، ان جانوروں میں سے کسی کی بھی قربانی کی جاسکتی ہے۔نر ہو یا مادہ۔ہر ایک کی قربانی جائز ہے۔

مسئلہ: چھوٹے جانوروں میں ایک حصہ ہوتا ہے ؛ یعنی ایک چھوٹے جانور میں صرف ایک آدمی کی ہی قربانی کر سکتے ہیں، اُن میں دوسرے کا حصہ جائز نہیں اور بڑے جانوروں میں ؛ یعنی بیل، بھینس، اونٹ میں سات حصے ہوتے ہیں ؛ یعنی ایک بڑے جانور میں سات آدمی تک کی قربانی کر سکتے ہیں اور سات آدمی تک شریک ہو سکتے ہیں۔

مسئلہ: بڑے جانوروں میں زیادہ سے زیادہ سات آدمی شرکت کر سکتے ہیں، آٹھ آدمی شریک نہیں ہو سکتے ؛ لیکن اگر سات سے کم آدمی شریک ہوں تو جائز ہے، مثلاً: پانچ آدمی شریک ہوں، دو آدمی کے دو-دو، باقی تین کا ایک-ایک، اسی طرح چار آدمی شریک ہوں، جیسے تین آدمی کے دو-دو اور ایک کا ایک حصہ ؛ یعنی سات سے کم افراد شریک ہوں اس کی تمام صورتیں درست ہے۔

نیت اور تقسیم

مسئلہ: ایک قربانی میں شریک تمام حصے دار کی نیت قربانی یا عقیقہ کی ہو، اگر کسی حصے دار نے گوشت کھانے یا بیچنے کی نیت کی ہو تو کسی کی بھی

قربانی صحیح نہیں ہوگی۔

مسئلہ: ضروری ہے کہ پوری احتیاط کے ساتھ تول کر تمام حصے تقسیم کیے جائیں، اٹکل اور اندازہ سے تقسیم نہ کرے۔

مسئلہ: اونٹ کی کم سے کم عمر پانچ برس، گائے، بیل، بھینس کم از کم دو سال اور بکرا۔ بکری اور دنبہ کم از کم ایک سال کا ہونا چاہیے۔

مسئلہ: دنبہ اور بھیڑ اگر اتنا موٹا تازہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو اور سال بھر والے بھیڑ دنبوں میں اگر چھوڑ دیا جائے تو کچھ فرق نہ معلوم ہوتا ہو تو اس صورت میں چھ ماہ کے بھیڑ دنبوں کی بھی قربانی درست ہے، اگر ایسا نہ ہو تو سال بھر کا ہونا چاہیے۔

مسئلہ: اندھا، کانا اور ایسا جانور جس کی ایک آنکھ کی تہائی روشنی جاتی رہی ہو یا ایک کان تہائی یا تہائی سے زیادہ کٹ گیا ہو، تہائی یا تہائی سے زیادہ دم کٹ گئی ہو، ان کی قربانی درست نہیں ہے۔

مسئلہ: ایسا لنگڑا جانور کہ تین پاؤں سے چلتا ہو، چوتھا پاؤں زمین پر رکھا ہی نہ جاتا ہو یا رکھتا ہو؛ مگر اُس سے چل نہیں سکتا تو اس کی قربانی درست نہیں ہے، اگر چلتے وقت وہ چوتھا پاؤں زمین پر ٹیک کر چلتا ہے اور چلنے میں اُس سے سہارا لیتا ہے؛ لیکن لنگڑا کر چلتا ہے تو اُس کی قربانی جائز ہوگی۔

مسئلہ: اتنا دُبلا بالکل مریل جانور جس کی ہڈیوں میں بالکل گودا نہ رہا ہو اس کی قربانی درست نہیں ہے۔

اگر دُبلا ہے؛ لیکن ایسا نہیں کہ مریل ہوگیا ہو، اُس کی قربانی درست ہے؛ لیکن بہتر یہی ہے کہ قربانی کا جانور موٹا تازہ ہو۔

مسئلہ: جس جانور کے بالکل دانت نہ ہوں اس کی قربانی درست نہیں ہے اور اگر کچھ دانت گر گئے؛ لیکن جتنے گرے ہیں اُس سے زیادہ باقی ہیں تو اُس کی قربانی درست ہوگی۔

مسئلہ: جس جانور کے پیدائش ہی سے کان نہیں ہیں اس کی بھی قربانی درست نہیں ہے۔

مسئلہ: جانور کے کان تو ہیں؛ لیکن عیب دار چھوٹے چھوٹے ہیں تو اس کی قربانی درست ہے۔

مسئلہ: جس جانور کے پیدائش ہی سے سینگ نہیں ہیں یا سینگ تو تھے؛ لیکن ٹوٹ گئے اس کی قربانی درست ہے؛ البتہ بالکل جڑ سے ٹوٹ گئے ہوں تو قربانی درست نہیں ہے۔

مسئلہ: کسی شخص پر قربانی واجب نہیں تھی؛ لیکن اُس نے قربانی کی نیت سے جانور خرید لیا تو اب اس جانور کی قربانی واجب ہوگی۔

مسئلہ: اُس غریب آدمی کا۔جس پر قربانی واجب نہیں تھی۔قربانی کے لیے خریدا ہوا جانور گم ہو جائے تو اب اُس پر کچھ واجب نہیں ہے۔

لیکن اگر اُس نے قربانی کے لیے دوسرا جانور خرید لیا، پھر پہلا بھی مل گیا تو اُس پر دونوں کی قربانی واجب ہوگی۔

مسئلہ: اگر امیر آدمی جس پر قربانی واجب تھی اُس نے قربانی کا جانور خرید لیا اور وہ گم ہو گیا تو اُس پر دوسرا جانور خرید کر قربانی کرنا واجب ہے۔ لیکن اگر اُس نے قربانی کے لیے دوسرا جانور خرید لیا، پھر پہلا بھی مل گیا تو اُس پر صرف کسی ایک کی قربانی واجب ہوگی، دوسرے جانور کے بارے میں اُس کو اختیار ہوگا؛ چاہے اپنے پاس رکھے یا بیچ دے۔

قربانی کا گوشت

مسئلہ: بہتر ہے کہ ایک تہائی حصہ فقیروں میں تقسیم کر دیا جائے؛ لیکن اگر فقیروں کا حصہ تہائی سے کم ہو گیا تب بھی صحیح ہے، باقی دو حصوں میں سے خود استعمال کرے اور دوست، احباب اور رشتے داروں کو پیش کرے۔

مسئلہ: اگر خوشی سے کسی مُردے کو ثواب پہنچانے کے لیے قربانی کرے تو اُس کے گوشت میں سے خود کھانا، کھلانا، بانٹنا سب درست ہے جس طرح اپنی قربانی کا مسئلہ ہے۔

مسئلہ: اگر مرنے والے نے وصیت کر دی تھی کہ میرے چھوڑے ہوئے مال میں سے میری طرف سے قربانی کی جائے اور اس وصیت پر اُسی کے مال میں سے قربانی کی گئی تو اُس قربانی کے تمام گوشت اور پاؤں وغیرہ کو تقسیم کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: منت کی قربانی کا تمام گوشت تقسیم کرنا ہوگا، خود نہیں کھا سکتا

ہے اور کسی مال دار کو نہیں دے سکتا ہے، اگر خود کچھ کھا یا یا کسی امیر کو دیا تو اتنا گوشت خیرات کرنا پڑے گا۔

مسئلہ: قربانی کا گوشت یا چربی یا قربانی کا چمڑا وغیرہ قصائی کی مزدوری میں دینا درست نہیں ہے۔

اسی طرح ان چیزوں کو بیچنا یا کسی اور کو مزدوری میں دینا جائز نہیں ہے۔

قربانی کا چمڑا

① قربانی کا چمڑا اپنے کام میں لا سکتے ہیں، مثلاً مصلّیٰ تیار کروائیں یا ڈول وغیرہ بنوالیں۔

② اور یہ بھی جائز ہے کہ کسی کو اللہ کے واسطے دے دیں۔

③ یہ بھی جائز ہے کہ آپ بیچ دیں اور جو قیمت ملے وہ ان ضرورت مندوں کو دے دیں جن کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

④ چمڑے کی قیمت مسجد یا کسی ایسے نیکی کے کام میں خرچ نہیں کر سکتے جس میں کسی کو معین طور پر مالک نہ بنایا جا سکتا ہو، مثلاً کسی مردہ کے کفن دفن میں خرچ نہیں کر سکتے؛ البتہ میت کے کسی ضرورت مند وارث کو دے سکتے ہیں کہ وہ اگر چاہے تو اس مردہ کے کسی کام میں اپنی طرف سے لگا دے۔

⑤ چمڑے کی قیمت کسی مدرسے میں دے سکتے ہیں اور مدرسے کے ذمے دار کو وکیل بنا دیں؛ تا کہ وہ اس قیمت کو غریب طلبہ پر خرچ کریں۔

قربانی کرنے کا طریقہ

قربانی کے جانور کو قبلہ رخ لٹاؤ اور یہ دعا پڑھو:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ○

اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ○

اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ .

ترجمہ: یقین کے ساتھ میں نے اپنا رخ اس ذات کی طرف کرلیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، میں بالکل سیدھے راستے پر ہوں اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

یقیناً میری نماز اور میری قربانی (ہر ایک عبادت) اور میرا جینا اور میرا مرنا سب عالموں کے رب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں، اس (اللہ تعالیٰ) کا کوئی شریک نہیں ہے اور اسی بات کا مجھ کو حکم ملا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان (یعنی فرماں بردار) ہوں۔

اے اللہ! تیری طرف سے اور تیرے ہی لیے ہے۔

پھر بِسمِ اللہ، اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرو، ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھو:

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنِّیْ كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِكَ مُحَمَّدٍ وَّ خَلِیْلِكَ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ .

ترجمہ: اے اللہ! آپ اس کو میری طرف سے قبول فرمالیجیے، جیسے کہ آپ نے اپنے حبیب محمد ﷺ اور اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام سے قبول کیا۔

نوٹ: اگر جانور خود کی قربانی کا نہ ہو تو ذبح کرنے والا "مِنّی" کی جگہ "مِنْ فلان" کہہ کر اس کا نام لیوے۔

بہتر ہے کہ خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرو؛ ورنہ کم سے کم قربانی کے وقت وہاں موجود رہو اور اوپر کی لکھی ہوئی دعائیں پڑھو۔

حج کا بیان

جو شخص اپنے اہل وعیال اور اس پر جن کی ذمّے داری ہے ایسے لوگوں کی تمام ضروریات پوری کرنے کے بعد بیت اللہ کا سفر کر سکتا ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے گھر جا کر حج ادا کرے۔

حج کی فضیلت

حج کا بڑا ثواب ہے، رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: حجِ مبرور کا بدلہ جنت ہے۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

انسان کا حج مقبول ہو جائے تو گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔

سوال: حج کس پر فرض ہے؟

جواب: ایسے عقل مند، بالغ، مسلمان پر حج فرض ہے جو بال بچوں کی ضروریات اور قرض وغیرہ کی ادائیگی کے بعد اتنے پیسے رکھتا ہو کہ مکہ جا کر واپس آنے تک اپنا سفر کا خرچ اس کے پاس موجود ہو اور راستہ امن والا ہو۔

حج کے فرائض

حج کے دو فرض ہیں:

(۱) عرفہ میں ٹھہرنا؛ یعنی احرام کی حالت میں نویں ذی الحجہ کو زوال کے وقت سے دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق تک ''عرفات'' کے میدان میں کسی وقت ٹھہرنا؛ چاہے ایک گھڑی کے لیے ہو۔

(۲) طوافِ زیارت کرنا؛ یعنی دسویں ذی الحجہ کی صبح سے بارھویں ذی الحجہ کی شام تک بیت اللہ کا طواف کرنا۔

حج کی قسمیں

حج تین قسم کا ہوتا ہے: (۱) افراد (۲) قِران (۳) تمتّع۔

(۱) اِفراد: اُس میں میقات سے حج کا احرام باندھ کر صرف حج ہی ادا کیا جاتا ہے۔

فائدہ: میقات؛ یعنی کچھ خاص خاص جگہیں شریعت میں طے کی گئی ہیں کہ جو بھی مکہ جانا چاہتا ہو وہ وہاں سے احرام باندھ کر ہی گزرے۔

فائدہ: ہوائی جہاز میں اعلان ہوتا ہے کہ میقات آ رہا ہے اور گاڑی

سے سفر کے وقت بھی میقات کا بورڈ اور نشانات آتے ہیں۔

(۲) قِران: حج اور عمرہ دونوں کا احرام ایک ساتھ میقات سے باندھ کر دونوں ایک ہی احرام سے ادا کیے جاتے ہیں۔

(۳) تَمَتُّع: اُس میں پہلے احرام باندھ کر عمرہ کرلیا جاتا ہے، اُس کے بعد دوسرے احرام سے حج کرلیتے ہیں۔

دسویں ذی الحجہ کو ایک بڑے شیطان کو کنکری مارنے کے بعد اِفراد والے حج میں قربانی مستحب ہے اور قِران اور تمتع میں قربانی واجب ہے، احناف کے یہاں سب سے افضل قِران ہے، اس کے بعد تمتع افضل ہے۔

عمرہ کا بیان

عمرہ کرنا سنتِ مؤکدہ ہے، عمرہ کے لیے احرام باندھنا ''شرط'' ہے اور طواف کرنا ''رکن'' ہے۔ صفا، مروہ کے درمیان سعی کرنا اور آخر میں بال کتروانا یا منڈوانا ''واجب'' ہے۔

عمرہ کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں ہے؛ البتہ حج کے دنوں میں ؛ یعنی نویں ذی الحجہ سے تیرھویں ذی الحجہ تک مکروہِ تحریمی ہے۔

احرام میں جو چیزیں منع ہیں

(۱) بیوی کا بوسہ لینا، جماع کرنا۔

(۲) ساتھیوں سے لڑنا جھگڑنا۔

۴ زمین کے جانور کا شکار کرنا، دوسروں کو شکار کا پتہ بتانا، کسی بھی طرح شکاری کی مدد کرنا، شکار کو بھگانا، شکار کا پر یا بازو اُکھاڑنا، شکار بیچنا یا خریدنا، شکار کا دودھ نکالنا اور شکار کے انڈے توڑنا یہ سب منع ہے۔

۵ سلے ہوئے کپڑے پہننا یا ایسا جوتا یا موزہ پہننا جس میں بیچ کی ہڈی چھپ جائے۔

بیچ کی ہڈی سے مراد وہ جگہ ہے جہاں جوتوں کی رسی باندھتے ہیں۔

۵ ناخن یا بال کاٹنا یا کٹوانا۔

۶ بدن سے میل کچیل نکالنا یا جُو مارنا۔

۷ خوشبو استعمال کرنا۔

۸ بالوں میں تیل لگانا یا خضاب (مہندی) کرنا۔

فائدہ: حج صرف مال دار پر فرض ہے؛ اس لیے حج کا طریقہ اور اس کے زیادہ مسائل یہاں بیان نہیں کیے گئے ہیں، جب اللہ توفیق دے اُس وقت مسائل سیکھ کر ہی حج یا عمرہ کرنا۔

تیسرا باب: سیرت

عشرۂ مبشرہ کا مختصر تعارف

عشرۂ مبشرہ

''عَشَرَہ'' یعنی دس اور ''مُبَشَّرَہ'' جن کو خوش خبری دی گئی؛ یعنی وہ دس صحابہ رضی اللہ عنہم جن کو دنیا میں جنت کی خوش خبری مل گئی۔

یہ وہ دس صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں ایک ایک کا نام لے کر جنت کی خوش خبری دی، وہ دس صحابہ رضی اللہ عنہم یہ ہیں:

(۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (۲) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (۳) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ (۴) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ (۵) حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ (۶) حضرت زبیر ابن العوّام رضی اللہ عنہ (۷) حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ (۸) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (۹) حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ (۱۰) حضرت ابو عبیدہ بن الجرّاح رضی اللہ عنہ۔

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابوبکر جنتی ہیں، عمر جنتی ہیں، عثمان جنتی ہیں، علی جنتی ہیں، طلحہ جنتی ہیں، زبیر جنتی ہیں، عبدالرحمٰن بن عوف جنتی ہیں، سعد بن ابی وقاص جنتی ہیں، سعید بن زید جنتی ہیں اور ابو عبیدہ ابن الجرّاح جنتی ہیں۔ (مشکوۃ المصابیح ۲/۲۵۵)

اہل سنت میں سے بہت سے عالموں کا کہنا ہے کہ یہ دس صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم باقی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور پوری امت سے افضل ہیں، اگرچہ ان کے علاوہ اور بھی بہت سارے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے جنّتی ہونے کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش خبری الگ الگ موقعوں پر دی ہے؛ لیکن ان دس کو ایک ساتھ ایک ہی مجلس

میں دی ہے۔

پہلے چار؛ یعنی (۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (۲) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (۳) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ (۴) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حالات چوتھے حصے میں تم پڑھ چکے ہو، اب یہاں باقی چھ صحابہ کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ

نام: طلحہ۔ والد صاحب کا نام: عبید اللہ۔ کنیت: ابو محمد۔ لقب: طلحۃ الجُود (سخاوت والے)، طلحۃ الخیر (بھلائی والے)۔ قبیلہ: تیمی قریشی۔

پیدائش: ہجرت سے ۲۸ سال پہلے۔ شہادت: جنگ جمل میں بروز جمعرات ۱۰/ جمادی الاخریٰ ۳۶ھ، بصرہ میں دفن ہیں۔ کل عمر: ۶۴ سال۔

یہ اسلام کی طرف پہل کرنے والوں میں سے ہیں، غزوۂ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شرکت کی؛ اس لیے کہ بدر کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ قریش کے تجارتی لشکر کی خبر لانے کے لیے بھیجا تھا۔

احد کی لڑائی کے دن ایک وقت ایسا آیا کہ دشمنوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے تیروں کا نشانہ بنا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کر دینا چاہا، اس وقت جب کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر برابر تیر پھینکے جا رہے تھے، حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بچانے کی کوشش کی، اسی حال میں ہاتھ ایسا زخمی ہو گیا کہ ڈھال ہاتھ سے گر گئی، تو انھوں نے خود اپنی ذات اور اپنے پورے جسم اور

خاص طور سے اپنے ہاتھ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف آنے والے ہر تیر کو روکا، جس کی وجہ سے ایک ہاتھ بالکل شل (بیکار) ہوگیا اور پورا جسم گویا تیر لگ لگ کر چھلنی ہوگیا، ان کے جسم کے اوپر اسّی سے زیادہ زخم شمار تھے، ایک تیر پیشانی پر لگا، پاؤں کی رگ کٹ چکی تھی، ہاتھ شل ہوگیا تھا؛ لیکن اللہ تعالیٰ کے ارادے کے مطابق زندہ رہے اور احد کے بعد بھی تقریباً تمام ہی غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے۔

چلتے پھرتے شہید

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کو یہ بات خوش کرتی ہو کہ وہ زمین پر چلتا پھرتا (زندہ) شہید دیکھے تو چاہیے کہ وہ طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھے۔ (ترمذی ۲/۲۱۵)

طلحہ نے اپنے لیے جنت واجب کرلی

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احد کی لڑائی کے موقع پر دو زرہیں پہن رکھی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک چٹان پر چڑھنا چاہا؛ مگر چڑھ نہ سکے تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے (تاکہ آپ ان کے اوپر قدم مبارک رکھ کر کے پتھر کی اس چٹان تک پہنچ سکیں، چنانچہ) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پر اپنا پاؤں مبارک رکھ کر پتھر کی اس چٹان تک پہنچ گئے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع پر فرمایا: طلحہ نے اپنے لیے جنت واجب (یعنی پکّی) کرلی۔ (ترمذی ۲/ ۲۱۵)

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد تقریباً پچیس سال زندہ رہے۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ

نام: زبیر۔ والد صاحب کا نام: عوّام۔ کنیت: ابوعبداللہ۔ قبیلہ: اسد قریشی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے لڑکے ہیں۔ چھ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے، آپ نے اسلام کے لیے سب سے پہلے تلوار اٹھائی۔ ولادت: ہجرت سے ۲۸ رسال پہلے۔ شہادت: ۳۶ھ بصرہ میں عمرو بن جُرموز نے شہید کیا۔ کل عمر: ۶۴ سال۔ پہلے وادیٔ سِباع میں قبر تھی، بعد میں بصرہ لے جا کر دفن کیا گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حواری

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: خندق کی لڑائی کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کون ہے جو دشمن قوم (کے لشکر) کی خبر لائے؟ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں (خبر لاؤں گا)، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے لیے حواری (یعنی خاص مخلص دوست) ہوتے ہیں، اور میرے حواری زبیر ہیں۔ (مسلم ۲/۲۸۱)

اس نازک وقت میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے اس طرح بے خوف اکیلے دشمن کے لشکر میں جا کر آنے سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنے متاثر تھے کہ فرمایا:

فِدَاکَ أَبِي وَأُمِّي؛ یعنی میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں۔

یقیناً حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی یہ بڑی فضیلت ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: میرے دونوں کانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک زبان سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے تھے: طلحہ اور زبیر جنت میں میرے پڑوسی ہوں گے۔ (ترمذی ۲/۲۱۵)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

نام: عبدالرحمٰن۔ والد صاحب کا نام: عوف۔ کنیت: ابو محمد۔ قبیلہ: زہری، قریشی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ حبشہ کی طرف دو مرتبہ ہجرت کی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ ولادت: ہاتھی والوں کے قصے کے دس سال بعد۔ وفات: مدینہ میں ۳۲ھ میں ہوئی اور جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔ کل عمر: ۷۲ سال۔

احد کی لڑائی میں استقامت اور فرشتوں کا ان کی مدد کرنا

حضرت حارث بن صمہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ احد کی لڑائی کے دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے پوچھا: ''تم نے عبدالرحمٰن بن عوف کو دیکھا ہے؟'' میں نے عرض کیا: ''ہاں! اے اللہ کے رسول! میں نے ان کو پہاڑ کے کالے پتھروں والے حصے کی طرف دیکھا ہے،، ان پر مشرکین کی ایک جماعت حملہ کر رہی تھی، میں نے ان کے پاس جانے کا ارادہ کیا؛ تا کہ میں ان

کو بچاؤں کہ اسی وقت میری نظر آپ پر پڑی تو میں آپ کی طرف چلا آیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کے فرشتے عبدالرحمٰن بن عوف کے ساتھ مل کر دشمنوں سے جنگ کر رہے ہیں''۔

(حارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ بات سننے کے بعد میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس لوٹ آیا تو میں نے ان کو اس حال میں دیکھا کہ سات مشرکوں کی لاشیں ان کے پاس پڑی تھیں، میں نے ان سے کہا: آپ کامیاب رہیں، کیا ان سب کو تم نے قتل کیا ہے؟

انھوں نے کہا: یہ اَرْطاۃ بن عبدِ شرحبیل اور یہ دو، ان کو تو میں نے قتل کیا ہے۔ باقی یہ چار، میں نے نہیں دیکھا کہ ان کو کس نے قتل کیا ہے۔ (ان کا یہ جواب سن کر) میں نے کہا ''سچے ہیں اللہ اور اس کے رسول (یعنی فرشتوں نے ان کو قتل کیا ہے)۔ (از: معارف الحدیث: ۸/ ۲۷۷)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں نماز ادا کی

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ایک غزوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشری تقاضے سے تشریف لے گئے اور واپس لوٹنے میں دیر ہو گئی، فجر کی نماز میں جب زیادہ دیر ہونے لگی تو مشورہ

سے طے ہوا کہ اب نماز ادا کر لی جائے اور لوگوں نے حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو امام بنا کر نماز شروع کر دی، جب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لائے تو نماز کی ایک رکعت ہو چکی تھی اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے، جب حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے کا پتہ لگا تو چاہا کہ پیچھے ہٹ کر جماعت میں شامل ہو جائیں، آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اشارہ فرمایا کہ: تم اپنی جگہ پر رہو۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک رکعت حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں ادا کی، پھر جب حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے سلام پھیر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بقیہ ایک رکعت پوری فرمائی۔ (مشکاۃ المصابیح: ۱/ ۵۳)

اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو یہ خاص مرتبہ بھی حاصل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی اقتدا میں نماز ادا کی۔

سید المسلمین؛ یعنی مسلمانوں کے سردار

ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت اُمِ کلثوم بنت عقبہ سے دریافت کیا: (یہ بات صحیح ہے کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم سے فرمایا تھا کہ تم عبد الرحمن بن عوف سے نکاح کر لو جو ''سید المسلمین'' ہیں؟ اُمِ کلثوم نے کہا کہ: ہاں! بے شک، (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے یہی ارشاد فرمایا تھا)۔

ایک تاریخی (ઐતિહાસિક) نکاح

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں قبیلۂ بنو اشہل کی ایک شریف عورت، حضرت انس بن رافع انصاری رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے نکاح کیا۔

نکاح کے بعد حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں آئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر ان پر پڑی تو کپڑے پر نکاح کی نشانی نظر آرہی تھی، پوچھا: عبدالرحمن! یہ کیا ہے؟ عرض کیا: اللہ کے رسول! میں نے نکاح کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنی بیوی کو مہر میں کیا دیا؟ جواب میں کہا: ایک گٹھلی سونا جو پانچ درہم کے برابر ہوتا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہوا:

ولیمہ کرو؛ چاہے ایک بکری کیوں نہ ہو، اللہ تعالیٰ تمھارے مال میں برکت دے۔

یہ نکاح ایک عام نکاح نہیں تھا؛ بلکہ یہ نکاح ایک تاریخی امتیازی حیثیت رکھتا تھا؛ اس لیے کہ یہ وہی نکاح تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ میں تشریف لانے کے بعد سب سے پہلے کیا گیا تھا، اسی نکاح سے ولیمہ کی دعوت بطورِ سنت شروع ہوئی اور بطورِ خاص اسی نکاح کے موقع سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں وہ دعا دی جس نے ان پر دنیا کی برکت کے دروازے کھول دیے گئے۔

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: وہ دن ہے اور آج کا دن، دنیا پوری برکات اور فوائد کے ساتھ میری طرف متوجہ ہوئی اور میری تجارت کی

کامیابیوں کا یہ حال ہو گیا کہ میں کسی پتھر کو اٹھاتا ہوں تو مجھے اس بات کی امید ہوتی ہے کہ اس کے نیچے مجھے سونا یا چاندی کا ٹکڑا ملے گا۔ (از عشرۂ مبشرہ)

حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

نام: سعد۔ والد صاحب کا نام: مالک بن وُہیب۔ کنیت: ابو اسحاق۔ والد کی کنیت: ابو وقاص۔ خاندان: قریشی، زہری۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ اللہ کی راہ میں سب سے پہلے تیر چلایا۔ ولادت: ہجرت سے تیئیس (۲۳) سال پہلے۔ وفات: ۵۵ھ میں مدینہ میں، مروان بن الحکم نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔ (الاکمال فی اسماء الرجال: ۵۸۶)

اسلام قبول کرنے کی وجہ سے ماں نے کھانا پینا چھوڑ دیا

حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے سترہ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایمان واسلام کی دعوت قبول کرنے والے تیسرے آدمی ہیں، ان سے پہلے صرف اللہ کے دو بندوں نے اسلام قبول کیا تھا، ان کی والدہ نے ان پر بہت دباؤ ڈالا کہ وہ اپنے باپ، دادا کا شرک والا مذہب چھوڑ کر اِس نئے دین (اسلام) کو قبول نہ کریں، جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ ان کی بات ماننے کے لیے تیار نہیں ہوئے تو ماں نے قسم کھالی کہ جب تک تو میری بات نہیں مانے گا نہ کچھ کھاؤں گی، نہ کچھ پیوں گی۔

اسی کے مطابق ماں نے عمل شروع کردیا، کئی دن تک نہ کچھ کھایا، نہ پیا، اِس درمیان میں تین دفعہ ان پر بے ہوشی بھی طاری ہوئی؛ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ان کو منانے کی کوشش تو کرتے رہے؛ مگر اسلام چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوئے۔

ایک روایت میں ہے کہ اِسی موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰي اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا. (لقمان:۱۵) (مسلم شریف:۲/۲۸۱)

ترجمہ: اور اگر وہ دونوں (یعنی ماں باپ) تجھ پر اس بات کا زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ ایسی چیز کو شریک کر جس (کے معبود ہونے) کی تیرے پاس کوئی دلیل نہیں تو تو ان دونوں کی بات مت مان اور تو ان دونوں کے ساتھ دنیا میں بھلائی کے ساتھ رہ۔

حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی ایک خاص خوبی

احد کی لڑائی کے دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يَا سَعْدُ! اِرْمِ، فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي. (مسلم:۲/۲۸۰)

اے سعد! تیر چلاتے رہو، میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔

یقیناً آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے یہ ہمت افزائی تھی۔

اسلامی جہاد کی تاریخ میں سب سے پہلا تیر چلانے والے

ہجرت کے پہلے ہی سال صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو۔جس میں

حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جہاد کے لیے روانہ فرمایا تھا، اِس جہاد میں حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلا تیر چلایا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ "مستجاب الدعوات" تھے

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعا فرمائی:

اے اللہ! سعد کی دعا قبول فرما جب وہ دعا کریں۔ (ترمذی: ۲/۲۱۶)

چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ "مستجاب الدعوات" مشہور تھے، جو بھی دعا کرتے اللہ تعالیٰ قبول فرماتے۔

ایک عبرت ناک واقعہ

کوفہ کے ایک آدمی اسامہ بن قتادہ نے مسجد میں سب کے سامنے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی تین غلط شکایتیں کیں:

یہ سن کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے تین بد دعائیں دیں: اے اللہ! اگر یہ شخص جھوٹا ہے اور محض مشہور ہونے کے لیے کھڑا ہوا ہے تو اس کی زندگی لمبی کر، اس کی غریبی لمبی کر، اور اس کو فتنوں کا نشانہ بنا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ مستجاب الدعوات تھے، ان کی بد دعا قبول ہوئی؛ چنانچہ اُس بدنصیب کی عمر اتنی لمبی ہوئی کہ بھنویں آنکھوں پر گر پڑیں، کوئی چیز دیکھنی ہو تو بھنووں کو اُٹھا کر دیکھتا، راستوں میں لوگوں سے مانگتا پھرتا، اور

عورتوں کو راستے میں چھیڑتا پھرتا، لوگ اُسے برا بھلا کہتے، وہ جواب دیتا: سعد کی بددعا لگ گئی ہے۔ (از: بخاری شریف: ۱/ ۱۰۴)

عراق اور پورا ملکِ فارس (ایران) انھیں کی سرداری میں فتح ہوا۔

فتنوں کے زمانے میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مدینۂ منورہ سے سات میل کے فاصلہ پر مقامِ ''عقیق'' میں اپنے لیے ایک مکان تعمیر کرایا تھا، اور اسی میں تنہائی اختیار کی، اخیر عمر میں بینائی جاتی رہی، ۵۵ھ میں ستر (۷۰) سال سے زائد عمر میں انتقال فرمایا۔

جنازہ کندھوں پر اٹھا کر مدینۂ منورہ لایا گیا اور مسجدِ نبوی میں نمازِ جنازہ ہوئی، مروان ابن حکم نے نمازِ جنازہ پڑھائی، پھر مقامِ ''بقیع'' میں آپ کو دفن کر دیا گیا۔

''عشرۂ مبشرہ'' میں سب سے آخر میں وفات پانے والے حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔ (از: عشرۂ مبشرہ)

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ

آپ کا نام: سعید۔ والد صاحب کا نام: زید بن عمرو بن نُفیل۔ کنیت: اَبُو الْاَعْوَر۔

شروع ہی میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ اور آپ کی بیوی حضرت فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے میں آپ رضی اللہ عنہ کی قربانی

آپ نے تعلیم الدین کے چوتھے حصے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ پڑھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ ان کی بہن فاطمہ اور بہنوئی حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرلیا ہے تو وہ ان کے گھر گئے اور غصہ میں پوچھا: تم لوگ کیا پڑھ رہے تھے؟۔

یہ سن کر بہن اور بہنوئی خاموش رہے۔

انھوں نے پھر کہا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم مسلمان ہو گئے ہو اور اپنے باپ دادا کے مذہب سے پھر گئے ہو، اتنا کہہ کر انھوں نے اپنے بہنوئی کو مارنا شروع کر دیا، بہن بچانے کے لیے آگے بڑھیں تو بہن کے سر پر لکڑی دے ماری، ان کے سر سے خون بہہ نکلا، اس وقت ان دونوں نے کہا کہ:

عمر! تم نے ٹھیک سنا، ہم مسلمان ہو چکے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئے ہیں، تم سے جو ہو سکے کرلو، اسلام تو اب ہمارے دلوں سے نہیں نکل سکتا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بہن کے لہولہان سر کو دیکھا اور ان کے یہ الفاظ سنے تو سارا غصہ ختم ہو کر رہ گیا، نرمی سے بولے: لاؤ! مجھے دکھاؤ جو تم پڑھ رہے تھے!۔

بہن نے کہا: نہیں! تم ناپاک ہو؛ اس لیے تم اسے ہاتھ نہیں لگا سکتے،

اسے پڑھنا چاہتے ہو تو پہلے غسل کرو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے غسل کرنے پر بہن نے قرآن کے اوراق دے دیے، ان پر سورۂ طٰہٰ کی شروع کی آیات لکھی ہوئی تھیں، انھوں نے جب ان آیات کو پڑھا تو بے اختیار ان کے منہ سے نکلا:

واہ! کتنا عمدہ اور اونچے درجے کا کلام ہے!

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرلیا۔

مدینہ کے قریب "عقیق نامی" جگہ میں وفات پائی، امام بخاریؒ نے ۵۸ھ کو آپ کی وفات کا سال بتایا ہے۔ (التاریخ الکبیر ۳/ ۴۵۲)

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے آپ کی جنازہ کی نماز پڑھائی، پھر آپ کی نعشِ مبارک کو مدینہ منورہ لایا گیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما قبر میں اترے اور آپ رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ: حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا انتقال کوفہ میں ہوا اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی، وہیں پر آپ رضی اللہ عنہ کی قبر بنی۔

ایک حیرت انگیز قصہ

اروی نام کی ایک عورت نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکومت کے زمانے میں آپ رضی اللہ عنہ کے خلاف مدینہ کے اس وقت کے حاکم مروان کی عدالت

میں دعویٰ کیا کہ: انھوں نے میری فلاں زمین دبالی ہے''۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو اس جھوٹے الزام سے بڑا صدمہ پہنچا، انھوں نے مروان سے کہا: کیا میں اس عورت کی زمین دباؤں گا؟ جب کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ: ''جس شخص نے ظالمانہ طور (یعنی ناحق طریقے) پر کسی کی ایک بالشت زمین بھی غصب کرلی تو قیامت کے دن زمین کا وہ غصب کیا ہوا ٹکڑا ساتوں زمین تک ہار بنا کر اس ظالم کے گلے میں ڈالا جائے گا۔

یہ روایت آپ رضی اللہ عنہ نے ایسے انداز میں کہی کہ: خود مروان بہت متأثر ہوا اور اس نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: ''اب میں آپ سے کوئی دلیل اور ثبوت نہیں مانگتا''۔

اس کے بعد حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے (دکھے ہوئے دل سے) بددعا کی کہ: اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ اس عورت نے مجھ پر جھوٹا الزام لگایا ہے تو اس کو آنکھوں کی روشنی سے محروم کردے اور اس کی زمین ہی کو اس کی قبر بنادے۔

(واقعہ کے راوی حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ) پھر ایسا ہی ہوا، میں نے خود اس عورت کو دیکھا ہے کہ آخر عمر میں نابینا ہوگئی اور خود کہا کرتی تھی کہ: حضرت سعید رضی اللہ عنہ کی بددعا سے میرا یہ حال ہوا ہے، اور پھر ایسا ہوا کہ وہ ایک دن اپنی زمین ہی میں چلی جارہی تھی کہ ایک گڑھے میں گر پڑی اور بس وہ گڑھا ہی اس کی قبر بن گیا۔ (از: حدیث کے اصلاحی مضامین)

حضرت ابوعبیدہ ابن الجرّاح رضی اللہ عنہ

آپ کا نام: عامر۔ کنیت: ابوعبیدہ۔ لقب: امین الامّت ہے۔ آپ کے والد کا نام: عبداللہ اور دادا کا نام: جراح ہے۔

آپ اپنی کنیت کے ساتھ دادا کی طرف منسوب ہو کر ''ابوعبیدہ ابن الجراح'' سے مشہور ہوئے۔

پیدائش: ہجرت سے چالیس سال پہلے۔ وفات: ۱۸ھ۔

آپ رضی اللہ عنہ کو بارگاہِ نبوت سے ''امین'' ہونے کا پروانہ ملا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہر امت میں کوئی امین (امانت دار) ہوتا ہے، اور اے امتِ محمدیہ! ہمارے امانت دار ابوعبیدہ ابن الجراح ہیں۔ (بخاری شریف: ۱/۵۳۰)

قرآنِ پاک اور احادیثِ نبویہ میں ''امانت'' کا لفظ بہت وسیع معنی میں استعمال ہوا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق سے متعلق جو ذمہ داریاں کسی بندہ پر ہوں، صحیح اور پورے طور پر ان کو ادا کرنا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اپنے دانت کی قربانی

شروع میں اسلام قبول کیا اور تمام غزوات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

ساتھ شریک رہے۔

غزوۂ احد میں جب لڑائی ختم ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: چوں کہ عبداللہ ابن قِمئہ کے وار کی وجہ سے خُود کے دو حلقے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخسارِ مبارک میں چبھ گئے تھے؛ اس لیے میں آگے بڑھا اور نکالنا چاہا تو ابوعبیدہ فوراً بول پڑے: ابوبکر! خدا کے واسطے یہ خدمت مجھے کر لینے دو۔ میں رُک گیا، اس کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے -یہ سوچ کر کہ اگر ہاتھ سے کھینچ کر نکالتا ہوں تو میرے محبوب کو تکلیف ہوگی- اپنے دانتوں سے پکڑ کر نکالا، خُود کی دونوں کڑیوں کو نکالتے نکالتے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے سامنے کے دو دانت گر گئے۔

سامنے کے دانت گر جانے سے عموماً چہرے کی خوب صورتی میں فرق آہی جاتا ہے؛ مگر دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے دانت گر جانے سے اُن کی خوب صورتی میں کمی آنے کے بجائے اور زیادہ ہوگئی تھی، خود حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: کوئی شخص جس کے سامنے کے دانت گرے ہوئے ہوں، ابوعبیدہ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا گیا۔ [طبقات ابن سعد: ۳/۲۹۸]

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا دل دہلا دینے والا ایک واقعہ

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ شام کے گورنر تھے، اسی زمانے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام کے دورے پر تشریف لائے، ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ:

مجھے اپنے گھر لے چلیے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: آپ میرے گھر آ کر کیا کریں گے، وہاں آپ کو شاید میری حالت پر افسوس کرنے کے سوا کچھ حاصل نہ ہو؟

لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اصرار فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر (گورنر ہاؤس) لے گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر میں داخل ہوئے تو وہاں کوئی سامان ہی نظر نہ آیا، گھر ہر قسم کے سامان سے خالی تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حیران ہو کر پوچھا: آپ کا سامان کہاں ہے؟

یہ سن کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ایک طاق کی طرف بڑھے اور وہاں سے روٹی کے کچھ ٹکڑے اٹھا لائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا تو رو پڑے؛ حالاں کہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کتابوں میں لکھا ہے کہ: وہ بہت ہی سادہ زندگی گزارتے تھے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”امیر المؤمنین! میں نے تو پہلے ہی آپ سے کہا تھا کہ آپ میری حالت پر افسوس کریں گے، بات دراصل یہ ہے کہ انسان کے لیے اتنا سامان کافی ہے جو اسے اپنی سونے کی جگہ یعنی قبر تک پہنچا دے“۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (تواضع سے) فرمایا: ابوعبیدہ! دنیا نے ہم سب کو بدل دیا؛ مگر تمھیں نہیں بدل سکی۔

اللہ اکبر! وہ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ جس کے نام سے قیصرِ روم کی بڑی حکومت ہل جاتی تھی، جس کے ہاتھوں روم کے عظیم الشان قلعے فتح ہو رہے تھے اور جس کے قدموں پر روزانہ رومی مال و دولت کے خزانے ڈھیر ہوتے تھے، وہ روٹی کے سوکھے ٹکڑوں پر زندگی بسر کر رہے ہیں، دنیا کی حقیقت کو اچھی طرح سمجھ کر اسے اتنا ذلیل و رُسوا کسی نے کیا ہے تو وہ حضور ﷺ کے یہی جاں نثار تھے۔

طاعونِ عمواس اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی وفات

جورڈن (Jordan) میں ایک جگہ کا نام "عمواس" ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اس جگہ حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت تھی اور طاعون (Plague) کی بیماری پھیلی اور اتنی خطرناک بیماری پھیلی کہ اس بیماری میں سینکڑوں صحابہ اور تابعین شہید ہوگئے۔ اس کو طاعونِ عمواس کہتے ہیں، یہ طاعون ۱۸ھ، مطابق ۶۳۹ء میں پھیلا تھا۔

طاعون سے بچانے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط

جب اُردن اور شام میں وہ تاریخی طاعون پھیلا جس میں ہزاروں لوگ مر گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو ایک خط لکھا:

سلام کے بعد مجھے ایک ضرورت پیش آگئی ہے جس کے بارے میں آپ سے زبانی بات کرنا چاہتا ہوں، لہذا میں پوری تاکید کے ساتھ آپ کو کہتا ہوں کہ جیسے ہی آپ میرا یہ خط پڑھیں تو اسے اپنے ہاتھ سے رکھنے سے پہلے

فوراً میری طرف روانہ ہو جائیں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا جواب

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ پوری زندگی امیر کی اطاعت کے پابند رہے؛ لیکن اِس خط کو دیکھتے ہی سمجھ گئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ شدید ضرورت ۔جس کے لیے مجھے مدینہ منورہ بلایا ہے۔صرف یہ ہے کہ وہ مجھے اِس طاعون والے علاقے سے نکالنا چاہتے ہیں اور موت سے بچانا چاہتے ہیں ؛ چنانچہ یہ خط پڑھ کر انھوں نے ساتھیوں سے فرمایا: میں امیر المؤمنین کی ضرورت سمجھ گیا، وہ ایک ایسے شخص کو باقی رکھنا چاہتے ہیں جو باقی رہنے والا نہیں۔

یہ کہہ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ جواب لکھا:

امیر المؤمنین ! آپ نے مجھے جس ضرورت کے لیے بلایا ہے وہ مجھے معلوم ہے؛ لیکن میں مسلمانوں کے ایک لشکر کے درمیان ہوں جس کے لیے میں اپنے دل میں یہاں سے ہٹ جانے کا کوئی جذبہ نہیں پاتا؛ لہٰذا میں ان لوگوں کو چھوڑ کر اُس وقت تک آنا نہیں چاہتا جب تک اللہ تعالیٰ میرے اور ان کے بارے میں اپنی تقدیر کا یقینی فیصلہ نہیں فرما دیتے؛ لہٰذا امیر المؤمنین ! مجھے اپنے اس حکم سے معاف فرما دیجیے اور مجھے یہاں اپنے لشکر ہی میں رہنے دیجیے۔

جواب پڑھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خط پڑھا تو آنکھوں میں آنسو آ گئے، جو لوگ پاس

بیٹھے تھے وہ جانتے تھے کہ شام سے خط آیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آب دیدہ دیکھ کر انھوں نے پوچھا: کیا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی؟۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ہوئی تو نہیں؛ لیکن ایسا لگتا ہے کہ ہونے والی ہے۔

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوسرا خط لکھا:

آپ نے لوگوں کو ایسی زمین میں رکھا ہوا ہے جو نشیب (نیچی) میں ہے، اب انھیں کسی اونچی جگہ پر لے جایئے جس کی ہوا صاف ستھری ہو۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی وفات

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جب یہ خط حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو پہنچا تو انھوں نے مجھے بلا کر کہا کہ: امیر المؤمنین کا یہ خط آیا ہے، اب ایسی جگہ تلاش کیجیے جہاں لے جا کر لشکر کو ٹھہرایا جا سکے۔

میں جگہ کی تلاش میں نکلنے کے لیے پہلے گھر پہنچا تو دیکھا کہ میری اہلیہ طاعون میں مبتلا ہو چکی ہیں، میں نے واپس آ کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو بتایا۔

اس پر انھوں نے خود تلاش میں جانے کا ارادہ کیا اور اپنے اونٹ پر کجاوہ کسوایا، ابھی آپ نے اس کے رِکاب میں پاؤں رکھا ہی تھا کہ آپ پر بھی طاعون کا حملہ ہوگیا اور اسی طاعون کی بیماری میں اٹھاون (۵۸) سال کی عمر میں ۱۸ سنہ ھ کو آپ نے وفات پائی اور وہیں دفن کیے گئے۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر

الحمد للہ! بندے (مفتی محمود صاحب) نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے مزار کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، جب ہم حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر پہنچے تو بے اختیار رونا آیا، ایسا لگتا تھا کہ خدا کی رحمت کھلم کھلی برس رہی ہے، وہاں دیر تک کھڑے رہے، ایصالِ ثواب کیا، بہت پر سکون جگہ ہے، جی نہیں چاہتا تھا کہ وہاں سے ہٹیں۔ (از: دیکھی ہوئی دنیا: ۳)

پیارے بچوں!

اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ: اللہ تعالیٰ ان پاک صحابۂ کرام کی زندگی کے مطابق ہمیں زندگی گزانا نصیب فرمائے اور قیامت کے دن ان پاک لوگوں کے ساتھ ہمارا حشر فرمائے، آمین۔

چوتھا باب

آداب و اخلاق اور اسلامی تہذیب

سڑک کے حقوق

پیارے بچو!

راستہ، سڑک اور فٹ پاتھ عام لوگوں کا راستہ ہے، یہ لوگوں کا حق ہے جو اِس حق پر قبضہ جماتا ہے وہ بہت ہی غلط کام کرنے والا ہے، ایسے ظالموں کی وجہ سے سڑکوں پر ایکسیڈنٹ ہوجاتے ہیں۔

لوگ ٹرکوں اور ٹرالیوں کو سڑکوں پر کھڑا کر دیتے ہیں، رات کے اندھیرے میں کوئی کار اور موٹر سائیکل اس میں جا لگتا ہے اور لوگ موقع پر مر جاتے ہیں۔

شہروں اور دیہاتوں میں لوگ آہستہ آہستہ گھر کے حصے کو آگے بڑھاتے ہیں اور سڑک کو تنگ کر دیتے ہیں، یہ حرام ہے۔

اسلام یہ بتلاتا ہے کہ: جو شخص راستہ تنگ کرے؛ چاہے وہ راستہ عام آبادی کا ہو یا عام راستہ، یہ اتنا بڑا جرم ہے کہ بڑے سے بڑے عمل کو بھی ضائع کر دیتا ہے۔

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں کہ: میں ایک سفر میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا، راستے میں ایک جگہ پڑاؤ ڈالا تو لوگوں نے خیمے لگانے کی جگہوں میں تنگی کر دی اور عام راستے کو بھی نہ چھوڑا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب پتا چلا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اعلان کرنے والا بھیجا جس نے لوگوں میں

اعلان کیا:

جو شخص خیمہ لگانے میں تنگی کرے گا یا راستے پر خیمہ لگائے گا اس کا کوئی جہاد نہیں (یعنی ثواب نہیں ملے گا)۔ (ابوداؤد)

پیارے بچو!

سڑکوں پر جو "کیلومیٹر ستون" ہوتے ہیں ان پر لکھا ہوتا ہے کہ فلاں شہر اتنے کیلومیٹر کی دوری پر ہے، یہ اور اس طرح کی دیگر ہدایات والے بورڈ مسافروں کی رہنمائی کے لیے ہوتے ہیں، جو شخص اس رہنمائی کو مٹاتا ہے یا خراب کرتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: اس پر اللہ کی لعنت ہے۔

اس لعنت میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو کسی کی زمین کی نشانیوں کو ختم کر کے ناجائز قبضے کرتے ہیں۔

پبلک مقامات پر لعنتی لوگ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لعنت کے تین کاموں سے بچو:

(۱) جو شخص لوگوں کے راستے پر پاخانہ کرتا ہے۔

(۲) پانی کے گھاٹ پر پاخانہ کرتا ہے۔

(۳) لوگوں کے سائے میں پاخانہ کرتا ہے۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری باتوں کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ: پبلک مقامات پر، صاف جگہوں پر، عام راستوں پر اور کچے پکے راستوں پر،

گندگی پھیلانا، تمباکو وغیرہ کھا کر تھوکنا، فحش مذاق کرنا، لوگوں کو ستانا، فلش میں گندگی ڈالنا، پانی نہ بہانہ، یہ سب لعنت کے کام ہیں۔

راستے سے کانٹے اُٹھانے والا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ایک مرتبہ ایک شخص سڑک پر چل رہا تھا، اس نے دیکھا کہ راستے پر کانٹوں سے بھری ایک شاخ پڑی ہے، اس نے اُس شاخ کو ہٹا دیا۔

اللہ تعالیٰ نے اُس کے اس کام کو خوب پسند کیا اور اُسے بخش دیا۔

حضرت نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ایک شخص جو راستہ بھول چکا ہے اسے راستہ دکھلانا صدقہ ہے اور جو گلی اور بازار کا راستہ دکھا کر رہنمائی کرے اسے غلام آزاد کرنے جیسا ثواب ملتا ہے۔ (ترمذی فی کتاب البر)

اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے راستے پر بیٹھنے سے منع فرمایا اور اگر کوئی راستے پر بیٹھنا ہی چاہے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے چار اہم ہدایت دی ہے اور اسے راستے کا حق قرار دیا:

(۱) نظر نیچی رکھنا۔

(۲) راستے میں تکلیف کا ذریعہ نہ بننا۔

(۳) سلام کا جواب دینا۔

(۴) نیکی سکھانا اور برائی سے روکنا۔ (مسلم فی کتاب اللباس)

عزت کی حفاظت

حضرت نبیِ کریم ﷺ نے فرمایا: مُردوں کو گالی مت دو، اس سے تم زندہ لوگوں کو تکلیف ہوگی۔ (ترمذی فی کتاب البر)

پیارے بچو! ذرا سوچو! ہمارا دینِ اسلام مرے ہوئے لوگوں کی عزت کی حفاظت کا حکم دیوے وہ زندوں کی عزت کی کتنی تاکید کرتا ہے؟

حضرت نبیِ کریم ﷺ نے فرمایا: یاد رکھو! وہ شخص برباد ہوگیا جس نے کوئی ظلم کرتے ہوئے کسی مسلمان کی عزت کو زبان کی قینچی سے کاٹ ڈالا۔

اللہ اللہ! یہ ہے ایک مسلمان کی آبرو اور عزت کی اہمیت کہ جسے برباد کرنے کے لیے لوگ ذرا بھی دیر نہیں لگاتے، صبر سے کام نہیں لیتے، ایک طرف سے بات سنی اور فوراً مؤمن کی عزت پر حملہ کرنے لگتے ہیں اور آگے پھیلانے میں بھرپور حصہ لیتے ہیں، یہ بہت غلط طریقہ ہے، حدیث میں ہے:

كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَاسَمِعَ . (مسلم)

ترجمہ: انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا کافی ہے کہ جو بات وہ سنے وہ (بغیر تحقیق کے دوسروں کے سامنے) بیان کرے۔

بال دور کرنے کا بیان

ناف کے نیچے کے بال کو مونڈنا اور بغل کے بال کو اُکھاڑنا دین اور انبیا علیہم السلام کی سنت ہے۔

ہر ہفتے ناف کے نیچے اور بغل کے بال دور کر کے بدن کو صاف ستھرا رکھنا مستحب ہے، ہر ہفتہ نہ ہو سکے تو پندرھویں دن صاف کر لیا کریں، زیادہ سے زیادہ چالیس دن، اس سے زیادہ کی اجازت نہیں ہے، اگر چالیس دن گزر گئے اور بال صاف نہ کیے تو گنہ گار ہوگا۔ (عالمگیری، شامی)

مرد کو ناف کے نیچے کے بال استرے سے مونڈنا چاہیے، عورت کو استرا استعمال کرنا مناسب نہیں ہے؛ اس لیے وہ بال صاف کرنے والا صابون یا کوئی دوا استعمال کرے، مرد کو بھی ان چیزوں کا استعمال جائز ہے۔ (شامی)

بغل کے بالوں کا اُکھاڑنا سنت ہے، اس میں صفائی زیادہ ہے؛ لیکن اُکھاڑنا مشکل ہو تو اُسترے سے مونڈنا بھی درست ہے، شروع ہی سے اُسترا استعمال نہ کرے اور اُکھاڑنے کی عادت بنالے تو اکھاڑنا آسان ہے۔

ناپاکی کی حالت میں بال مونڈنا، ناخن کاٹنا مکروہ ہے۔ (عالمگیری)

کاٹے ہوئے بال اور کاٹے ہوئے ناخن پائخانہ یا غسل خانہ میں چھوڑ دینا اچھا نہیں، بہتر یہ ہے کہ زمین میں دفن کر دے یا پانی سے بہا دے؛ تاکہ کسی کی نظر اُس پر نہ پڑے۔ (شامی، عالمگیری)

اس طرح کی بدن کی کوئی چیز یا استعمال کی ہوئی چیز کسی دشمن یا حسد کرنے والے کے ہاتھ میں آجاوے تو جادو کرانے کا بھی خطرہ ہے۔

ناخن دانت سے کاٹنا مکروہ ہے، اُس سے برص کی بیماری پیدا ہونے کا ڈر رہے۔ (عالمگیری)

پانچواں باب: متفرقات

قیامت کی نشانیاں

ہندوستان میں اسلامی تاریخ

ہندوستان کی آزادی میں مسلمانوں کا کردار

قیامت کی نشانیاں

پیارے بچو! قیامت کا آنا ایک یقینی بات ہے۔

دنیا کے بہت سارے مذاہب کسی نہ کسی شکل میں قیامت کو مانتے ہیں۔

قیامت کا آنا مسلمانوں کے بنیادی عقیدوں میں سے ایک بہت ہی اہم عقیدہ ہے؛ لیکن یہ قیامت کب واقع ہوگی؟ اس کا متعینہ (پکا) وقت کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو بھی قیامت کے آنے کا وقت معلوم نہیں ہے، سورۂ لقمان میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ. (لقمان: ۳۴)

ترجمہ: بے شک قیامت کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے۔

دوسری جگہ سورۂ اعراف میں ارشاد ہے:

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ. (الأعراف: ۱۸۷)

ترجمہ: یہ لوگ تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں وہ کب قائم ہوگی؟ (اے نبی!) تم (ان کو) جواب دو کہ: اس کی خبر تو صرف میرے رب ہی کے پاس ہے، وہی (اللہ تعالیٰ) اس (قیامت) کو اس کے وقت پر ظاہر کریں گے۔

دیکھو! قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے اتنا صاف صاف بتلا دیا کہ:

قیامت کب آئے گی؟ اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔

ہاں! قیامت کی بہت ساری علامتیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سے یہ تمام نشانیاں ہمیں بتلا دی ہیں اور ان تمام پر ہمارا ایمان ہے کہ یہ تمام باتیں سچ اور یقینی ہیں اور یہ تمام کی تمام نشانیاں وجود میں آ کر رہیں گی۔

قیامت کی کچھ نشانیاں زمین سے تعلق رکھتی ہیں، جیسے بڑے بڑے زلزلے کا آنا، قحط پڑنا، خسف: یعنی زمین میں دھنس جانا۔

اور کچھ نشانیاں انسانوں سے تعلق رکھتی ہیں، جیسے حدیث شریف میں آتا ہے کہ: عورتوں کی تعداد مردوں کے مقابلے میں بہت زیادہ ہو جائے گی اور مردوں کی کم۔

اور کچھ نشانیاں انسانوں کے اخلاق سے تعلق رکھتی ہیں کہ لوگوں کے اخلاق اتنے برے اور اعمال اتنے خراب ہو جائیں گے کہ ان کو دیکھ کر ہی یقین ہو جائے گا کہ قیامت قریب ہے، جیسا کہ احادیثِ پاک سے پتہ چلتا ہے کہ لوگ راستوں پر کھلے عام زنا کریں گے اور اس زمانے کا ولی وہ شخص بھی ہو گا جو اس طرح کھلے عام زنا کرنے والوں کو اتنا کہہ دے کہ: ایک طرف ہو جاؤ، سب کے سامنے اس طرح غلط کام نہ کرو۔

اِس سے اندازہ لگاؤ کہ اخلاق کتنے گر چکے ہوں گے اور انسانوں کی شرم و حیا قیامت سے پہلے بالکل ختم ہو چکی ہو گی۔

کچھ نشانیاں ایسی ہیں جن کا تعلق آسمان سے ہے، جیسا کہ آسمان پر خطرناک قسم کا دھواں ظاہر ہوگا۔

احادیث میں غور کرنے سے قیامت کی نشانیاں تین طرح کی معلوم ہوتی ہیں:

(۱) وہ نشانیاں جو دنیا کے آخری دور میں قیامت سے بہت پہلے پیش آئے گی، ان کو علاماتِ بعیدہ اور علاماتِ صغریٰ (چھوٹی نشانیاں) بھی کہا جاتا ہے، جیسے: خود نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دنیا میں تشریف لانا قیامت کی علامت قرار دیا ہے، اسی طرح قرآنِ پاک میں ہے:

﴿اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ [القمر: ۱]

ترجمہ: قیامت قریب آ لگی ہے اور چاند پھٹ گیا ہے۔

(۲) وہ نشانیاں جو قیامت کے قریب کے دور میں پیش آئیں گی؛ لیکن ان علامات کے بعد فوراً قیامت آجائے ایسا ضروری نہیں ہے؛ بلکہ ان کے کچھ فاصلے کے بعد قیامت آئے گی، جیسے ان گناہوں کا عام ہونا جن کی احادیث میں خبر دی گئی ہے، اسی طرح ایسے حالات پیش آئیں گے جو انسانوں کے لیے بہت ہی تعجب والے ہوں گے، جیسے نااہل لوگوں کو بڑے بڑے مرتبے اور عہدے ملنے لگیں، اولاد اپنی ماؤں پر اپنا حکم چلانے لگیں، معمولی قسم کے چرواہے اونچی اونچی عمارتیں بنانے لگیں وغیرہ۔

(۳) وہ علامات جو قیامت کے بالکل قریب زمانے میں پیش آئیں گی،

ان علامات کے ظاہر ہونے کے فوراً بعد مختصر وقت گزرنے پر قیامت واقع ہو جائے گی، جیسے حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کا ظاہر ہونا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا، دجال اور یاجوج ماجوج کا نکلنا، سورج کا مغرب سے نکلنا، صفا پہاڑ سے ایک جانور کا نکلنا اور اس کا لوگوں سے بات کرنا وغیرہ۔

قیامت کی دس بڑی نشانیاں

حضرت حذیفہ ابن اُسید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو، پھر حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ دس نشانیاں گنوانا شروع کی:

① دھویں کا ظاہر ہونا۔

② دجال کا آنا۔

③ زمین سے ایک عجیب وغریب جانور کا نکلنا اور لوگوں سے بات چیت کرنا۔

④ سورج کا مغرب سے نکلنا۔

⑤ یاجوج ماجوج کا نکلنا۔

⑥ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا۔

⑦ دنیا کے مغرب کی جانب میں خسف ہونا (زمین کا دھنسنا)۔

⑧ مشرق کے علاقوں میں خسف ہوگا۔

⑨ جزیرۃ العرب میں خسف ہوگا۔

یہ خسف کا عذاب دنیا میں تین جگہ آئے گا: ایک مشرقی علاقوں میں، دوسرا مغربی علاقوں میں اور تیسرا عرب میں بھی آئے گا۔

(۱۰) عدَن کے ایک غار سے آگ نکلے گی جو لوگوں کو میدانِ محشر کی طرف لے جائے گی۔

دجال کا ظاہر ہونا

دجال کا معنی: بہت زیادہ دھوکا دینے والا ہے۔

دجال لوگوں کو دھوکا دے کر ان کو گمراہ کرے گا؛ اس لیے اس کا نام دجال ہے۔

دجال زمین میں سفر کرے گا؛ اس لیے اس کا لقب ''مسیح'' ہے۔

اس کی پیدائش کب اور کس جگہ ہوئی وہ ہم کو معلوم نہیں، اتنا ضرور ہے کہ دجال انسانوں ہی سے ہے اور یہ بڑا دجال یاجوج ماجوج کے خاندان ہی سے ہوگا اور دجال بانجھ ہوگا، اس کی کوئی اولاد نہ ہوگی؛ لیکن بری عادت والے لوگ اس وقت بھی اس کا خوب ساتھ دیں گے۔

دجال کا قد چھوٹا ہوگا اور پنڈلیوں کے درمیان فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے اس کی چال لڑکھڑاہٹ والی ہوگی اور دجال کی چمڑی سفید ہوگی اور اس کی دونوں آنکھیں عیب والی ہوگی، بائیں طرف بالکل سپاٹ اور اس میں معمولی سا سوراخ ہوگا جس سے بالکل نظر نہیں آئے گا اور دائیں آنکھ باہر کی

طرف انگور کی طرح ابھری ہوئی ہوگی اور پیشانی کھلی ہوئی چوڑی ہوگی اور سر کے بال گھنے اور بہت زیادہ گھونگریالو ہوں گے۔

جب دجال ظاہر ہوگا تب نوجوان ہوگا؛ اگرچہ اس وقت اس کی عمر تقریباً ۱۴۵۰ سال سے زیادہ ہوچکی ہے۔

وہ حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کے ظاہر ہونے کے ساتویں سال خراسان، شام، عراق کے درمیان سے نکلے گا۔

حضرت مہدی رضی اللہ عنہ مکہ میں حجرِ اسود اور مقامِ ابراہیم کے بیچ میں طواف کرتے ہوں گے اور لوگ آپ کو پہچان لیں گے اور شروع میں آپ کے ہاتھوں پر ۳۱۳ لوگ بیعت کریں گے۔

دجال سب سے پہلے اپنے نبی ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرے گا، پھر آخر میں خدا ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرے گا۔

دجال کی سواری ایک بہت بڑا گدھا ہوگی، جس کی رفتار تیز ہواؤں والے بادلوں سے بھی زیادہ ہوگی، اس پر سوار ہوکر وہ بڑے شہروں کا سفر کرے گا، وہ اپنے ایک ہاتھ میں جنت اور ایک ہاتھ میں جہنم دکھائے گا اور زمین کے بڑے بڑے خزانے اور ظاہری طاقتیں اس کے پاس ہوں گی، اس کے ذریعے وہ لوگوں کو الگ الگ طریقوں سے گمراہ کرے گا، جیسے کسی کو کہے گا: میں تیرے ماں باپ کو زندہ کردوں تو تو مجھے خدا مان لے گا؟ وہ کہے گا کہ: مان لوں گا، پھر اسی وقت دو شیطان اس کے ماں باپ کی شکل وصورت بنا کر

سامنے آئیں گے اور اسے کہیں گے کہ: بیٹا! اس کی پیروی کرلے، یہ تیرا رب ہے۔ (اللھم احفظنا منه)

دجال ظاہر ہونے کے بعد ۴۰ دن تک دنیا میں رہے گا، اس کا پہلا دن ایک سال کے برابر اور دوسرا دن ایک مہینے کے برابر اور تیسرا دن ہفتے کے برابر اور باقی دن عام دنوں کی طرح ہوں گے اور اس کی دو آنکھوں کے درمیان ک، ف، ر (کافر) لکھا ہوا ہوگا جس کو ایمان والے پڑھ کر اس کا دجال ہونا پہچان لیں گے۔

آسمان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا اور دجال کا قتل

جب دجال ظاہر ہوجائے گا تو حضرت مہدی رضی اللہ عنہ دمشق پہنچ کر زور و شور سے جنگ کی تیاریاں شروع کردیں گے، لیکن حالات پورے دجال کے موافق ہوں گے؛ چوں کہ اس کے پاس زبردست ظاہری طاقت ہوگی، حضرت مہدی رضی اللہ عنہ اور آپ کے چاہنے والے دمشق میں رہ کر جنگ کی تیاریوں میں مشغول ہوں گے اور عام طور پر آپ اور آپ کے ساتھی جامع اموی میں نماز ادا کریں گے۔

اس درمیان دجال بھی ہنگامے کرکے دمشق پہنچے گا، اور پہاڑ کے دامن میں پڑاؤ ڈال کر مسلمانوں کی ایک جماعت کو گھیر لے گا۔ حضرت مہدی رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو دجال سے مقابلے کے لیے ابھاریں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا

ایک رات بڑی سخت اندھیری ہوگی جس میں جنگ کی تیاریاں ہوں گی، اُس اندھیری رات کی صبح مسلمان فجر کی نماز کی تیاری کر رہے ہوں گے، حضرت مہدی رضی اللہ عنہ فجر کی نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھ چکے ہوں گے، اقامت بھی کہی جا چکی ہوگی اور اچانک کسی کی آواز آئے گی: ''تمھاری مدد کرنے والا آپہنچا''، لوگ اچانک دیکھیں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر دمشق کی جامع مسجد کے سفید مینارے سے اتر رہیں ہوں گے۔

اِس فجر کی پہلی نماز میں حضرت مہدی رضی اللہ عنہ امام ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے، اس کے بعد سب نمازوں میں امام حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے اور حضرت مہدی رضی اللہ عنہ ان کی اقتدا کریں گے۔

دجال جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھے گا تو حیران ہوکر دمشق سے اسرائیل کی طرف اپنے ستر ہزار ساتھیوں کو ساتھ لے کر بھاگے گا اور اُفیق کی گھاٹی سے گزر کر لُدّ پہنچے گا؛ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کی فوج اس کا پیچھا کرے گی اور جب وہ لُدّ میں گھسنا چاہے گا اور وہاں موجود ایک ڈراؤنے درخت کے پیچھے چھپ جائے گا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے قریب پہنچ جائیں گے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سانس میں اللہ تعالیٰ نے وہ طاقت رکھی ہوگی کہ جب آپ سانس باہر چھوڑیں گے تو جس کسی یہودی کو اس سانس کی ہوا لگے گی وہ نمک کی طرح پگھل کر ہلاک ہوجائے گا۔

دجال بھی آپ کی سانس سے پگھلنے لگے گا اور اسی دوران حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کو اپنے ہتھیار سے باقاعدہ قتل کریں گے اور جو خون ہتھیار پر لگا ہوا ہوگا وہ ایمان والوں کو دکھائیں گے کہ: دیکھو! اے ایمان والو! میں نے دجال کو قتل کر دیا۔

یہ دیکھ کر ایمان والوں کا ایمان کامل ہوجائے گا کہ حضرت نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق دجال کا قتل ہوگیا۔

''لد'' شہر میں ایک کنواں ہے، کہتے ہیں کہ دجال کو قتل کر کے اسی میں ڈالا جائے گا۔

دجال کے قتل کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسلام کے علاوہ تمام دینوں اور مذہبوں کو ختم کر دیں گے اور پوری دنیا میں صرف ایک دین اسلام ہوگا اور مسلمانوں کے پاس خوب مال ہوگا، پوری دنیا انصاف سے بھر جائے گی اور کوئی جانور بھی کسی پر حملہ نہیں کرے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام چالیس سال دنیا میں رہیں گے اور نکاح کریں گے اور آپ کی اولاد بھی ہوں گی۔

آخر میں ''مُقعَد'' نامی ایک شخص کو اپنا نائب اور جانشین بنا کر دنیا

سے تشریف لے جائیں گے، پھر دنیا میں آپ کی وفات ہوگی اور مدینہ منورہ میں روضۂ اقدس میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس میں دفن ہوں گے، پھر قیامت کی بالکل آخری نشانیاں ظاہر ہوں گی۔

یاجوج ماجوج

دجال کے قتل کے بعد یاجوج ماجوج نکلیں گے اور ان کے مرد، عورت اور بچے سب پوری دنیا میں بہت زیادہ فساد مچائیں گے۔

یاجوج ماجوج کئی ہزار سال پہلے پیدا ہو چکے ہیں، ان کا چہرہ چوڑا اور آنکھیں چھوٹی اور سر کے بال کالے اور لال ہوں گے۔

یاجوج ماجوج انسانوں میں سے ہیں اور حضرت نوح علیہ السلام کے چار لڑکوں میں سے یافِث کی اولاد ہیں، ان کے کل ۲۲ خاندان ہیں جن میں سے ۲۱ دیوار کے پیچھے اور ایک دنیا میں بچا ہوا ہے۔

ابھی یہ کہاں ہیں؟ اس کی تعیین مشکل ہے، ہاں! اتنی بات ضروری ہے کہ یاجوج ماجوج اپنے آس پاس رہنے والوں پر بہت ظلم کرتے اور پریشان کرتے تھے تو اللہ کے ایک بڑے ولی بادشاہ ذوالقرنین نے دو پہاڑوں کے درمیان لوہے اور تانبے کو پگھلا کر ایک موٹی اونچی دیوار بنا کر ان کو وہاں قید کر دیا۔

تب سے لے کر دجال کے قتل ہونے تک یہ وہیں قید رہیں گے، جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو قتل کر کے اس کی خوش خبری مسلمانوں کو دے رہے

ہوں گے، اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ پیغام آئے گا کہ:

اب ہم اپنے ایسے بندوں کو دنیا میں نکالیں گے جن کا مقابلہ کرنے کی کسی میں طاقت نہ ہوگی؛ لہذا اے عیسیٰ! تم ایمان والوں کو لے کر "طور پہاڑ" پر چلے جاؤ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایمان والوں کو لے کر طور پہاڑ پر چلے جائیں گے اور باقی دنیا میں جو ایمان والے ہوں گے وہ اپنے اپنے علاقوں کے پہاڑوں پر چلے جائیں گے، پھر یاجوج ماجوج اللہ کے حکم سے ذوالقرنین کی بنائی ہوئی دیوار کو توڑ کر پوری دنیا میں پھیل جائیں گے اور فساد مچائیں گے، ان کی کم سے کم تعداد عام انسانوں کی تعداد سے دس گنا زیادہ ہوگی اور ان کے کھانے پینے اور تباہی مچانے کا حال یہ ہوگا کہ دنیا میں جتنا کھانا پینا ہے یہ لوگ سب کھا کر ختم کر دیں گے؛ یہاں تک کہ اگر کسی دریا پر سے گزریں گے تو صرف ان کا آگے والے لوگ اس کے پانی کو اس طرح پی جائیں گے کہ پیچھے آنے والے لوگ سوچیں گے کہ یہاں کبھی پانی تھا بھی یا نہیں؟

جب کھانے پینے کا سامان ختم ہونے لگے گا تو مہنگائی اور غریبی اور بھوک بہت زیادہ بڑھ جائے گی۔

جب ان کا ظلم خوب بڑھ جائے گا اور کوئی ان کا مقابلہ نہیں کرے گا تو یہ لوگ آپس میں بات کریں گے کہ ہم نے دنیا والوں کو ختم کر دیا اب آسمان والوں کو بھی ختم کر دیں گے؛ چناں چہ بیت المقدس کے ایک پہاڑ "جبلُ

الْخُمَر ‘‘ پر یہ لوگ تیر کمان لے کر چڑھیں گے اور پوری طاقت لگا کر آسمان کی طرف تیر چلائیں گے۔

اللہ کی شان بھی نرالی ہے کہ اللہ اپنی قدرت سے ان تیروں کو خون والا کر کے واپس کریں گے؛ تاکہ یہ دیکھ کر یاجوج ماجوج کہیں گے کہ: ہم نے آسمان والوں کو بھی ختم کر دیا۔

جب بھوک کی وجہ سے سب لوگ پریشان ہوں گے تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرے مسلمان اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں گے اور اللہ تعالیٰ اس دعا کو قبول کر لیں گے اور یاجوج ماجوج کی گردن پر اللہ تعالیٰ کوئی کیڑا پیدا کر دیں گے اور ایک رات گزرے گی اور تمام کے تمام یاجوج ماجوج مر چکے ہوں گے۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ایمان والے پہاڑ سے اتریں گے، پوری دنیا کی زمین پر یاجوج ماجوج کی لاشیں پڑی ہوں گی؛ یہاں تک کہ ایک بالشت کے برابر بھی کوئی جگہ ان کی لاشوں سے خالی نہ ہوگی اور ان کی لاشیں سڑ کر خطرناک بدبو والی ہو جائے گی، جو لوگوں سے برداشت نہ ہو سکے گی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ایمان والے اللہ کے دربار میں دعا کریں گے اور اللہ ان کی دعا قبول فرما کر بڑے بڑے اونٹ کی طرح اونچی لمبی گردن والے پرندے بھیجیں گے، وہ پرندے ان کی لاشوں کو اٹھا اٹھا کر دریا میں ڈال دیں گے؛ گویا یہ پرندے جے سی بی (JCB) کا کام کریں گے، جب ساری لاشیں

دریا میں ڈال دی جائیں گی تو اللہ تعالیٰ شہر، جنگل ہر جگہ بارش برسائیں گے جس کی وجہ سے زمین شیشے کی طرح بالکل صاف ستھری اور بدبو سے پاک ہوجائے گی۔

اب پوری دنیا میں صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ایمان والے ہی زمین پر باقی رہیں گے، ان کے علاوہ کوئی باقی نہیں بچے گا تو اللہ زمین پر برکتوں کو اس طرح کھول دیں گے کہ ایک انار کا پھل ایک جماعت کے کھانے کے لیے کافی ہوگا اور ایک گائے کا دودھ ایک پورے قبیلہ کو کافی ہوگا، یہ ساری کی ساری نعمتیں ایمان والوں کے لیے ہوگی۔

دَابَّةُ الاَرْض

قیامت کی آخری نشانیوں میں سے ایک دابۃ الارض ؛یعنی ایک بھیانک جانور کا نکلنا بھی ہے۔

اس جانور کا جسم کیسا ہوگا؟

اس جانور کے بدن پر بہت سارے رنگ (کلر) ہوں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اس جانور کی تفصیل بیان فرماتے ہیں کہ:

اس جانور کے پیر میں بال ہوں گے، داڑھی بھی ہوگی؛ لیکن اس کی دُم نہیں ہوگی، اتنا بڑا جانور ہوگا کہ تین دن میں چٹان سے اس کے بدن کا صرف تہائی حصہ نکل سکے گا اور اس کو پورا باہر نکلنے میں تقریباً ۱۰ دن لگیں گے اور یہ تیز

گھوڑے کی طرح چلتا ہوگا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: اس کی آنکھیں خنزیر کی طرح اور کان ہاتھی کی طرح اور اس کے سینگھ کی جگہ اونٹ کی طرح اور گردن شتر مرغ کی طرح اور سینہ شیر جیسا اور رنگ چیتے جیسا اور کمر بلی کی طرح اور دُم مینڈھے کی طرح ہوگی اور ہر دو جوڑ کے درمیان بارہ گز کا فاصلہ ہوگا، اتنے عجیب وغریب بدن والا یہ جانور ہوگا۔

وہ کہاں اور کب ظاہر ہوگا؟

یہ جانور سب سے پہلے مکہ کے کسی جنگل میں ظاہر ہوگا، پھر لمبی مدت کے بعد دوبارہ یہ جانور ظاہر ہوگا اور اب پوری دنیا میں تمام لوگوں کی زبان پر اس کا چرچہ ہوگا کہ: دابۃ الارض جو قیامت کی بڑی نشانی ہے ظاہر ہو چکا ہے؛ یہاں تک کہ مکہ میں بھی یہ خبر عام ہوجائے گی، پھر اچانک ایک دن حجرِ اسود اور مقامِ ابراہیم کے بیچ والی جگہ پر اپنا سر ہلا ہلا کر سر سے مٹی جھاڑ رہا ہوگا، لوگ اس کو دیکھ کر بھاگنے لگیں گے، اسی طرح صفا پہاڑ کی چٹان اور محلہ اجیاد کی چٹان سے نکلے گا اور مشرق کا رخ کر کے ایسی چیخ مارے گا کہ اس کی آواز پوری دنیا میں پہنچ جائے گی۔

پھر وہ ملکِ شام، پھر یمن، پھر مکہ کے قریب عسفان نامی ایک جگہ پر اسی طرح چیختا چلاتا ہوا پہنچ جائے گا، اس کی آواز اتنی بھیانک ہوگی کہ حمل والی عورت کے حمل گر جائیں گے، میٹھا پانی کڑوا ہوجائے گا، دوست دشمن بن

جائیں گے اور حکمت اور علم دنیا سے اٹھ جائے گا اور پوری دنیا جہالت سے بھر جائے گی۔

وہ کب نکلے گا؟

جب لوگوں میں عام بگاڑ آجائے اور فساد اور گمراہی مچانے لگیں؛ یہاں تک کہ اپنے دین کو چھوڑنے لگیں اور احکام کو بدلنے لگیں تب مزدلفہ کی رات؛ یعنی نویں ذی الحجہ اور دسویں ذی الحجہ کے بیچ کی رات کو نکلے گا۔

آکر کیا کرے گا؟

دابۃ الارض آکر پوری دنیا میں چکر لگا کر ہر ایک انسان پر نشانی لگائے گا، جس کی وجہ سے ایمان والوں کے چہرے روشن چمکتے ہوں گے اور کافروں کے چہرے کالے ہوجائیں گے، اس سے کوئی نہ بچ سکے گا، نہ دھوکہ دے سکے گا اور یہ مسلمانوں اور کافروں کو الگ الگ کردے گا۔

دخان؛ یعنی دھوئیں کا نکلنا

دابۃ الارض جب نشان لگا کر ایمان والے اور کافروں کو الگ الگ کردے گا تب قیامت کی بڑی آخری نشانیوں میں دخان؛ یعنی دھواں نکلے گا، آسمان اور زمین کے درمیان جتنی بھی خالی جگہیں ہیں وہ تمام جگہیں اس دھوئیں سے بھر جائے گی، جس کی وجہ سے انسان کسی چیز کو نہیں دیکھ پائے گا، کوئی بھی انسان اس سے بچ نہ سکے گا۔

یہ دھواں ایمان والوں کے لیے سردی اور چھینک کی طرح ہوگا؛ یعنی ایمان والوں کو اس سے بہت کم معمولی سی تکلیف ہوگی (قیامت کی ساری نشانیاں اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے لیے بالکل آسان بنادیں گے) اور کافروں اور منافقوں کے حق میں یہ دھواں اتنا خطرناک اور تکلیف دینے والا ہوگا کہ ان کے بدن میں گھس کر ان کے تمام جوڑوں کو پھاڑ دے گا اور ان کے دماغوں میں گھس کر ان کو بے ہوش کر دے گا اور ان کے پورے بدن کو پھلا دے گا اور ان کے روئیں روئیں سے دھواں نکلے گا۔

پھر اللہ کا حکم ہوگا اور ایک ہوا یمن کی طرف سے چلے گی تو پوری دنیا میں جتنے بھی ایمان والے ہوں گے ان سب کا انتقال ہو جائے گا، پھر پوری دنیا میں صرف کافر اور منافق اور بدمعاش ظالم لوگ ہی بچیں گے اور اللہ ان پر قیامت قائم فرمائیں گے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ:

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى لَا يُقَالَ فِي الْأَرْضِ اَللّٰهُ اَللّٰهُ. (مسلم ۱/ ۸۴)

ترجمہ: قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک دنیا میں اللہ کا نام لیا جاتا رہے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب تک ایمان والے زندہ رہیں گے تب تک قیامت نہیں آئے گی۔

پیارے بچو! دیکھو! ایک ایمان والے کی اللہ کے یہاں کتنی بڑی

قیمت ہے کہ جب تک ایمان والا رہے گا یہ پوری دنیا کا اتنا بڑا نظام چلتا رہے گا، ہر چیز اپنے وقت پر ہوتی رہے گی، یہ ایمان کی طاقت اور قیمت ہے، ہمیں اپنے ایمان کی خوب فکر اور حفاظت کرنی چاہیے۔

پھر اس دھوئیں کے بعد جب ایمان والوں کی روح قبض کر لی جائے گی اور کوئی بھی ایمان والا نہ رہے گا اور پوری دنیا کافروں اور منافقوں سے بھر جائے گی تب قیامت قائم کی جائے گی۔

آگ کا نکلنا

جب دھواں نکلنے کے بعد تمام ایمان والوں کی روح قبض ہو جائے گی اور پوری دنیا صرف کافروں سے بھری ہوگی تب اللہ تعالیٰ ایک آگ کو نکالیں گے، یہ آگ بڑی خطرناک ہوگی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: لوگوں کو قیامت کے میدان میں تین طریقوں سے لایا جائے گا:

(۱) بعض لوگ خوشی خوشی آئیں گے۔

(۲) کچھ لوگ ایک اونٹ پر دو دو، تین تین، چار چار، دس دس بیٹھ کر آئیں گے۔

(۳) کچھ لوگ ایسے ہوں گے جن کو آگ لے کر آئے گی۔

یہ آگ حجاز میں یمن کے شہر عدن کے ایک گاؤں ''اَبْیَنْ'' کے کنویں

سے یا شہر حضر موت کے سمندر سے ظاہر ہوگی۔

یہ آگ اتنی بھیانک اور خطرناک ہوگی کہ مشرق کی طرف سے یہ آگ شروع ہوگی اور لوگوں کو بھگائے گی، جب لوگ بھاگ بھاگ کر تھک جائیں گے اور تھوڑی دیر آرام کرنے کے لیے کسی جگہ رک جائیں گے تو یہ آگ بھی رک جائے گی، پھر جب لوگ آرام کر کے تیار ہو جائیں گے تب یہ آگ لوگوں کو پھر بھگائے گی اور اس طرح کرتے کرتے تمام لوگوں کو مغرب کی طرف ملکِ شام اور فلسطین کے علاقوں میں لے جا کر جمع کر دے گی۔

یاد رکھو! قیامت کا میدان فلسطین میں مسجدِ اقصیٰ کے اطراف میں قائم ہوگا اور بیت المقدس کا پورا علاقہ قیامت کا میدان ہوگا۔

یہ آگ تمام لوگوں کو بھگا کر اسی میدان میں جمع کر دے گی۔

زمین کا دھنسنا

قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے ایک نشانی دنیا میں تین جگہ زمین میں دھنسانے کے بڑے بڑے واقعات ہوں گے:

(۱) مشرق میں (۲) مغرب میں (۳) عرب میں۔

دھنسانے کے یہ تین واقعات ہو جائیں تو سمجھ لینا کہ قیامت بالکل قریب ہے۔

حضرت اُمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

میری امت میں سے ایک قوم کھانے پینے اور کھیل کود میں رات گزارے گی، جب وہ صبح سو کر بیدار ہوں گے تو ان کے چہرے بندر اور خنزیر جیسے بن چکے ہوں گے اور ان میں سے کچھ زمین میں دھنس جائیں گے، جب لوگ صبح بیدار ہوں گے تو کہیں گے کہ: فلاں قبیلہ والے اور فلاں گھر والے رات کو زمین میں دھنسا دیے گئے....

مکہ اور مدینہ کے درمیان بیداء ایک میدان کا نام ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ کا ایک نیک بندہ کعبہ شریف کے پاس ہوگا اور ایک بہت بڑا لشکر اس نیک بندے کو پکڑنے کے لیے نکلے گا تو اللہ تعالیٰ اس پورے لشکر کو اس "بیداء" والے میدان میں زمین کے اندر دھنسا دیں گے۔

اندازہ یہ ہے کہ وہ نیک بندے حضرت مہدی رضی اللہ عنہ ہوں گے، پھر پوری دنیا میں یہ خبر پھیل جائے گی کہ حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کو پکڑنے جانے والا لشکر دھنسا دیا گیا۔ اس طرح تین بڑے واقعات پیش آئیں گے یہ بھی قیامت کی بہت بڑی نشانی ہے۔

سورج کا مغرب سے نکلنا

قیامت کی آخری نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی سورج کا مغرب سے نکلنا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ: جب تک

سورج مغرب سے نہ نکلے وہاں تک قیامت نہیں آئے گی۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ قیامت سے پہلے اس زمین وآسمان کا پورا نظام بدل دیں گے کہ یہ سورج روزانہ ڈوبنے کے بعد اللہ کے عرش کے سامنے جا کر سجدہ کرتا ہے، پھر اللہ اس کو اجازت دیتے ہیں کہ تم جہاں سے آئے وہیں واپس لوٹ جاؤ اور پھر سورج اپنی عادت کے مطابق وقت پر نکلتا ہے؛ لیکن ایک دن آئے گا جب وہ اللہ کے عرش کے سامنے سجدہ کر کے اجازت مانگے گا؛ لیکن اس دن اس کو اجازت نہیں ملے گی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا کہ جہاں سے آیا ہے وہیں واپس چلا جا؛ یعنی آج مغرب سے نکلنا ہے؛ چناں چہ اس دن صبح سورج مغرب کی جانب سے نکلے گا، یہ دیکھ کر بہت سے لوگ ایمان لائیں گے؛ لیکن اب ان کا ایمان قبول نہ ہوگا اور نہ ہی ان کے کوئی نیک اعمال اور توبہ قبول ہوگی اور توبہ کے دروازے بند کر دیے جائیں گے۔

سورج مغرب سے نکلے گا اس سے پہلے والی رات کی تین نشانیاں حدیثِ پاک میں ملتی ہیں:

(۱) وہ رات اتنی لمبی ہوگی کہ رات میں چلنے والے مسافر چل چل کر گھبرا جائیں گے، بچے سو سو کر اکتا جائیں گے، جانور چلّانا شروع کر دیں گے؛ لیکن سورج نہیں نکلے گا؛ یہاں تک کہ لوگ گھبرا کر رونا اور توبہ کرنا شروع کر دیں گے، یہ رات تقریباً تین یا چار راتوں جتنی لمبی ہوگی۔

(۲) انتظار کے بعد تھک کر اور گھبرا کر چراغ لے کر لوگ سورج کی

تلاش کریں گے، پھر اس کے بعد سورج مغرب سے نکلے گا؛ لیکن روشنی بہت ہی کم اور دھیمی ہوگی جیسے سورج گرہن کے وقت ہوتی ہے۔

③ مغرب سے نکلنے کے بعد سورج آہستہ آہستہ اوپر چڑھے گا اور آسمان کے بیچ تک آئے گا، پھر بیچ ہی سے واپس لوٹ کر مغرب ہی میں ڈوب جائے گا۔

اب اس کے بعد قیامت اس طرح اچانک آئے گی کہ دو آدمی خرید و فروخت کررہے ہوں گے، ابھی ان کا سودا پورا نہ ہوگا کہ اچانک قیامت آجائے گی کہ: ایک آدمی اونٹنی کا دودھ نکالے گا اور اس دودھ میں سے ایک گھونٹ بھی نہ پی سکے گا کہ قیامت آجائے گی؛ یہاں تک کہ ایک آدمی نے دسترخوان پر بیٹھ کر ایک لقمہ اٹھایا ہوگا، وہ لقمہ اس کے منہ میں پہنچنے سے پہلے ہی قیامت آجائے گی۔

قیامت جب آجائے گی، پھر لوگوں کو دوبارہ زندہ کر کے حشر کے میدان میں جمع کیا جائے گا، پھر حساب وکتاب ہوگا اور اللہ تعالیٰ جنتیوں کو جنت میں اور جہنمیوں کو جہنم میں ڈال کر موت کو موت دے دیں گے، اب جو جہاں ہے وہیں رہے گا، جنتی جنت میں ہمیشہ ہمیش عیش وآرام سے رہیں گے اور جہنمی جہنم کے سخت ترین عذاب میں ہمیشہ ہمیش مبتلا رہیں گے اور اللہ کا وعدہ پورا ہوجائے گا۔

ہندوستان میں اسلام کی شروعات

انسان جب سے دنیا میں آیا تب سے ہی اسلام ہندوستان میں آیا:

① بعض روایات کے مطابق پہلے انسان جو پہلے نبی بھی تھے حضرت سیدنا آدم علیہ السلام آسمان سے دنیا میں ہندوستان کی سرزمین پر اترے۔

② پنجاب میں سرہند کے قریب ایک دیہات ''براس'' میں دونبیوں حضرت ابراہیم اور حضرت خضر علیہما الصلوٰۃ والسلام کی قبریں آج بھی بتائی جاتی ہیں، یہ دونوں مذکورہ انبیاء علیہما الصلوٰۃ والسلام والد اور صاحب زادے تھے۔

نوٹ: یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مشہور نبی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے علاوہ ہیں۔

③ جب مکہ والوں نے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کے سچا ہونے پر معجزہ مانگا تو اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچائی میں چاند کے دو ٹکڑے کیے، اس کو ''معجزۂ شق القمر'' کہتے ہیں۔

اس کو دیکھ کر بعض تاریخی روایات سے معلوم ہوتا کہ ہندوستان کے شہر ''قنّوج'' کا بادشاہ ''سربانک'' حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔

④ اسی طرح ایک ہندوستانی بادشاہ کا حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تحفہ بھیجنا بھی ثابت ہے، حاکم نیشاپوریؒ نے اپنی کتاب ''المستدرک'' میں

اس واقعہ کو ذکر کیا ہے۔

ہندوستان میں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی آمد

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ ہونے کے چار سال بعد سن ۱۵ ہجری میں حضرت عثمان بن ابو العاص رضی اللہ عنہ کو بحرین اور عمان کا والی مقرر کیا، حضرت عثمان بن ابو العاص رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی "حضرت حکم بن ابو العاص رضی اللہ عنہ" کو ایک لشکر کا کمانڈر بنا کر ہندوستان کی بندرگاہ "تھانہ" اور "بھروچ" کے لیے روانہ کیا اور اپنے دوسرے بھائی "مغیرہ بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہ" کو فوج دے کر، "دبیل (کراچی)" کے لیے روانہ کیا۔

وہ جس کو گالیاں سن کر دعا دینے کی عادت تھی

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب طائف والوں نے پتھروں سے لہولہان کر کے نکال دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے باہر ایک جگہ جس کا نام "قَرْنُ الثَّعَالِبِ" ہے وہاں پہنچے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: میں وہاں بیٹھا ہوا تھا، کچھ ہوش تھا، میں نے دیکھا کہ میرے اوپر ایک بادل سایہ کیے ہوئے ہے، اس میں سے حضرت جبریل نے علیہ السلام مجھے آواز دی کہ: طائف والوں نے آپ کے ساتھ جو برتاؤ کیا اللہ نے وہ سب دیکھ لیا اور سن لیا، آج اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ مَلَکُ الجِبال؛ یعنی پہاڑوں کے فرشتے کو بھیجا ہے آپ جو چاہیں اس کو حکم دیں۔

اتنے میں پہاڑ کے فرشتے نے آپ کو سلام کیا اور عرض کیا کہ: اگر آپ

چاہیں تو ''اَخْشَبَیْن'' نامی پہاڑوں میں ان طائف والوں کو کچل دوں؟

اللہ کے رسول ﷺ نے جو تمام جہاں والوں کے لیے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجے گئے تھے اس فرشتے کو جواب دیا:

نہیں! اگر یہ طائف والے ایمان نہیں لاتے تو مجھے امید ہے کہ ان کی نسل میں اللہ تعالیٰ ایسے لوگ پیدا کریں گے جو صرف ایک اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔

اتنا ہی نہیں؛ بلکہ آپ ﷺ نے اہلِ طائف کے لیے دعا بھی فرمائی:

اے اللہ! تیرے نبی کے پیر زخمی دیکھ کر، خون کے فوارے دیکھ کر غصہ اور ناراض مت ہونا، ان کو اور ان کی اولاد کو ہدایت عطا فرما۔

طائف کی دعا کی برکت سے ہندوستان میں اسلام

چنانچہ حضور ﷺ کی وہ دعا رنگ لائی، اِس وقت پورے ہندوستان میں اسلام و ایمان کے چرچے ہیں، ہزاروں مساجد، مدارس، دار العلوم، مکاتب، خانقاہیں، مراکز آباد ہیں، یہاں سے پوری دنیا میں دین پھیل رہا ہے۔

اسی طرح پڑوسی ملک، بنگلہ دیش، نیپال، چین، بھوٹان؛ بلکہ پورے ایشیا میں جو ایمان کی بہار اور ایمان کی ہوائیں ہیں وہ ہمارے حضور ﷺ کی طائف والی دعاؤں کی برکت ہے۔

طائف کے اسی قبیلۂ بنو ثقیف جنھوں نے رسولِ اکرم ﷺ پر پتھر

برسائے تھے ان کی نسل میں ایک نوجوان پیدا ہوا جس کا نام ''محمد بن قاسم الثقفیؒ'' ہے، حجاج بن یوسف کے دور میں ہندوستان میں جو جماعت دین و اسلام لے کر آئی اس جماعت کے امیر یہی سولہ (۱۶) سالہ نوجوان محمد بن قاسم الثقفیؒ تھے، اس نوجوان نے ہندوستان کی زمین میں آکر ایمان کا پیغام سنایا اور آج تک الحمد للہ! ہمارے ہندوستان میں ایمان کی بہار ہے، اللہ تعالیٰ اس کو صبحِ قیامت تک قائم و دائم فرمائے، آمین۔ (از دیکھی ہوئی دنیا:4)

قاضی محمد اطہر مبارکپوریؒ فرماتے ہیں: ''ہندوستان طائف اور اس کے قبیلہ بنو ثقیف کا یہ احسان کبھی نہیں بھول سکتا ہے، جس نے ہندوستان کو اپنی دینی و روحانی توجہ کا مرکز بنا کر (یعنی ایمان کی دعوت دینے کے لیے بھارت کی طرف خاص دھیان دیا اور) جب بھی اسے اقتدار (حکومت) ملا اس (بھارت) کی طرف رخ کیا۔

ہندوستان میں آنے والے صحابۂ کرام، تابعین اور تبعِ تابعین رضی اللہ عنہم کی تعداد

قاضی محمد اطہر مبارکپوریؒ کی تحقیق کے مطابق سرزمینِ ہند میں سترہ (۱۷) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تشریف آوری ہوئی، جبکہ ایک دوسرے مؤرخ محمد اسحاق بھٹی کی تحقیق کے مطابق پچیس (۲۵) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھارت کی سرزمین پر تشریف لائے۔

اسی طرح محمد اسحاق بھٹی صاحب کی تحقیق کے مطابق ۴۲ر تابعین اور ۱۸ر تبعِ تابعین بھارت میں تشریف لائے۔

خلافتِ عباسیہ ۱۳۲ھ مطابق ۷۵۰ء میں قائم ہوئی۔ خلافتِ عباسیہ کے دور میں ہشام ۱۴۰ھ میں سندھ کے علاقے میں آیا اور کاٹھیاواڑ کے علاقے کو اس نے فتح کیا اور اور گجرات میں سب سے پہلی مسجد بنوائی، پھر شمال میں کشمیر کے بعض علاقوں کو فتح کیا۔

ہندوستان پر تقریباً ساڑھے سات سو (۷۵۰) سالہ مسلمانوں کی خود مختار حکومت

۹۳ھ مطابق ۷۱۲ء میں حضرت محمد بن قاسمؒ ہندوستان تشریف لائے اور سندھ سے ملتان تک کے علاقے فتح کر کے ہندوستان میں اسلامی حکومت کی بنیاد ڈالی۔ ہندوستان پر بہت سے مسلم خاندانوں نے حکومت کی، سب کی فہرست لکھی جاتی ہے۔

خاندانِ غلامان کی حکومت

حکومت کا زمانہ تقریباً: ۸۵ر سال، ۱۲۰۶ء سے ۱۲۹۰ء تک

اس خاندان کے مشہور بادشاہ سلطان شمس الدین التمشؒ اور رضیہ سلطانہ ہیں۔

خلجی خاندان

حکومت کا زمانہ تقریباً: ۳۲/سال، ۱۲۹۰ء سے ۱۳۲۱ء تک

اس خاندان کے مشہور بادشاہ سلطان علاء الدین خلجی ہے۔

تغلق خاندان

حکومت کا زمانہ تقریباً: ۸۴/سال، ۱۳۲۱ء سے ۱۴۱۴ء تک

اس خاندان کے مشہور بادشاہ فیروز شاہ اور ناصر الدین محمود شاہ ہیں۔

سید خاندان

حکومت کا زمانہ تقریباً: ۳۷/سال، ۱۴۱۴ء سے ۱۴۵۱ء تک

اس خاندان کے مشہور بادشاہ سلطان مبارک شاہ اور محمد شاہ ہیں۔

لودھی خاندان

حکومت کا زمانہ تقریباً: ۷۵/سال، ۱۴۵۱ء سے ۱۵۲۶ء تک

اس خاندان کے مشہور بادشاہ سکندر لودھی ہے۔

سوری خاندان

حکومت کا زمانہ تقریباً: ۱۵/سال، ۱۵۴۰ء سے ۱۵۵۵ء تک

اس خاندان کے مشہور بادشاہ شیر شاہ سوری ہے۔

مغل خاندان (پہلا دور)

حکومت کا زمانہ تقریباً: ۱۴/سال، ۱۵۲۶ء سے ۱۵۴۰ء تک

(دوسرا دور)

حکومت کا زمانہ تقریباً: ۳۰۱/سال، ۱۵۵۶ء سے ۱۸۵۷ء تک

اس خاندان کے سب بادشاہوں کی فہرست یہاں ذکر کی جاتی ہے:

نمبر شمار	بادشاہ کا نام	حکومت کا زمانہ
۱	ظہیر الدین محمد بابر	۱۵۲۶ء سے ۱۵۳۰ء (۴/سال)
۲	نصیر الدین محمد ہمایوں	۱۵۳۰ء سے ۱۵۴۰ء (۱۰/سال)
۳	نصیر الدین محمد ہمایوں (دوسری مرتبہ)	۱۵۵۵ء سے ۱۵۵۶ء (ایک سال)
۴	جلال الدین محمد اکبر	۱۵۵۶ء سے ۱۶۰۵ء (۴۹/سال، ۸/مہینے)
۵	نور الدین محمد سلیم (جہانگیر)	۱۶۰۵ء سے ۱۶۲۷ء (۲۲/سال)
۶	محمد شہاب الدین (شاہ جہاں)	۱۶۲۷ء سے ۱۶۵۸ (۲۹/سال)
۷	محی الدین محمد اورنگزیب (عالمگیر)	۱۶۵۸ء سے ۱۷۰۸ء (۵۰/سال)
۸	قطب الدین محمد معظم (بہادر شاہ اول)	۱۷۰۸ء سے ۱۷۱۲ء (۵/سال)
۹	معز الدین محمد جہاں دار شاہ	۱۷۱۲ء سے ۱۷۱۳ء (۱۱/مہینے)
۱۰	معین الدین محمد فرخ سیر	۱۷۱۳ء سے ۱۷۱۹ء (۶/سال)
۱۱	رفیع الدولۃ (شاہ جہاں ثانی)	تقریباً تین مہینے

۱۲	روشن اختر (محمد شاہ رنگیلا)	۱۷۱۹ء سے ۱۷۴۸ء (۳۰ سال)
۱۳	احمد شاہ بن محمد شاہ	۱۷۴۸ء سے ۱۷۵۴ء (۷ سال)
۱۴	عزیز الدین محمد (عالمگیر ثانی)	۱۷۵۴ء سے ۱۷۵۹ء (۵ سال)
۱۵	مرزا عبداللہ علی گوہر (شاہ عالم ثانی)	۱۷۵۹ء سے ۱۸۰۶ء (۴۷ سال)
۱۶	معین الدین (اکبر شاہ ثانی)	۱۸۰۶ء سے ۱۸۳۷ء (۳۱ سال)
۱۷	سراج الدین محمد (بہادر شاہ ظفر)	۱۸۳۷ء سے ۱۸۵۷ء (۲۰ سال)

الغرض ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے ہندوستان میں اپنی حکومت قائم کی اور مغل سلطنت کو پورے پورا ختم کر دیا۔

ہندوستان کی آزادی کی مختصر تاریخ اور اس میں مسلم عوام اور علما کی قربانیاں

آزادی کی جنگ کی تاریخ میں مسلمانوں کے کارناموں کو سمجھانا اور مسلمانوں نے آزادی کے لیے جو قائدانہ خدمات انجام دیں اس کو لوگوں کے سامنے لانا بھی بہت ضروری ہے۔

۱۶۰۰ء سے ۱۸۰۳ء تک کا زمانہ
انگریز کے بھارت میں آنے کا مقصد اور ایسٹ انڈیا کمپنی

۲۴ ستمبر ۱۵۹۹ء میں لندن کے تاجروں نے آپس میں مل کر پکا ارادہ

کیا کہ مشرقی ممالک (Eastern Countries) سے تجارت شروع کرنی چاہیے؛ چناں چہ اس غرض سے باقاعدہ ایک کمپنی (ایسٹ انڈیا کمپنی) قائم ہوئی، جس میں لندن کے دوسو (۲۰۰) سے زیادہ تاجر اور امیر لوگ شریک تھے۔

سترھویں صدی کے شروع میں کمپنی کی طرف سے انگریز تاجر ہندوستان پہنچے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے بہانے انگریز ہندوستان آئے اور یہیں پر ظلم کر کے قبضہ کرلیا؛ بلکہ یہاں کے رہنے والوں تک کو اپنا غلام بنالیا۔

انگریزوں کا بھارت آنے کا ایک مقصد جہاں ملک کو لوٹنا اور پورے ملک پر حکومت کرنا تھا اسی کے ساتھ ان کا مقصد یہ بھی تھا کی اس ملک میں جتنے بھی مذہب ہیں: ہندو، مسلمان سب مذہب کو ختم کر کے سب کو عیسائی بنا دیا جائے۔

۱۷۰۷ء میں حضرت عالمگیر اورنگ زیبؒ کی وفات تک مغلیہ حکومت مضبوط رہی، جس کی وجہ سے انگریزوں کو باقاعدہ کامیابی نہیں مل سکی، پھر ان کے انتقال کے بعد کمزوری شروع ہوئی اور ''ایسٹ انڈیا کمپنی'' نے ظلم کر کے اپنی حکومت کو مضبوط کرنا شروع کیا۔

انگریزوں سے باقاعدہ سب سے پہلی جنگ

انگریزوں سے باقاعدہ منظم جنگ نواب سراج الدولہ کے نانا علی وردی خان نے ۱۷۵۴ء میں کی اور انگریزوں کو ہرایا۔
علی وردی خان نے کلکتہ میں موجود انگریزوں کے قلعے ''فورٹ ولیم''

(Fort William) پر حملہ کر کے انگریزوں کو بھگایا۔

۱۷۵۷ء میں پلاسی کے میدان میں بنگال کے نواب ''سراج الدولہ'' کی فوجیں اپنوں کی سازش کی وجہ سے ایسٹ انڈیا کمپنی کے مٹھی بھر فوج کے مقابلے میں ہار گئی۔

اس امتِ مسلمہ کی تاریخ میں امت کو اپنے ہی غداروں سے بڑا نقصان پہنچا، اللہ تعالیٰ ہمیں غدار بننے سے حفاظت میں رکھے۔

نواب سراج الدولہ گویا آزادیٔ ہند کے سب سے پہلے مجاہد تھے۔

سلطان حیدر علی اور آپ کے بیٹے ٹیپو سلطان شہیدؒ کی انگریز کے ساتھ جنگ

۱۷۸۰ء میں انگریزوں کے خلاف دوسرے نمبر پر آزادی کی لڑائی کرنے والے اور ملک وملت کے لیے جان وتن لٹانے والے سلطان حیدر علی اور ان کے بیٹے مردِ مجاہد شیرِ میسور ٹیپو سلطان شہیدؒ ہیں، انھوں نے ۱۷۹۰ء میں پہلی مرتبہ فوجی استعمال کے لیے میسور میں بنے ہوئے راکٹس (Rockets) کو بڑی کامیابی سے کھڑا کیا۔

سلطان حیدر علی اور ان کے بہادر لڑکے نے ۱۷۸۰ء اور ۱۷۹۰ء میں انگریزوں کے حملوں کے خلاف راکٹیں اور توپ کا مؤثر طور پر استعمال کیا۔

انگریز اسی استعمال کیے ہوئے راکیٹ کو لے گئے اور اس پر ریسرچ

کر کے نئے راکیٹ اور میزائل (Missile) بنائے۔

ٹیپو سلطان شہیدؒ ۱۷۸۲ء میں بادشاہ بنے اور ۱۷۸۳ء میں انگریزوں سے آپ کی پہلی جنگ ہوئی اور انگریزوں کو شکست ہوئی۔ آپ انگریزوں کے سلسلے میں ذرا بھی لچک اور نرمی کو پسند نہیں کرتے تھے۔

۲۸ / ذی قعدہ ۱۲۱۳ھ مطابق ۳ / مئی ۱۷۹۹ء کو حضرت سلطان ٹیپو شہیدؒ سری رنگا پٹنم کے میدان میں شہید کر دیے گئے، آپ نے انگریزوں کی غلامی اور ان کے رحم و کرم پر زندہ رہنے پر موت کو ترجیح دی، آپ کا مشہور تاریخی مقولہ ہے کہ:

گیڈر کی سو سالہ زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی اچھی ہے۔

جنرل ہارس (HORSE) حضرت ٹیپو سلطان شہیدؒ کی لاش کے قریب پہنچ کر خوشی سے چیخ اٹھا کہ: آج سے ہندوستان ہمارا ہے۔

انگریز کا دہلی کی طرف آگے بڑھنا

پھر ۱۸۰۰ء میں لارڈ لیک کی سرداری میں انگریز دہلی کی طرف بڑھے اور ۱۸۰۳ء میں انھوں نے دہلی پر قبضہ کیا اور بادشاہ (شاہ عالم) کو تاج و تخت کے ساتھ باقی رکھتے ہوئے تمام اختیارات ایسٹ انڈیا کمپنی کے تسلیم کرا لیے گئے اور اس کی تعبیر یہ کی گئی کہ:

خلق خدا کی، ملک بادشاہ سلامت کا اور حکم (Law And Order) کمپنی بہادر کا۔

۱۸۰۳ء سے ۱۸۵۷ء کا زمانہ
انگریز کے خلاف سب سے پہلا فتویٰ

جب ہر طرح کا اختیار انگریزوں کا شروع ہو چکا اور اسلامی پہچان کو مٹانے کی کوشش زوروں پر آ گئی تو ۱۸۰۳ء میں حضرت شاہ عبد العزیزؒ نے ایک فتویٰ لکھا اور ہندوستان کے دار الحرب (کافر انگریز کا ملک) ہونے کا اعلان کیا، وہ فتویٰ فتاویٰ عزیزیہ میں ص: ۱۷ پر ہے جو ملک کی آزادی کے لیے سب سے پہلا باقاعدہ زبردست فتویٰ ہوا۔

انگریزوں کی غلامی سے آزادی کے لیے کوشش کرنے والوں میں ایک حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک (۱۹۱۹۸۶) بھی ہے۔

۱۸۰۸ء میں حضرت شاہ عبد العزیز صاحبؒ کے حکم پر حضرت سید احمد شہیدؒ نے ملک کی آزادی کے لیے کام شروع کیا اور انگریزوں کے خلاف جہاد کے لیے پچاس آدمیوں کا ایک چھوٹا سا قافلہ تیار کیا، یہ قافلہ ۱۸۱۸ء میں دہلی سے روانہ ہو گیا۔

یہاں تک کہ ۷ رمئی ۱۸۳۱ء کو جمعہ کے دن گیارہ بجے آزادی کے تین سو (۳۰۰) مجاہدین نے اپنے امیر سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کی قیادت میں بالاکوٹ کے میدان میں اس ملک کے انسانوں کو آزادی دلانے کے لیے انگریزوں اور ان کے اتحادی سکھ ساتھیوں کے خلاف جہاد میں شہید ہوئے۔

پھر ۱۸۳۵ء تک شاہ اسحاقؒ کے داماد سید نصیر الدین نے آزادی کی تحریک چلائی۔

۱۸۴۴ء میں شاہ عبدالغنی صاحب کی سرپرستی میں آزادی کی تحریک چلی۔

ان کے بعد مولانا ولایت علی عظیم آبادیؒ اور ان کے بھائی مولانا عنایت علی عظیم آبادیؒ نے اس تحریک کو زندہ رکھنے میں اہم قربانیاں دیں۔

یکم مئی ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف بغاوت کرنے کے لیے شاہ جہاں پور میں ہندو مسلم مشترکہ ایک اجلاس مفتی مظہر کریم صاحب کے مکان پر ہوا، مولانا سرفراز علی نے ملک کی آزادی کے لیے پرجوش تقریر کی۔

جنگِ آزادی کی تاریخ اور مسلمانوں کی قربانیاں ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء کا زمانہ

انگریزوں کے خلاف بغاوت کا فتویٰ اور اکتیس علما کے اس پر دستخط

۱۰ مئی ۱۸۵۷ء کو جب انگریزوں کے خلاف ہتھیار سے بڑی بھاری لڑائی ہو رہی تھی تب مولانا فضلِ حق خیرآبادیؒ نے انگیریزوں کے خلاف بغاوت کا فتویٰ تیار کرایا، اس میں اکتیس (۳۱) مفتیانِ کرام نے انگریزوں کے خلاف بغاوت کا فتویٰ دیا اور اسی فتویٰ کی وجہ سے مولانا کو گرفتار کیا گیا، جب مولانا پر مقدمہ چلا تو مولانا نے کورٹ میں جج کے سامنے کھل کر کہا کہ:

فتویٰ میرا ہی تیار کیا ہوا ہے۔

شاملی کے میدان میں انگریز کے خلاف لڑائی

۱۸۵۷ء میں شاملی ضلع مظفرنگر (یوپی) کے میدان میں علمائے دیوبند نے انگریزوں سے باقاعدہ جنگ کی، جس کے امیر (کمانڈر) حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ تھے اور حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتویؒ، حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ، حضرت مولانا منیر نانوتویؒ اور حضرت حافظ ضامن شہیدؒ وغیرہ حضرات اس جنگ میں شریک ہوئے۔

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ ۱۸۵۷ء کی تحریکِ آزادی کے رہنما بھی تھے اور ۱۸۵۴ء میں آگرہ میں پادری فنڈر کے ساتھ مناظرہ بھی کیا۔

اس جنگ میں حافظ ضامنؒ شہید ہوئے اور حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ انگریزوں کی گولی لگ کر زخمی ہوئے، انگریزی حکومت کی طرف سے آپ کے نام وارنٹ نکلا؛ لیکن گرفتار نہ ہو سکے۔

اس جنگ کو انگریز نے ''غدر'' کا نام دیا۔

انگریز کے مظالم

۱۸۵۷ء کی بغاوت کا انگریز نے مسلمانوں سے سخت بدلہ لیا، ان کے

محلے کے محلے اجاڑ دیے، مساجدوں کو ویران کر دیا، ناحق گولیاں چلائی اور مسلمانوں کو پکڑ کر انگریز ہاتھی پر بیٹھا کر گلے میں پھندے ڈالتے، بہت سے علمائے کرام کو انگریزوں نے توپ کے دہانے کے ساتھ باندھ کر اڑا دیا جس سے ان کی بوٹی بوٹی اڑ گئی اور درختوں پر ان کو پھانسی پر لٹکا دیا جاتا اور اتنے دن تک رہنے دیتے کہ ان کی لاش انگریزی کے آٹھ (8) کا عدد جیسی بن جاتی تھی۔

آزادی کے ایک مجاہد پنڈت میوارام گپتا نے لکھا ہے کہ:

۱۸۵۷ء کی ناکامی کے بعد انگریزوں نے پانچ لاکھ مسلمانوں کو شہید کیا۔

1865ء میں مولانا احمد اللہ عظیم آبادیؒ، مولانا یحییٰ علیؒ، مولانا عبد الرحیم صادق پوریؒ اور مولانا جعفر تھانیسریؒ کو انڈمان بھیج دیا گیا جو کالا پانی کہلاتا ہے۔

اسی زمانے میں مولانا فضلِ حق خیر آبادیؒ، مفتی احمد کاکورویؒ اور مفتی مظہر کریم دریابادیؒ کو بھی انڈمان روانہ کیا گیا۔

یہ سب انگریزوں کے خلاف بڑی بھاری جنگ لڑ رہے تھے۔

ریشمی رومال تحریک اور مالٹا

اس کے بعد شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ وغیرہ نے آزادی کی تحریک کو آگے بڑھایا۔

۱۹۱۲ء میں "تحریکِ ریشمی رومال" باقاعدہ شروع کی گئی۔

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر ملک کی آزادی کے لیے باہر سے مختلف ملکوں کی مدد لے کر انگریزوں پر حملہ کرانا اور اندر سے بغاوت کر کے انگریزوں کو بھگانے کا پلان بنایا تھا جس کو "تحریکِ ریشمی رومال" کہتے ہیں۔

۱۹۱۵ء میں حضرت شیخ الہندؒ نے اپنی لمبی خفیہ و خاموش تیاریوں کے بعد انگریزی حکومت کے خاتمہ کے لیے اپنی خصوصی پلاننگ سے یہ فیصلہ کیا کہ ملک بھر میں بغاوت کے ساتھ ساتھ بیرونی طاقتوں کے ذریعہ سرحدوں سے حملے کیے جائے اور اس کام کے لیے اپنے خاص بھروسے والے شاگردِ رشید "مولانا عبید اللہ سندھیؒ" کو کابل (افغانستان) بھیجا، کابل میں یکم دسمبر ۱۹۱۵ء کو آزاد ہند حکومت تشکیل میں لائی گئی، جس کا صدر راجہ مہندر پرتاپ کو بنایا گیا۔

بے مثال قومی اتحاد

یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ مسلم اکثریتی (બહુમતી વાળા) ملک افغانستان اور وہاں کے مسلمان ہی آزاد ہند حکومت بناوے اور اس کا صدر ہندو بادشاہ کو بنائیں، یہ مسلمانوں کے قومی اتحاد کا بے مثال جذبہ ہے!!!

مختلف ممالک میں انگریزوں کے خلاف امداد کی غرض سے محنت

اس غرض سے افغانستان، ترکی، شام، جاپان وغیرہ ممالک میں وفود روانہ کیے گئے، نیز حضرت شیخ الہندؒ بھی ۱۸ ستمبر ۱۹۱۵ء کو بذاتِ خود حجاز روانہ

ہوئے اور وہاں کے گورنر غالب پاشا اور انور پاشا سے اس سلسلے میں درخواست کی ؛ لیکن قدرت کو یہ منظور نہ تھا اور پوری پلاننگ کا راز ظاہر ہوگیا اور پورے ہندوستان میں سے تقریباً ۲۲۳ تحریک کے ذمے داروں علما اور مسلم لیڈروں کو گرفتار کرلیا گیا۔

یہ تحریک تاریخ میں "ریشمی رومال" کے نام سے مشہور ہے۔

نوٹ: اس تحریک کی خفیہ تحریر ریشم کے رومال پر لکھی گئی اور اس کے پھول بنا کر پھولوں کی شکل میں ایک دوسرے کے پاس پہنچائی گئی تھی؛ اس لیے اس کا نام "تحریکِ ریشمی رومال" رکھا گیا تھا۔

اس کی یاد میں بھارت سرکار نے پانچ روپیے کی پوسٹ ٹکٹ بھی شائع کی ہے۔

مالٹا یورپ میں ایک جزیرہ ہے جو اس زمانے میں انگریزوں کی حکومت میں تھا، ۲۳ رصفر ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۹۱۷ء حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا عزیر گلؒ، حکیم نصرت حسین اور مولانا وحید احمد فیض آبادی کو انگریزوں کے کہنے پر حجاز سے گرفتار کرکے یورپ کے جزیرے مالٹا کی ایک جیل میں قید کرلیا گیا اور ۱۹۲۰ء کو جیل سے رہا کرکے یہ حضرات بمبئی پہنچائے گئے۔ (از دیکھی ہوئی دنیا:5)

حضرت شیخ الہندؒ ہی کے شاگردوں نے وطن کی آزادی کے لیے نومبر ۱۹۱۹ء میں جمعیۃ علمائے ہند کو قائم کیا۔

ترکِ موالات، عدمِ تعاون (Non cooperation) کا فتویٰ

مالٹا سے رہائی کے بعد ستمبر ۱۹۲۰ء کو کلکتہ میں جمعیت علمائے ہند کا ایک اجلاس منعقد ہوا، جس میں عدمِ تعاون اور ترکِ موالات کی تحریک کی بنیاد رکھی گئی، جس کے لیے ملک بھر سے پانچ سو علمائے کرام ومفتیانِ عظام کے پاس فتاویٰ لکھوائے اور اس کو جمع کر کے شائع کیا گیا، جس کی وجہ سے یہ تحریک بہت ہی مضبوطی کے ساتھ چلی اور انگریزوں کے حوصلے پست ہو گئے۔

انگریز حکومت نے ڈر کر اس فتوے کو اپنے قبضے میں لے لیا۔

ترکِ موالات اور عدمِ تعاون کی تحریک کیا ہے؟

انگریزوں نے اپنی حکومت کو مضبوط کرنے اور ہندوستانی مصنوعات (Products) اور پہچان کو ختم کرنے کے لیے انگریزی طرز، انگریزی کپڑے، انگریزی مال سامان کو ہندوستان کے لوگوں تک پھیلانا شروع کیا اور انگریزی زبان کی تعلیم کو عام کیا گیا۔

انگریزوں کے اس مشن کو ناکام کرنے کی غرض سے "ملکی (دیسی) سامان اپناؤ اور غیر ملکی سامان کا بائیکاٹ کرو" کی تحریک چلائی گئی؛ تاکہ ملک کی صنعت مضبوط ہو اور انگریزوں کی معاشی (Economy) پالیسی کو سخت نقصان پہنچے۔

نومبر ۱۹۲۱ء میں پھر ایک مرتبہ لاہور میں جمعیت کے اجلاس میں اس

تحریک کو تیز بنانے کے لیے جماعتی کنونشن (Convention) تشکیل دیا گیا، اس تحریک کے نتیجے میں ہندوستانیوں نے انگریزی لباس اور غیر ملکی سامان چھوڑنا شروع کیا، انھوں نے برطانوی نوکری سے استعفیٰ دے دیا، ملے ہوئے ایوارڈ واپس کیے؛ یہاں تک کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی جو اس وقت انگریزی تعلیم سے متاثر ہوگئی تھی، حضرت شیخ الہندؒ نے اس کی بھی مخالفت کی اور ۲۶ / اکتوبر ۱۹۲۰ء کو دہلی میں جامعہ ملیہ قائم کی۔

کیا آج کے حالات میں وطن سے ایسی محبت کی ضرورت نہیں ہے کہ ہم مکمل طور پر ملک کی بنی ہوئی چیزوں کو اپنا کر ملک کی ترقی میں تعاون کریں؟

(از دیکھی ہوئی دنیا:5)

دوسری تحریکیں

۱۴/ مارچ ۱۹۲۶ء کو کلکتہ میں جمعیتِ علمائے ہند کا اجلاس ہوا، حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ کی صدارت میں، اس میں مکمل آزادی کی تجویز پاس کی گئی۔

۱۹۳۱ء میں سول نافرمانی کی تحریک چلی جس میں چوالیس ہزار پانچ سو (۴۴۵۰۰) مسلمانوں نے گرفتاریاں دیں۔

1930ء میں تحریکِ سول نافرمانی و نمک آندولن ہوا۔

1942ء میں ہندوستان چھوڑو تحریک (Quit India Movement)

شروع کی۔

غرض کہ ہر طرح کی قربانیاں دیتے ہوئے اور اس مشن اور تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے ہر طرح کی تدبیریں اختیار کرتے ہوئے آگے بڑھے ؛ یہاں تک کہ مسلمانوں کے ساتھ دوسرے دھرم والوں کو بھی شریک کیا، مہاتما گاندھی کو ساتھ لیا اور دوسرے ذمّے داروں کو شریک کر کے محنت و کوشش کی۔

مسٹر موہن داس کرم چند گاندھی گجرات کے پور بندر کے ایک وکیل تھے، ساؤتھ افریقہ سے آچکے تھے، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیو بندیؒ جب مالٹا کی جیل سے رہا ہو کر تشریف لائے تو آپ نے ایک فارمولہ یہ بھی بتلایا کہ آزادی کی لڑائی میں ہندوؤں کو ساتھ لے کر کام کیا جائے، اس کے لیے ہندوؤں کے لیڈر کے طور پر حضرت شیخ الہندؒ نے مسٹر موہن داس کرم چند گاندھی کو پسند کیا اور حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلیؒ نے ان کو "مہاتما" کا لقب دیا، اس وقت سے وہ "مہاتما گاندھی" سے مشہور ہو گئے اور سب سے پہلے جمعیتِ علمائے ہند کے فنڈ سے ان کو پورے ملک کا دورہ کرایا گیا؛ تاکہ پورے ملک کے لوگ پہچان لیوے کہ یہ ہمارے آزادی کے لیڈر ہیں۔

سردار ولبھ بھائی پٹیل گاؤں کرم سد ضلع آنند کے رہنے والے تھے، ۱۹۲۸ء میں جب انھوں نے بارڈولی سے کسانوں کی حمایت میں تحریک کا آغاز کیا تو اس تحریک کی تائید کے لیے ڈابھیل مدرسے سے ان کو فتویٰ دیا گیا۔

۱۹۳۰ء میں مہاتما گاندھی نے نمک کی تحریک اٹھا کر ڈانڈی یاترا کی

تو اس موقع پر بھی ڈابھیل مدرسے کی طرف سے ان کی تائید میں تحریر پیش کی گئی۔

ہمارے ان ہی بزرگوں اور بے لوث مسلمانوں کی بے پناہ قربانیوں کے نتیجے میں ۱۴/ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کی درمیانی رات ہندوستان کی آزادی کا اعلان کیا گیا۔

عجیب وغریب منظر

انگریزوں نے وہ منظر بھی دیکھا کہ ہندوستان کے آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے چہیتے صاحب زادے: مرزا مغل، مرزا خضر سلطان، مرزا ابوبکر اور مرزا عبداللہ کو قتل کر کے ان کے سر خوانچہ (خوان) میں رکھ کر ان کے سامنے پیش کیا گیا تو بادشاہ نے بڑے صبر وضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا: الحمدللہ! تیمور کی اولاد سرخ رو ہو کر کے سامنے آیا کرتی ہیں۔

میمن عبدالحبیب یوسف مرفانی نے اپنی ساری دولت نیتاجی سبھاش چندر بوس کی انڈین نیشنل آرمی کو دے دی۔

مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی نے آزادی کی خاطر دردناک سزاؤں کو برداشت کیا۔

ان کے علاوہ امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ، مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ اور بھی بے شمار علماء اور مسلم عوام نے اپنے خونِ جگر سے اس ملک کو آزاد کرایا۔

اشفاق اللہ خان کو ۲۷ رسال کی عمر میں پھانسی

اشفاق اللہ خان نے للکارتے ہوئے انگریزوں سے یہ کہا تھا:

سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے
دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے
وقت آنے دے بتا دیں گے تجھے اے آسماں!
ہم ابھی سے کیا بتائیں کیا ہمارے دل میں ہے

انگریزوں کے خلاف سازش کے الزام میں اشفاق اللہ خاں کو پھانسی دی گئی، اس طرح وہ انگریز حکومت کے خلاف کوشش کی سزا میں پھانسی پر چڑھ جانے والے پہلے مجاہد آزادی بن گئے، جس وقت اشفاق اللہ خاں کو پھانسی دی گئی اُس وقت ان کی عمر صرف ۲۷ رسال تھی۔

یہ مسلم قوم ہی ہے جس نے سب سے پہلے آزادی کے لیے آواز اٹھائی۔

جنگِ آزادی کے چند بڑے بڑے ہیرو

بھارت کی آزادی کے چند حضرات یہ بھی ہیں:

نمبر شمار	مسلمان مجاہدین کے نام	نمبر شمار	مسلمان مجاہدین کے نام
۱	نواب سراج الدولہ	۲	مولانا احمد اللہ شاہ فیض آبادی
۳	شیرِ میسور ٹیپو سلطان شہیدؒ	۴	نواب خان بہادر خان
۵	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ	۶	شاہ عبد القادر لدھیانوی

۷	شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ	۸	مولانا مملوک علی دیوبندیؒ
۹	مولانا سید احمد شہیدؒ	۱۰	حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ
۱۱	مولانا ولایت علی صادق پوریؒ	۱۲	حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ
۱۳	سراج الدین محمد بہادر شاہ ظفر	۱۴	شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ
۱۵	مولانا فضلِ حق خیر آبادیؒ	۱۶	حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ
۱۷	شہزادہ فیروز شاہ	۱۸	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ
۱۹	مولوی محمد باقر شہیدؒ	۲۰	حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ
۲۱	مولانا برکت اللہ بھوپالی	۲۲	ڈاکٹر سیف الدین امرتسری
۲۳	حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ	۲۴	حکیم اجمل خان
۲۵	مولانا احمد سعید دہلویؒ	۲۶	مولانا مظہر الحق
۲۷	شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ	۲۸	مولانا ظفر علی خان
۲۹	مولانا محمد علی جوہرؒ	۳۰	مولانا سید محمد میاں
۳۱	مولانا حسرت علی موہانی	۳۲	مولانا محمد حفظ الرحمن سیوہارویؒ
۳۳	امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ	۳۴	مولانا عبدالباری فرنگی محلیؒ
۳۵	مولانا منظور احسنؒ	۳۶	خان عبدالغفار خان
۳۷	مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ	۳۸	مفتی عتیق الرحمن عثمانیؒ
۳۹	مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ	۴۰	مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ
۴۱	مولانا عنایت اللہ خان صاحب	۴۲	ڈاکٹر مختار احمد انصاری

۷۹	حافظ عابد حسینؒ	۸۰	مولانا عبد الماجدؒ
۸۱	مولانا حبیب الرحمن عثمانی	۸۲	حیدر علی خانؒ (ٹیپو سلطان کے والد)
۸۳	مولانا مغفورؒ	۸۴	علی وردی (سراج الدولہ کے نانا)
۸۵	مولانا عنایت علی عظیم آبادیؒ	۸۶	مولانا سرفراز احمدؒ
۸۷	مولانا احمد اللہ عظیم آبادیؒ	۸۸	مولانا یحییٰ علیؒ
۸۹	مولانا عبد الرحیم صادق پوریؒ	۹۰	مفتی مظہر کریم دریا آبادیؒ
۹۱	حافظ رحمت خانؒ	۹۲	مولانا محمد احمد چکوالیؒ
۹۳	مولانا احمد اللہ پانی پتیؒ	۹۴	مولانا فضل محمودؒ
۹۵	شیخ عبد الرحیم سندھیؒ	۹۶	ڈاکٹر احمد انصاریؒ
۹۷	مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ	۹۸	مولانا سید محمد میاں دیوبندیؒ
۹۹	مولانا آزاد سبحانیؒ	۱۰۰	سید سلیمان ندویؒ
۱۰۱	نواب مظفر الدولہؒ	۱۰۲	مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ
۱۰۳	مولانا محمد عارف ہسویؒ	۱۰۴	مولانا منّت اللہ رحمانیؒ
۱۰۵	مولانا فرحت علیؒ	۱۰۶	نواب میر قاسم
۱۰۷	مولانا لیاقت علی خان	۱۰۸	مولانا محمد شیر وجیؒ
۱۰۹	مولانا شبلی نعمانیؒ	۱۱۰	شیخ عبد الرحمن حیدر آبادیؒ
۱۱۱	سید محمد علی رامپوری	۱۱۲	مولانا محمد قاسم پانی پتیؒ
۱۱۳	مولانا سید نصیر الدین دہلویؒ	۱۱۴	مولانا الٰہی بخش عظیم آبادیؒ

۱۱۵	مولانا عبدالکریم عظیم آبادیؒ	۱۱۶	مولانا رحمت اللہ غازی صادق پوری
۱۱۷	قاضی سرفراز علی شاہ جہاں پوریؒ	۱۱۸	قاضی عبدالجلیل شہید علی گڑھی
۱۱۹	مولانا کفایت علی مرادآبادیؒ	۱۲۰	مولانا نثار احمد کانپوریؒ
۱۲۱	سر سید احمد خان	۱۲۲	ڈاکٹر ذاکر حسین
۱۲۳	علامہ اقبالؒ	۱۲۴	مولانا غلام محمد دین پوریؒ
۱۲۵	بیگم حضرت محل	۱۲۶	بیگم حبیبہ
۱۲۷	بیگم رحیمہ	۱۲۸	اصغری بیگم
۱۲۹	بیگم نشاط النساء	۱۳۰	امجدی بیگم
۱۳۱	شفاعت النساء بیگم	۱۳۲	

ان تمام ہستیوں کے علاوہ اور بھی لاکھوں مسلمانوں نے جنگِ آزادی میں اپنا خون بہایا ہے۔

دہلی کے انڈیا گیٹ پر مجاہدینِ آزادی کے نام

دہلی کے انڈیا گیٹ پر آزادی کے جن مجاہدین کے نام لکھے گئے ہیں ان میں سے 65 فیصد مسلم مجاہدینِ آزادی ہے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

جب وطن کو خوں کی ضرورت پڑی	تو سب سے پہلے ہماری ہی گردن کٹی
پھر بھی کہتے ہیں یہ اہلِ چمن	یہ چمن ہمارا ہے ، تمھارا نہیں

یادداشت